شانِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیّین

شانِ سیّد المرسلین و خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم

مولف

عبدالرزاق جانگڑا

ایم اے علوم اسلامیہ - ایم اے تاریخ اسلام

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : شان سید المرسلین و خاتم النبیین

مصنف : عبدالرزاق جانگڑا

طبع اول : شعبان ۱۴۱۸ھ، دسمبر ۱۹۹۷ء

تعداد : ۱۰۰۰

ناشر : منور پبلشرز، کراچی

مطبع : المخزن پرنٹرز

ضخامت : ۳۰۰ صفحات

کمپوزنگ : سید جودت کامران بخاری

قیمت : ۱۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

۱) سعد عبدالرزاق

۶۸/۳ سی پی برار سوسائٹی

۲۰۳ حرا ٹیرس، کراچی، فون : ۴۹۲۵۳۵۶

۲) مکتبہ رشیدیہ، عائشہ منزل

نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی۔ ۷۴۲۰۰

۳) یونائیٹڈ بک کارپوریشن

ادب منزل، اردو بازار کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حمد و ثنا اس ذات کے لئے ہے جس نے کائنات کا وجود بخشا اور اس میں کمزور و ناتواں انسان کو پیدا فرما کر اس کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور درود و سلام ہو اس کامل ہستیؐ پر کہ جن کے ذریعہ انسانیت کو بلند رتبہ نصیب ہوا۔ وہ رہبر عالمؐ کہ جس نے اپنے ہر لمحہ حیات میں عدل و انصاف' صدق و امانت' اخوت و محبت اور امن و سلامتی کی تعلیم دی ہے۔

امابعد' اللہ تعالیٰ نے محترمی عبدالرزاق جانگڑا صاحب کو اس کی توفیق بخشی کہ انہوں نے رحمت عالمؐ کی تعلیمات کو بڑے دلچسپ' موثر' سلیس اور محققانہ انداز میں "شان سید المرسلین و خاتم النبیینؐ" کی صورت میں پیش کی ہیں۔ موصوف کی یہ کوشش قابل تعریف ہے۔ یہ اس لئے بھی کہ اس وقت دنیا ایک عجیب کشمکش اور بے اطمینانی میں مبتلا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت ایک آتش فشاں پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کی بربادی کے لئے صرف ایک معمولی جھٹکے کی دیر ہے۔ اس صورت حال میں رحمت عالمؐ کے "اسوۂ حسنہ" اور آپؐ کی تعلیمات کو اس لئے بھی عام کرنے کی سخت ضرورت ہے کہ یہی انسانیت کی فلاح و بہبود کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ پیش نظر رہے کہ مفکرین مختلف "ازموں" کا تجربہ کرنے کے بعد اب اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ آج تہذیب و تمدن کی اس ترقی کے باوجود انسان کوئی ایسا نظام حیات تلاش نہیں کر سکا جو اس کو مادی و روحانی خوشیوں سے مالا مال کر دے اور دنیا کو رحمت و عدالت' اخوت و محبت اور ایثار و قربانی کا گہوارہ بنا دے۔ اس کے برعکس تعلیمات نبویؐ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ سراسر لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے اور اس کے ذریعہ ایک ایسا نظام وجود میں آتا ہے جس میں روحانی و جسمانی خوشیوں کا سامان اس موزونیت و ترتیب کے ساتھ ہوتا ہے کہ کوئی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

بہرحال یہ امر طے ہے کہ تعلیمات نبویؐ کے عام کرنے کی سخت ضرورت ہے اور اسی کو محسوس کرتے ہوئے مولف موصوف نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے' انہوں نے اس سے پہلے بھی دو کتابیں "شان رحمت عالمؐ" اور "شان قرآن مجید" کے نام سے تالیف فرمائی ہیں جو خواص و عام سب میں مقبول ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولف کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ وماتوفیقی الا باللہ۔

مفتی معتزباللہ تناخیل۔

خطیب افضل مسجد' فاضل جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

عرض مولف

بسم اللہ نصلی علی رسولہ الکریم

یہ رب کریم کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اس امت کو اپنے "مقدس کلام" اور اپنے پیارے نبیؐ کے "اسوۂ حسنہ" جیسی دو عظیم نعمتوں سے نوازا ہے۔ چنانچہ ہر حال میں ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی میں وہ کشش ہے کہ ہر کوئی اسکی برکات حاصل کر سکتا ہے' ہر کوئی اپنی زندگی سنوار سکتا ہے اور آپؐ سے ایک خاص نسبت ہونے کے ناتے یہ ہم سب کی ذمہ داری بھی ہے کہ آپؐ کے "اسوۂ حسنہ" کو دنیا والوں تک پہنچائیں تاکہ وہ بھی اس سے فیضیاب ہو کر رب کریم کی رحمتیں حاصل کریں اور بلند مقام حاصل کریں۔

یہ جان لیں کہ آج دنیا میں ہر طرف جو بگاڑ نظر آتا ہے اس کو ختم کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ لوگوں کو رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی اپنانے کی دعوت دی جائے' آپؐ کی محبت کا درس دیا جائے پھر یقیناً وہ ہستیاں پیدا ہوں گی کہ جن کے دم سے یہ دنیا مثل جنت بن جائے گی۔

چنانچہ اس راہ میں میری یہ ادنیٰ کوشش ہے۔ اس میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس میں ان بزرگوں کی ان کتابوں سے بڑی مدد لی گئی ہے.....

سیرۃ النبیؐ..... سید سلیمان ندوی۔ شمائل ترمذی..... رحمۃ للعالمینؐ..... قاضی محمد سلیمان منصور پوری..... سیرۃ احمد مجتبیٰؐ..... شاہ مصباح الدین شکیل..... نبی رحمت..... مولانا سید ابو الحسن ندوی..... انسانیت کا امتیاز..... حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ..... آداب النبیؐ..... مولانا مفتی محمد شفیعؒ..... دعوات عبدیت' مواعظ..... حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ..... رسول رحمتؐ..... مولانا ابو الکلام آزاد و مولانا غلام رسول مہر

آخر میں اس کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے مدد فرمائی ہے ان کا میں شکر گزار ہوں' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی جائز حاجات پوری فرمائے۔ آمین

عبد الرزاق جانگڑا

درود و سلام ان پر

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیارے رسول ؐ کا امتی بنایا۔ یہ وہ بلند مقام ہے کہ اللہ کے کتنے نبیوں اور رسولوں ؑ نے اس کی درخواست کی ہے اور حضرت عیسیٰ ؑ تو حضور اقدس ؐ کے ایک امتی کی حیثیت سے دوبارہ اس جہاں میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ ہمیں اس کی خوب قدر کرنی چاہئے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ ؐ کو درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے رہیں۔ جان لیں کہ یہ وہ عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی اس میں شریک ہیں۔ یہ وہ اعزاز و اکرام ہے جو صرف رحمت عالم ؐ ہی کو حاصل ہے۔ رب کریم فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: ۴-۵)

یہاں اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ کی نسبت پہلے اپنی طرف پھر اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو تعلیم فرمایا ہے کہ "اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں سوائے مومنو تم بھی درود و سلام بھیجو۔"

اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت ہے اور یہ کیسا پیارا عمل ہے۔ اس کے ساتھ ان احادیث شریف سے بھی معلوم ہو گا کہ اس میں مومنو کے لئے کس قدر خیر، کتنی رحمت اور کتنی برکات ہیں۔ آپ ؐ فرماتے ہیں:

"جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ (رحمتیں) بھیجتا ہے۔"

آپ ؐ کا مبارک ارشاد ہے:

"بیشک قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہو گا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔" (ترمذی شریف)

حضور اقدس ؐ فرماتے ہیں:

"جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود (رحمتیں) بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔" (احمد، نسائی)

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس کی پابندی کریں اور اس کی برکات حاصل کریں۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم۔

قرآن مجید اور سید المرسلینؐ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور اقدسؐ کی مبارک زندگی قرآن مجید کا عکس ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا "حضورؐ کے اخلاق کیا تھے؟" انہوں نے فرمایا "کیا تم نے قرآن مجید نہیں پڑھا؟ آپؐ کے اخلاق قرآن ہی تو تھے۔"

چنانچہ آپؐ کے بلند اخلاق کی حقیقت سمجھنے کے لئے یہ چند آیات مبارکہ بھی ہمیشہ پیش نظر رہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم ۵)

"اور بیشک آپؐ اخلاق حسنہ کے بلند مقام پر ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدسؐ کی اس طرح خلقت ہوئی ہے کہ آپؐ کی کوئی بات، کوئی ادا حد اعتدال سے ذرا بھی ہٹنے نہیں پاتی۔ قرآن مجید جس نیکی، خوبی اور بھلائی کا درس دیتا ہے وہ آپؐ میں فطرۃً موجود ہے اور جس بدی سے روکتا ہے اس سے آپؐ طبعاً بیزار ہیں۔

سورہ انعام میں ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ --- اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام، ۱۶۳)

"آپؐ فرما دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔"

یہ رحمت عالمؐ کے اعلیٰ اخلاق کا بلند ترین مقام ہے۔ وہ کہ جن کی صلوٰۃ و نسک، جن کی حیات و موت اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہوتی ہے، وہ وجود میں نہ آتے تو یہ کائنات ابد تک ان کی منتظر رہتی تاکہ وہ ان کے وجود سے فیضیاب ہو کر کمال حاصل کر سکے۔ اس کے ساتھ یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے فرمانبردار بندے ہیں۔ سورہ جمعہ میں ارشاد ہے:

(ترجمہ) "وہی ہے جس نے (عرب کے) ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو

ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔"

یہ نبی امیؐ لوگوں کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے احکام سناتے ہیں بلکہ وہ ان کو اپنے فیض و اثر سے پاک بھی کرتے ہیں' وہ ناقصوں کو کامل' گنہگاروں کو نیک' اندھوں کو بینا' تاریک دلوں کو روشن دل بنا دیتے ہیں۔ پھر جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو کم از کم ایک لاکھ افراد ان کی تعلیم سے عملاً بہرہ مند ہو چکے تھے' اور وہ عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھا' ۲۳ سال کے بعد اخلاق کے وہ اوج کمال پر پہنچا کہ جس کی بلندی تک آج تک کوئی ستارہ نہیں پہنچ سکا۔ سورہ نجم میں ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ط اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم: ۳)

"اور آپؐ اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولتے یہ تو بس وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔"

یعنی حضور اقدسؐ دین کے بارے میں جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ سورہ احزاب میں ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱)

"تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک عمدہ نمونہ تقلید ہے' ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہے۔"

گویا کہ حضور اقدسؐ کی پوری زندگی نہایت حسین ہے' اس میں تمام خیر و برکات ہیں۔ جان لیں کہ ایک مسلمان کے لئے اگر تلاوت قرآن مجید ضروری ہے تو اس کو ایک عملی زندگی کی صورت میں دیکھنے کے لئے "اسوۂ حسنہ" کے مطالعہ کی بھی سخت ضرورت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الشرح: ۴)

"اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کیا۔"

یعنی نبیوں' رسولوں اور فرشتوں میں آپؐ کا نام بلند ہے۔ اذان' اقامت' خطبہ' کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپؐ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں آپؐ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے۔ اس کے ساتھ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و رفعت سے آپؐ کا ذکر کرتے ہیں۔ سورہ النساء میں ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج (النسآء ۸۰)

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

یعنی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رحمت عالمؐ کی دل و جان سے اطاعت کی جائے۔ سورہ احزاب میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ۔ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب ۴۶)

"اے نبی ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے اور (کفار کو) ڈرانے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔"

یعنی اللہ کی وحدانیت سکھاتے ہیں اور اس کا راستہ بتاتے ہیں' جو کچھ فرماتے ہیں دل سے اور عمل سے اس پر گواہ ہیں اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ اللہ کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ اور آپؐ آفتاب نبوت اور ہدایت ہیں۔ جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی' سب روشنیاں اس نور اعظم میں محو و مدغم ہو گئیں ہیں۔ سورہ یونس میں ارشاد ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس ۱۶)

"یہ واقعہ ہے کہ اس سے پہلے بھی میں بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں' پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔"

اس آیت مبارکہ میں رحمت عالمؐ کی نبوت سے پہلی حیات طیبہ کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ کی عمر کے چالیس سال اس معاشرہ میں سب کے سامنے گزرے ہیں۔ اس میں آپؐ کی صداقت و امانت' آپؐ کے اخلاق حسنہ ضرب المثل رہے ہیں۔ سب مکہ والے یہ جانتے تھے کہ آپؐ نے کسی معلم سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ پھر چالیس سال کے بعد آپؐ ایک ایسا کلام پیش کرتے ہیں جو اپنی فصاحت و بلاغت' اپنی جاذبیت و کشش سے جن و انس کو عاجز کر دیتا ہے۔ اس کے علوم و حقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جاتے ہیں۔ ایک ایسی پیاری زندگی و تہذیب کا درس دیتے ہیں کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اب جو ہستی چالیس سال تک پاک صاف زندگی بسر کرتی ہے' پھر وہ سب کی محبوب بھی ہے' کیا وہ کبھی معاذ اللہ' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں' گویا حضور اقدسؐ جو راہ دکھلاتے ہیں وہ سراسر امن و سلامتی کی راہ ہے۔ سورہ انبیاء میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۱۰۷)

"اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدسؐ کی نبوت تمام عالمین کے لئے ہے۔ آپؐ سب کے لئے رحمت ہیں۔ یہ آپؐ کی رحمت ہی ہے کہ بندوں نے اپنے رب کو جانا' ان کے دل اللہ کے نور سے منور ہوئے۔ جو پستی سے بلندی پر اور تاریکی سے نور میں آئے۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ --- بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبۃ ۱۲۸)

"اے لوگو' تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔ (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔"

سورہ احزاب میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم ہیں۔"

یہ حضور اقدسؐ کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ آپؐ خاتم النبیؐ ہیں' آپؐ کے بعد اب کسی کو نبوت و رسالت نہیں دی جائے گی' آپؐ پر یہ سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدیؐ پر ختم ہوتا ہے۔ اب اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ --- لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا (بنی اسرائیل ۱

"وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) کو رات کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (

بیت المقدس) تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکتیں نازل کی ہیں تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھائیں۔"

یہ مقدس سفر اس وقت پیش آیا جب آپؐ حضرت ام ہانیؓ کے مکان پر آرام فرما رہے تھے' وہاں جبریل امینؑ تشریف لائے اور آپؐ کو اپنے ساتھ مسجد اقصیٰ لے گئے جہاں تمام انبیاء کرامؑ نے حضور اقدسؐ کی امامت میں نماز ادا فرمائی' پھر دوبارہ براق پر سوار ہو کر سب آسمانوں سے گزر کر "سدرۃ المنتہیٰ" پر پہنچے۔ یہاں رفیق سفر حضرت جبریلؑ نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور آپؐ اپنے محبوب حقیقی کی قدرت کاملہ سے اتنے قریب ہوئے کہ آج تک کوئی اتنا قریب نہیں ہوا۔ سورہ ضحیٰ میں ارشاد ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (الضحیٰ: ۵)

"اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (دنیا و آخرت میں اس قدر نعمتیں) دے گا پھر آپ خوش ہو جائیں گے۔"

دیکھئے رب کریم کو اپنے پیارے رسولؐ کا کس قدر خیال ہے کہ وہ آپؐ کو غمگین و پریشان دیکھنا نہیں چاہتا اور آپؐ کی یہ بلند شان ہے کہ فرماتے ہیں:

"محمد راضی نہیں ہو گا جب تک اس کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے۔"

سورہ کوثر میں ارشاد ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ط فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ط إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ط

"بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے سو ان نعمتوں کے شکریہ میں آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ بیشک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔"

یہاں رحمت عالمؐ کی یہ شان بیان ہوئی ہے کہ رب کریم نے آپؐ کو خیر کثیر سے نوازا ہے۔ اس میں ہر طرح کی دینی و دنیوی' حسی و معنوی نعمتیں شامل ہیں۔ ان نعمتوں میں ایک بہت بڑی نعمت "حوض کوثر" بھی ہے' جس کے پانی سے آپؐ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔

اس کے ساتھ آپؐ سے عداوت رکھنے والوں کا یہ انجام بیان ہوا ہے کہ ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپؐ کے چاہنے والے تو آج بھی ہر طرف موجود ہیں۔ یہ سب آپؐ کی

روحانی اولاد ہیں۔ اس طرح آپؐ کی جسمانی دختری اولاد بھی ہر طرف موجود ہے۔ پھر آپؐ کا دین، آپؐ کے آثار صالحہ پوری دنیا میں چمک رہے ہیں۔ آپؐ کی یاد و محبت کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی ہے۔ دوست و دشمن سب آپؐ کے کارناموں کا صدق دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر آخرت میں آپؐ کو "مقام محمود" بھی نصیب ہوگا۔ سورہ حجر میں رب کریم کا ارشاد ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (الحجر-۷۲)

"آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔"

یہ رحمت عالمؐ کا بڑا اعزاز و اکرام ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی جان کی قسم کھا رہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان "محمدؐ کی جان" سے زیادہ اکرم و اشرف پیدا نہیں کی، میں نے اللہ کو نہیں سنا کہ اس نے محمدؐ کی جان عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔

اس کے ساتھ اس آیت مبارکہ کو بھی دیکھئے۔ ارشاد ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (البلد:۱)

"میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی۔"

یہاں جس مقدس شہر کی قسم کھائی گئی ہے وہ یہ ہے جہاں حضور اقدسؐ کی عمر مبارک کا بڑا حصہ گزرا ہے۔ اور جہاں آپؐ نے اسلام کی تبلیغ کے لئے اتنی تکالیف اٹھائی ہیں کہ کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ... وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران ۳۱)

"آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے۔"

چنانچہ جو لوگ اپنے رب سے محبت کرتے ہیں وہ ہمیشہ دل و جان سے حضور اقدسؐ کی پیروی کرتے ہیں وہ آپؐ کی ہر ادا کو اختیار کرتے ہیں۔

اب ذرا اس آیت مبارکہ کو دیکھئے:

ان اللّٰہ وملکتہ یصلون علی النبی..... وسلمو تسلیما۔

"بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر

چنانچہ جب بھی آپؐ کا نام لیا جائے آپؐ کو درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ آپؐ کے لئے رب کریم کی جناب میں عرض کیا جائے کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابد الاباد تک آپؐ پر نازل فرماتا رہے۔

حضور اقدسؐ کی امتیازی خصوصیات

رحمت عالمؐ کی شان و عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ قرآن مجید اور حدیث پاک میں آپؐ کی ایک امتیازی شان بیان ہوئی ہے۔ یہاں آپؐ کی چند خصوصیات پیش کی جاتی ہیں۔

- رب کریم نے آپؐ کو رحمتہ للعالمین بنایا ہے۔
- اور خاتم النبین کا بلند مقام عطا کیا ہے۔
- آپؐ کے ہاتھوں دین کو مکمل کیا گیا ہے۔
- آپ کو جو مقدس کتاب عطا ہوئی ہے' اس کو بے مثل بنایا گیا ہے۔
- اس کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔
- صرف حضور انورؐ کو خصوصی معراج پر بلایا گیا۔
- صرف آپؐ کے قول کو وحی فرمایا گیا ہے۔
- صرف آپؐ کو خصوصی کوثر عطا کی گئی ہے۔
- آپؐ تمام انسانوں کے لئے رحمت ہیں۔
- قیامت میں لوائے حمد آپؐ ہی کے دست مبارک میں ہو گا۔
- سب سے پہلے آپؐ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔
- قیامت میں سب انبیاءؑ آپؐ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔
- جنت میں آپؐ کو سب سے اعلیٰ مقام عطا ہو گا۔
- صرف آپؐ کے نام مبارک کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ بلند فرمایا ہے۔
- آپؐ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپؐ کے بیس امتی دو سو پر غالب ہوئے اور ایک سو امتی ایک ہزار پر غالب ہوئے۔ اور اب مسلمانوں کی کمزوری کے باوجود ان کو اپنے سے دوگنے پر غالب

ہونے کی بشارت ہے۔

○ حضور اقدس ؐ کی پیروی ہی ہر مسلمان کو محبوبیت کے درجہ تک پہنچادیتی ہے۔

○ آپ ؐ کی حیات طیبہ کامل و مکمل ہے اور ایسی بے داغ ہے کہ کسی موقع پر اور کسی زمانے میں اسے بلا تکلف پیش کیا جاسکتا ہے۔ آپ ؐ فرماتے ہیں:

"جو مجھے خلوت میں کرتے دیکھو اس کو جلوت میں برملا بیان کرو، جو حجرہ میں کہتے سنو اس کو چھتوں پر چڑھ کر پکارو۔"

○ آپ ؐ کو جوامع الکلم کی خصوصیت سے نوازا گیا۔

○ حضور اقدس ؐ کی پیروی سے ہر خیر و فلاح کے دروازے کھل سکتے ہیں۔

○ آپ ؐ ہی قیامت میں ہر امت کے گواہ اور نگہبان بنائے جائیں گے۔

○ جب حضور اقدس ؐ مقام محمود میں کھڑے ہوں گے تو سب اولین و آخرین آپ ؐ کی حمد کریں گے۔ آپ ؐ ہی سب کی شفاعت فرمائیں گے۔

○ حضور اقدس ؐ کی ایک بہت نمایاں خصوصیت تکمیل مکارم اخلاق ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے:

" میں بزرگ ترین اخلاق اور نیکو ترین اعمال کی تکمیل کے لئے نبی بنایا گیا ہوں۔"

حضور اقدس ؐ "سراج منیر" ہیں اور آپ ؐ کے صحابہ ؓ نجوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ؐ کے صحابہ ؓ کامل ہدایت کے اہل قرار دیئے گئے اور پوری کائنات میں کبھی ایسی جماعت تیار نہیں ہو سکی۔ یہ حضور اقدس ؐ کا بہت نمایاں وصف ہے۔

○ آپ ؐ کے لئے اور آپ ؐ کی امت کے لئے پوری زمین کو پاک اور مسجد بنادیا گیا ہے کہ جہاں چاہیں نماز ادا کریں اور تیمم کریں۔

○ صرف حضور اقدس ؐ کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ پیار کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ اس نے کبھی آپ ؐ کو یا محمد کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ یا مزمل (اے کملی والے)، یا مدثر (اے لحاف والے) جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ اور خود اپنے تو صیفی ناموں میں آپ ؐ کو شریک کیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے اور حضور اقدس ؐ کو بھی رؤف رحیم کہا ہے۔

یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں ورنہ آپ ؐ کی حیات طیبہ کا ہر واقعہ ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔

اور جامیؒ نے یہ کہہ کر ہرگز مبالغہ نہیں کیا کہ..... .

"ہمہ قرآن در شان محمد۔"

کیا عجب شان ہے

کسی موقع پر حضرت علیؓ نے حضور اقدسؐ کی سنت کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپؐ نے فرمایا:

- میری اصل پونجی معرفت ہے۔ ○ عقل سلیم میرے دین کی اصل ہے۔
- محبت میری بنیاد ہے۔ ○ شوق میری سواری ہے۔
- اللہ کا ذکر میرا انیس و مونس ہے۔ ○ اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے۔
- (لوگوں کی فلاح کے لئے) درد دل میرا ساتھی ہے۔ ○ علم میرا ہتھیار ہے۔
- صبر میری چادر ہے۔ ○ رضائے الٰہی میری غنیمت ہے۔
- عاجزی میرا سرمایہ فخر ہے۔ ○ زہد میرا پیشہ ہے۔
- یقین میری روزی ہے۔ ○ صداقت میری شفیع یعنی ساتھی ہے۔
- اللہ کی اطاعت میری عزت ہے۔ ○ راہ حق میں انتہائی سعی و جہد میری فطری خصلت ہے۔
- اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

یہ سب خصائل جمیلہ اور شمائل حسنہ رب کریم نے اپنے محبوبؐ کی ذات بابرکات میں بدرجہ کمال جمع کر دیئے تھے۔ پھر یہ بھی کمال ہے کہ حضور اقدسؐ کی ایک ایک خصوصیت' ایک ایک بات' ایک ایک عمل اور ایک ایک ادا اس طرح محفوظ ہیں کہ گویا آپؐ ہر وقت ہمارے سامنے ہیں۔

رب کریم کے حضور

نماز وہ عبادت ہے جس میں ایک عجب کشش و لذت ہے' یہی وجہ ہے کہ رحمت عالمؐ فرماتے ہیں "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔" اور اسی راحت و لذت کے لئے حضور اقدسؐ رات کا اکثر حصہ نماز ہی میں گزار دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور اقدسؐ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرما دی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کی تکرار فرماتے رہے۔

یہ سورہ مائدہ کی آیت مبارکہ ہے "اے اللہ اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں یعنی ہر طرح سے تیری ملک ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمادے اور سب کو معاف کردے تو یہ تیری شان سے بعید نہیں تو بڑی قدرت والا ہے' بڑی حکمت والا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ اس درجہ نوافل پڑھتے تھے کہ پاؤں مبارک پر ورم ہو جاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ آپؐ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے پھر اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔" (حوالہ آیت)

وصال کے وقت

حضرت سالمؒ بن عبید صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کو مرض الوفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب افاقہ ہوتا تو زبان سے یہ نکلتا کہ نماز کا وقت ہو گیا یا نہیں اور نماز کا وقت ہو جانے کا حال معلوم ہونے پر چونکہ مسجد تک تشریف لے جانے کی طاقت نہ تھی اس لئے ارشاد ہوتا کہ بلال سے کہو کہ نماز کی تیاری کریں اور صدیق اکبرؓ نماز پڑھائیں۔ متعدد مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ (شمائل ترمذی)

دوران مرض ایک مرتبہ حضور اکرمؐ کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا دیکھو کوئی سہارا دے کر مسجد تک لے جانے والا ہے۔ اس پر دو شخصوں نے آپؐ کا ہاتھ مبارک پکڑا اور آپؐ ان کے سہارے مسجد تک تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضور اکرمؐ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے اشارہ سے منع فرمادیا اور صدیق اکبرؓ نے نماز پوری فرمائی۔ (شمائل ترمذی)

ایک حدیث پاک میں یہ ہے کہ حضور اقدسؐ جب نماز پڑھتے تھے تو آپؐ کے سینہ مبارک سے رونے کی ایسی مسلسل آواز آتی تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسے ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔

رحمت عالمؐ کو رب کریم سے اس قدر محبت تھی کہ حضرت عائشہؓ کہ جن سے آپؐ کو بے حد محبت تھی' فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ ہمارے ساتھ باتوں میں مشغول ہوتے تھے کہ اذان ہوتی تو آپؐ

اس طرح اٹھ کر چلے جاتے تھے کہ گویا ہم کو جانتے ہی نہیں ہیں۔

عبدیت کاملہ ہی حضور اکرمؐ کا کمال تھا

رحمت عالمؐ کی حیات طیبہ سے یہ واضح ہے کہ آپؐ نے اپنے لئے کبھی کوئی امتیازی حیثیت پسند نہیں فرمائی۔

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ ایک شاہی عبا لے کر آئے، چونکہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں عرب کے مختلف حصوں سے وفود حاضر ہوا کرتے تھے اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ" آپؐ اسے خرید لیں تاکہ جب دوسرے شہروں یا ملکوں سے وفود آپؐ کی خدمت میں آئیں تو آپؐ اس کو پہنیں یا جمعہ کے دن پہنیں۔

اس وقت حضرت عمرؓ کی نظر اسلام کے لئے ظاہری جاہ و جلال پر گئی جس کے شاہان وقت عادی تھے۔ لیکن حضور اقدسؐ نے فوراً اس پردہ کو چاک کر دیا، ارشاد فرمایا "جو شخص اس کو پہنتا ہے، آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔"

اسی طرح حضور اقدسؐ جب مجلس میں تشریف رکھتے تو اس وقت بھی آپؐ اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ باہر سے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں محمدؐ کون ہیں؟ اس وقت صحابہ کرامؓ اشارہ سے بتاتے۔ صحابہ کرامؓ نے بہت چاہا کہ کم از کم ایک چبوترہ ہی بنا دیا جائے جس پر آپؐ جلوہ افروز ہوں، مگر اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

ایک مرتبہ کسی نے آپؐ کو سیدنا کہا تو فرمایا "یہ تو اللہ کے لئے ہے۔" آپؐ کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ لوگ آپؐ کو دوسروں نبیوں اور رسولوں پر فضیلت دیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان پر اس قدر رعب نبوت طاری ہوا کہ جسم کانپنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا:

"ڈرو نہیں، میں تو اسی عورت کا لڑکا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

سارا اثاث البیت یہ تھا

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حضور اقدسؐ کے حجرہ میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپؐ ایک چمڑے کے تکئے

سے، جس میں کھجور کے پتے اور چھال بھری ہوئی تھی، ٹیک لگائے ایک کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں، حجرہ میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی لیکن تین سوکھے چمڑے کے سوا کوئی دوسرا سامان نظر نہ آیا۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے تھے، یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ اس پر حضور اقدسؐ نے سبب دریافت فرمایا تو عرض کیا "اے اللہ کے نبیؐ" میں کیوں نہ روؤں، جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ چٹائی کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے ہیں اور آپؐ کا سارا اثاث البیت میرے سامنے ہے۔"

ادھر قیصر و کسریٰ ہیں جو عیش و آرام کے مزے لوٹ رہے ہیں، اور حضور اللہ کے رسولؐ ہیں اور ان سے بے نیاز ہیں۔ ارشاد فرمایا:

"اے ابن خطاب، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہم آخرت لیں اور وہ دنیا۔"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا "ہاں بیشک، یا رسول اللہؐ۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ شام سے واپس آئے تو حضور اقدسؐ کو سجدہ کیا، اس پر آپؐ نے حیرت سے فرمایا "معاذ یہ کیا؟" عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ" میں نے رومیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیشواؤں اور افسروں کو سجدہ کرتے ہیں تو دل چاہا کہ میں بھی حضورؐ کو سجدہ کروں۔" ارشاد ہوا:

" اللہ کے سوا کسی اور کو اگر میں سجدہ کرنے کو کہتا تو بیویوں کو کہتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔" (ابن ماجہ۔ کتاب النکاح)

عاجزی کے ساتھ کھانا پینا، چلنا پھرنا

رحمت عالمؐ فرماتے ہیں "میں کھانا اس طرح کھاتا ہوں جیسے کوئی غلام کھاتا ہے۔"

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدسؐ اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور اکرمؐ کو کھانا کھاتے دیکھا تو کانپ اٹھا کہ آپؐ تواضع کی کس حیثیت سے بیٹھے ہیں۔

آپؐ کے چلنے پھرنے کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی آگے نہیں چلتے تھے بلکہ کچھ صحابہ کرامؓ آگے ہوتے تھے اور کچھ برابر ہوتے تھے اور کچھ پیچھے ہوتے تھے۔ اور یہ بھی کسی خاص نظم و ترتیب سے نہ تھا جیسے آج کل بڑے لوگوں کی عادت ہے بلکہ جس طرح بے تکلف احباب ملے جلے چلتے ہیں کہ کبھی

کوئی آگے ہو گیا اور کبھی کوئی اور آگے ہو گیا۔

حضور اقدسؐ کے لباس کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ایک کپڑے میں کئی کئی پیوند لگے رہتے تھے۔

حضور اقدسؐ کی گریہ وزاری

رحمت عالمؐ کی گریہ وزاری اکثر میت پر شفقت و رحمت یا امت کی فکر غم یا اللہ تعالیٰ کے خوف یا اس کے اشتیاق سے ہوتی تھی۔

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپؐ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے مجھ سے فرمایا "قرآن سناؤ۔" میں نے عرض کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپؐ ہی کو سناؤں۔ آپؐ نے فرمایا "میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں" میں نے حکم کی تعمیل میں سنانا شروع کیا اور سورہ نساء پڑھنا شروع کی۔ میں جب اس آیت پر پہنچا: فکیف اذا جئنا من کل امة شهید وجئنا بک علی هولاء شهیدا۔ تو میں نے حضور اقدسؐ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا کہ دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔ یہ رونا شاید امت کے گنہگاروں کے حال پر شفقت کی وجہ سے تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ نے عثمان بن مظعونؓ کی پیشانی کو ان کی وفات کے بعد بوسہ دیا' اس وقت آپؐ کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ یہ آپؐ کے رضاعی بھائی تھے' بڑے عابد زاہد تھے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے ان ہی کی وفات ہوئی ہے۔

ساری رات گریہ وزاری میں گزر گئی

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ حضور اقدسؐ کی کوئی عجیب ترین بات سنائیں۔ فرمایا کہ حضور اقدسؐ کی کونسی بات ایسی تھی جو عجیب ترین نہ تھی۔ پھر فرمایا ایک رات کا قصہ ہے کہ سونے کے لئے مکان پر تشریف لائے اور میرے پاس میرے لحاف میں لیٹ گئے' لیٹتے ہی تھوڑی دیر میں فرمایا "چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔" یہ فرما کر کھڑے

. ہوگئے' وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور رونا شروع کردیا یہاں تک کہ سینہ مبارک تک آنسو بہہ کر آنے لگے۔ اس کے بعد رکوع کیا' اس میں بھی روتے رہے' پھر سجدہ کیا' اس میں بھی روتے رہے' پھر سجدہ سے اٹھے اور روتے رہے۔ غرض صبح تک یہی کیفیت رہی حتیٰ کہ بلال صبح کی نماز کے لئے بلانے آگئے۔ میں نے عرض کیا' حضورؐ آپ اس قدر کیوں روئے' اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

پھر ارشاد فرمایا "میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ہیں۔" اس کے بعد آپؐ نے "ان فی خلق السموات" سورہ آل عمران کے آخر رکوع کی آیت تلاوت فرمائی۔

خوف الٰہی و فکر آخرت

رحمت عالمؐ کی یہ شان ہے کہ اگرچہ رب کریم نے آپؐ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود آپؐ اپنے مولا سے بہت ڈرتے تھے۔ ہر گھڑی اس کی جناب میں رجوع رہتے تھے۔

اس خوف و غم کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ابر' آندھی وغیرہ ہوتی تو حضور اقدسؐ کے چہرہ پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے' کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے تھے:

"الٰہی' اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو (یعنی بارش وغیرہ ہے) اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض کے لئے یہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور میں اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو اس میں ہو اس سے پناہ چاہتا ہوں اور جس غرض کے لئے یہ بھیجی گئی ہے اس سے پناہ چاہتا ہوں۔"

پھر جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ" سب لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے مگر آپؐ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے۔ اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "عائشہ' مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ بادل دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس بادل میں ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا۔"

سورج گرہن کے وقت

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو صحابہ کرامؓ کو فکر ہوئی کہ اس وقت آپؐ کیا کریں گے۔ چنانچہ جو اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے۔ نو عمر لڑکے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے ان کو چھوڑ کر بھاگے ہوئے آئے۔ اس وقت نبی اکرمؐ نے دو رکعت کسوف کی پڑھی، جو اتنی لمبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں آپؐ روتے تھے اور فرماتے تھے: "اے رب، کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں۔"

پھر حضور اقدسؐ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ "جب کبھی ایسا موقع ہو اور سورج یا چاند گرہن ہو جائے تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں وہ اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو۔ جب کبھی ایسی حالت پیش آئے تو نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔"

فکر آخرت کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں "میں عیش و آرام اور بے فکری کی زندگی کیسے گزار سکتا ہوں جبکہ حال یہ ہے کہ اسرافیل منہ میں صور لئے کان لگائے، سر جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔" (ترمذی)

آخری ایام میں

حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا "میرا ہاتھ پکڑ لے۔" میں نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا (پھر) آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا "لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو۔" میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا۔

پھر حضور اقدسؐ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آگیا ہے اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے، بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی حملہ کیا ہو وہ میری آبرو سے بدلہ لے لے۔ جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے (بدلہ لینے سے) رسول اللہؐ کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے نہ

میرے لئے موزوں ہے۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے وہ شخص بہت محبوب ہے جو اپنا حق مجھ سے وصول کرلے یا معاف کردے کہ میں اللہ جل شانہ' کے یہاں بشاشت نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں نے اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہنے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا۔ پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔"

اس کے بعد آپؐ منبر سے اتر آئے۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے بارے میں بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

"جس کے ذمہ کوئی حق ہو وہ بھی ادا کردے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔"

اس پر ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا میرے تین درہم آپؐ کے ذمہ ہیں۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں اور نہ اس کو قسم دیتا ہوں لیکن پوچھتا ہوں کہ کیسے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا' ایک دن ایک سائل آپؐ کے پاس آیا تھا تو آپؐ نے مجھ سے فرمادیا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو۔ اس پر حضور اقدسؐ نے حضرت فضلؓ سے فرمایا اس کے تین درہم ادا کردو۔

اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے۔ انہوں نے عرض کیا' میرے ذمہ تین درہم بیت المال کے ہیں۔ میں نے خیانت سے لے لئے تھے۔ حضور اقدسؐ نے دریافت فرمایا کہ کیوں خیانت کی تھی۔ عرض کیا میں اس وقت بہت محتاج تھا۔ اس پر حضور اقدسؐ نے حضرت فضلؓ سے فرمایا "ان سے وصول کرلو۔" (ایک طویل حدیث پاک۔ شمائل ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ جب فکرمند ہوتے تو آسمان کی طرف سر اٹھا اٹھا کر فرماتے:

سبحان اللّٰہ العظیم

اور جب زیادہ گریہ وزاری اور دعا کا انہماک بڑھ جاتا تو فرماتے:

یا حیّ یا قیّوم (ترمذی شریف)

رحمت عالمؐ روتے تو رونے میں آواز نہ ہوتی' ٹھنڈا سانس لیتے' آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور سینے سے ایسی آواز آتی جیسے کوئی ہانڈی ابل رہی ہو یا چکی چل رہی ہو۔ آپؐ خود اپنے غم کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:

"آنکھ آنسو بہاتی ہے' دل غمگین ہوتا ہے اور ہم زبان سے وہی کلمہ نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہوتا ہے۔"

حضور اقدسؐ کے معجزات

رب کریم کی یہ شان و عظمت ہے کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو جہاں دین و شریعت عطا فرما کر لوگوں کی اصلاح کے لئے پسند کرتا ہے وہاں وہ انہیں کچھ معجزات بھی دیتا ہے۔ یہ معجزات جو ظاہر تو ہوتے ہیں نبی و رسول کے ہاتھ سے مگر یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس پر کسی انسان کی طاقت و قدرت نہیں ہے۔ اس لئے ان معجزات کو دیکھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور جن کے ہاتھ سے یہ ظاہر ہو رہے ہیں وہ اللہ کے نبی و رسول ہیں۔ اس طرح معجزہ نبوت و رسالت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اب ہم یہاں رحمت عالمؐ کے وہ معجزات بیان کرتے ہیں جو مشہور و معروف ہیں اور صحیح و معتبر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

جب قریش نے حضور اقدسؐ سے آپؐ کی نبوت کی علامت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت طلحہؓ کے مکان میں اور غزوۂ خندق میں تھوڑا سا کھانا آپؐ کی برکت سے ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

ایک مرتبہ دو سیر سے کم آٹے اور ایک بکری کے بچہ سے آٹھ سو صحابہؓ کو پیٹ بھر کر کھلا دیا۔

آپؐ کی مبارک انگلی کے درمیان سے پانی بہنے لگا جس سے پیاسے لشکر نے پیٹ بھر کر پانی پیا اور سب نے وضو کر لیا۔ (بخاری۔ مسلم)

تبوک کا چشمہ خشک ہو گیا تھا' آپؐ نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی اس میں ڈال دیا تو یہ چشمہ پانی سے ابلنے لگا۔ اسی طرح حدیبہ کے خشک کنویں میں اپنے وضو سے بچا ہوا پانی ڈال دیا تو کنواں پانی سے ابلنے لگا۔ یہاں تک کہ تبوک کے چشمہ کے پانی سے ہزاروں آدمی اور حدیبہ کے کنویں سے ڈیڑھ ہزار آدمی سیراب ہو گئے۔ (بخاری۔ مسلم)

کافروں کے ایک لشکر پر آپؐ نے ایک مٹھی بھر کر مٹی پھینک دی تو سب کی آنکھیں اندھی

ہو گئیں۔(مسلم)

حضور اقدسؐ منبر بننے سے پہلے مسجد نبویؐ میں ایک خشک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ پھر جب منبر بن گیا تو آپؐ خطبہ کے لئے اس پر تشریف فرما ہوئے تو اس خشک تنے سے رونے کی آواز آئی جو سب صحابہ کرامؓ سنتے رہے۔ چنانچہ حضور اقدسؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس کو سینہ مبارک سے لگایا تب یہ تنا خاموش ہوا۔

ہجرت کے وقت تقریباً سو قریشی جوان حضور اقدسؐ کے مکان کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ اس حال میں آپؐ باہر تشریف لائے اور سب کے سروں پر مٹی ڈالی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ کسی نے آپؐ کو دیکھا نہیں اور آپؐ ان کے درمیان سے محفوظ نکل آئے۔

حضور اقدسؐ کو ایک یہودیہ نے گوشت میں زہر ملا کر دیا تو آپؐ نے پہلا ہی لقمہ اٹھایا تھا کہ فرمایا:

"یہ گوشت نہ کھاؤ کیونکہ اس گوشت نے مجھ سے کہا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔"

پھر جب یہودیہ سے پوچھا گیا تو اس نے اپنی فاسد نیت کا اقرار کیا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تجھے اس پر قابو نہ دیتا۔

جب آپؐ کے سامنے کھانا رکھا جاتا تو وہ تسبیح پڑھتا اور صحابہ کرامؓ اپنے کانوں سے سنتے تھے۔

ایک موقع پر لشکر میں توشہ کم رہ گیا۔ اس وقت آپؐ نے جو کچھ باقی تھا اس کو جمع کیا تو وہ بھی بہت تھوڑا تھا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ پھر سارے لشکر کو حکم دیا کہ اپنے اپنے برتن اس سے بھر لو چنانچہ سارے برتنوں میں سے ایک بھی خالی نہ رہا' سب بھر گئے۔

ایک رات حضور اقدسؐ حضرت ام ہانیؓ کے مکان پر آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریلؑ امین تشریف لائے اور آپؐ کو پہلے مسجد اقصیٰ لے گئے پھر سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ یہاں انہوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور آپؐ اپنے محبوب حقیقی کی قدرت کاملہ سے اس کے اتنے قریب ہوئے کہ آج تک کوئی نہ ہوا ہے اور نہ کبھی ہو گا۔ یہ مبارک سفر اس قدر جلد طے ہوا ہے کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن یہ زمان و مکان' ارض و سما کے مالک کے لئے کیا مشکل ہے؟

اس کے علاوہ حضور اقدسؐ کا سب سے بڑا معجزہ تو قرآن مجید ہے۔ یہ علمی معجزہ ہے اور علم کی یہ شان ہے کہ عالم کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ چنانچہ رحمت عالمؐ کا یہ معجزہ آج

بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا اور چونکہ معجزہ نبوت کی ایک دلیل ہے اس اعتبار سے آج جس نبوت و رسالت کی دلیل موجود ہے تو وہ نبوت و رسالت بھی موجود ہے اور یہ مقدس کتاب' یہ نبوت و رسالت کی دلیل قیامت تک باقی رہے گی اس لئے رحمت عالمؐ کی نبوت و رسالت بھی قیامت تک باقی رہے گی۔

عظمت کے نشان

رحمت عالمؐ شب معراج میں سیر و سلوک کے بعد واپس تشریف لے آئے تو دوسرے روز قریش کے کچھ لوگوں نے آپؐ سے بیت المقدس کے بارے میں کچھ سوالات کئے' اس وقت ایک جگہ جب آپؐ کو کچھ شبہ ہوا تو اسی وقت مسجد اقصیٰ سامنے آموجود ہوئی جس کو دیکھ کر آپؐ نے ان کو مطمئن کردیا۔ اس موقع پر ان لوگوں نے آپؐ کو اس طرح بھی آزمایا کہ کہنے لگے کہ ہمارا ایک قافلہ گم ہوا تھا وہ کب آئے گا اور وہ آپؐ کو کہاں ملا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' میں نے اس کو مقام "روحاء" میں دیکھا ہے' ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ پریشان تھے اور اسی جگہ ایک پیالہ رکھا تھا' میں پیاسا تھا' میں نے اس میں سے پانی پیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے پوچھا اور ہمارا فلاں قافلہ کہاں ملا؟ آپؐ نے فرمایا' تنعیم میں' اس کے اونٹ ایسے ہیں اور فلاں فلاں آدمی ہیں اور وہ کل صبح صادق تک آئیں گے۔ اس کے بعد قریش یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ "خدا کی قسم' محمدؐ نے سچ فرمایا ہے۔"

پھر دوسرے روز صبح صادق ہوتے ہی قریش ثنیۃ الوداع پر پہنچے۔ اب ادھر صبح صادق ہو رہی تھی اور ادھر قافلہ سامنے سے آرہا تھا اور اس کے آگے آگے وہی اونٹ تھے جن کو آپؐ نے بتلایا تھا۔ پھر قافلہ والوں نے آکر کہا' "سچ فرمایا' ہمارے سامنے ایک بجلی سی کوندی تھی کہ جس سے کمان گر پڑی تھی وہ اٹھا کہ ہم کو دی۔"

واقعہ شق صدر

حضور اقدسؐ' حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے شوہر یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کچھ یوں فرماتے ہیں: "میں اپنے بھائیوں کے درمیان بیٹھا تھا کہ دو آدمی آئے' اور دوسری روایت کے مطابق تین آدمی سفید لباس پہنے ہوئے آئے' ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا طشت تھا' وہ مجھے اٹھا کر پہاڑ پر لائے۔ نہایت نرمی سے پیش آئے اور میرا سینہ ناف تک چاک کردیا کہ مجھے کچھ بھی درد نہ ہوا اور پھر میرے پیٹ میں سے آنتوں کو نکال کر برف کے پانی سے دھویا پھر وہیں رکھ دیا اور پھر میرے دل کو نکالا اور اس کو دھویا اور اس میں جو سیاہ داغ تھا اس کو دور کیا اور عرض کیا:

"اے اللہ کے دوست یہ آپ کے اندر شیطان کا حصہ تھا۔" (احمد اور مسلم)

اور اس کے بعد دل کو ویسے ہی رکھ دیا اور نور کی ایک مہر لگادی گئی' اس کی خوشی' میں رگ و پے میں محسوس کرتا ہوں۔" (شرح مواہب)

ہجرت کے دوران

غار ثور میں تین رات قیام کرنے کے بعد حضور اقدسؐ اور صدیق اکبرؓ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں مقام "قدید" پر ایک خیمہ کے دروازے پر ام معبد کو دیکھا۔ یہ ضعیف خاتون مسافروں کی میزبانی کیا کرتی تھیں۔ آپؐ ان کے پاس گئے اور ان سے دودھ طلب فرمایا۔ کہنے لگیں کہ قحط سالی کی وجہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔ اس وقت حضور اقدسؐ نے خیمہ میں ایک طرف ایک کمزور بکری کو دیکھ کر فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ بھوک اور کمزوری کی وجہ سے چل بھی نہیں سکتی' اس کے دودھ نہیں ہے۔ اس پر آپؐ نے ان سے دودھ دوہنے کی اجازت چاہی اور انہوں نے خوشی سے قبول کیا۔

اس کے بعد حضور اقدسؐ نے اللہ کا نام لے کر اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو وہ دودھ سے بھرے ہوئے تھے' پھر آپؐ نے دودھ دوھنا شروع فرمایا جب برتن بھر گیا تو پہلے اہل خیمہ کو پلایا اور پھر دودھ دوھ کر خود پیا اور برتن بھر کر رکھ دیا پھر یہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ آپؐ کے چلے جانے کے تھوڑی دیر بعد ابو معبد آئے تو برتنوں میں دودھ بھرا دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ دریافت کرنے پر ام معبد نے کہا: "ایک نہایت مبارک مرد یہاں آئے تھے' ان کی باتیں میٹھی' روئے دلکش' زبان فصیح' بیان ملیح تھا۔" پھر انہوں نے حضور اقدسؐ کے اوصاف و کمالات بیان کئے تو ابو معبد نے کہا "واللہ وہ جوان قریشی ہے۔"

وقت آگیا ہے کہ.....

غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اپنی کتاب "سیاسی وثقہ جات" میں ابو سفیان کا ایک خط اور حضور اقدسؐ کا جو جواب پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

"من جانب ابو سفیان بن حرب بخدمت محمد بن عبداللہ باسمک اللھم

اپنے بتوں لات' عزیٰ' منات' نائلہ اور ہبل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے ہمراہ وہ بے کراں لشکر لیکر آرہا ہوں جو مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتا ہے۔

میں نے آپ کے حوصلے دیکھ لئے۔ مقابلہ کی تاب نہ لا کر شہر کے ارد گرد خندق کھدوائی۔ آپ تو یہ طریقہ جانتے نہ تھے۔

اگر اس مرتبہ ہم مدینہ سے ناکام واپس لوٹے تو جس طرح احد میں ہم نے آپ کو پامال کیا تھا اور آپ کے لشکریوں کی گرفت سے ہم اپنی عورتوں کو بچالائے کسی وقت احد کی مانند پھر آپ کو نرغہ میں لے کر پیس دیں گے۔"

رسول اقدسؐ کے پاس یہ خط پہنچا تو آپؐ نے ابی بن کعبؓ کو اپنے خیمے میں لے جا کر ان سے سنا اور یہ جواب لکھوایا:

"من جانب محمدؐ رسول اللہ بنام ابو سفیان بن حرب واضح ہو تمہارا خط ملا۔ میں جانتا ہوں کہ تم سدا سے اللہ تعالیٰ کے خلاف غرور میں مبتلا ہو۔

یہ جو تم نے مدینہ پر ایسا حملہ کرنے کا ذکر کیا ہے جس میں تمہارے ہمراہ لشکر جرار ہو گا اور کہتے ہو کہ تمہاری فوج مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے گی تو یہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم لوگوں سے لات و عزیٰ کا نام لینے کی طاقت سلب کر سکتا ہے۔

اور یہ جو تم نے لکھا ہے کہ مجھے خندق کھودنے کا طریقہ یاد نہ تھا تو یہ طریقہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت القا فرمایا جب تمہارا اور تمہارے ہمراہیوں کا غیظ و غضب یہاں تک آپہنچا کہ تم لوگ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تل گئے۔

سنو! تمہاری خام امیدوں کا پورا ہونا تو کجا' وقت آگیا ہے کہ لات و عزیٰ و منات اور نائلہ ایک ایک کے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔"

اس غزوہ میں رسول اکرمؐ خود بھی مجاہدوں کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک تھے۔ آپؐ اپنے دامن میں مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے یہاں تک کہ مٹی نے شکم اطہر کی جلد ڈھانک دی تھی۔ اس وقت بھوکے پیاسے مجاہدوں کو محنت و لگن سے کام کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

"لاعیش الاعیش الاخرۃ۔ اللھم ارحم الانصار و المھاجر○

"زندگی تو صرف آخرت ہی کی زندگی ہے' الٰہی انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔"

اس وقت بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

زہد و قناعت

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں:

"عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام' میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے' وہ اس چال پر چلے اور اللہ کے سامنے گئے' اللہ نے انہیں اپنے کرم سے نوازا اور انہیں پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی پسند کرتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ کل ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو' مجھے تو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے جاملوں۔"

ہجرت کے موقع پر

ہجرت کے وقت رحمت عالمؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "آج کی رات تم میری جگہ میری سبز چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ اور اپنا دل قوی رکھنا وہ تمہارا کچھ نہ کر سکیں گے۔" پھر آپؐ نے تمام امانتیں جو آپؐ کے پاس تھیں وہ حضرت علیؓ کے سپرد کیں تاکہ صبح ان کے مالکوں کو لوٹا دیں۔ بندوں کے یہ امین پیغام حق اور اقدار انسانی کے بھی سب سے بڑے امین ہیں۔

جب رات زیادہ بھیگ گئی تو حضور اقدسؐ سورہ یٰس پڑھتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور ایک مٹھی خاک اٹھا کر کافروں کے سروں پر ڈال دی جس سے ان کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور آپؐ ان کے درمیان سے نکل گئے۔

حیات طیبہ کے آخری ایام میں

اس وقت حضور اقدسؐ کا یہ عالم تھا کہ اکثر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ اس حال میں ایک بار ہوش آیا تو حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا کہ ان دیناروں کا کیا ہوا؟ یہ وہ تھے کہ کہیں سے آپؐ کے پاس کچھ سرخ دینار آئے تھے جن کو آپؐ نے صدقہ کر دیا تھا مگر چھ سات یا آٹھ حضرت عائشہؓ کے پاس باقی تھے۔ اب جب حضور اقدسؐ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا'

میرے پاس باقی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "صدقہ کردو" اور پھر بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو پھر دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ موجود ہیں (وجہ یہ تھی کہ تیمارداری کی مشغولیت سے حضرت عائشہؓ صدقہ نہ کر سکیں تھیں)۔ اس پر آپؐ نے حضرت علیؓ کے سپرد فرمایا کہ ان کو صدقہ کردو' اور فرمایا:

"کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس حال میں جائیں کہ ان کے پاس یہ سب کچھ ہو۔"

نماز اور غلاموں سے حسن سلوک کی تاکید فرمانا

رحمت عالمؐ کو نماز اور غلاموں سے اس قدر محبت تھی کہ آخری لمحات میں بھی اپنی امت کو یہ تاکید فرماتے ہیں: "نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔"

"اللہ اللہ تمہارے غلام' ان کو کپڑا پہناؤ' پیٹ بھر کھانا دو اور ان سے نرم بات کرو۔"

وصال سے پہلے

وصال سے ایک دن قبل اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرمادیا' ان کی تعداد چالیس بتائی جاتی ہے۔ کچھ دینار نقد موجود تھے انہیں صدقہ فرمانے کا حکم دیا۔ اپنے تمام اسلحہ جات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔

اللہ کے پیارے رسولؐ کی آخری شب بھی اس حال میں گزری کہ گھر کے چراغ میں تیل تک نہ تھا جو پڑوسن سے عاریتاً منگوایا گیا۔ وصال کے وقت زبان مبارک پر یہ دعا تھی' اللھم فی الرفیق الاعلیٰ۔ "اے اللہ' بلند مرتبہ رفیقوں میں رکھنا۔"

اس کے ساتھ ہی روح مبارک عالم بالا کو پرواز کرگئی' دست مبارک نیچے گر گئے اور ہر طرف خوشبو کی ایک مہک پھیل گئی۔ اس وقت آپؐ ایک موٹا تہبند باندھے ہوئے تھے اور ایک موٹی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

شک و شبہ کے محل سے بھی بچنا

حضور اقدسؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ کی مبارک زندگی ہر شک و شبہ سے پاک ہے۔ آپؐ نے کبھی کسی کو شبہ کا موقع تک نہیں دیا۔

ایک مرتبہ آپؐ مسجد نبویؐ میں معتکف تھے کہ ازواج مطہراتؓ میں سے حضرت صفیہؓ تشریف

لائیں۔ جب وہ واپس جانے لگیں تو حضور اقدسؐ ان کے ساتھ لب مسجد تک تشریف لائے کہ سامنے سے دو شخص آئے تو آپؐ نے فرمایا "ذرا ٹھہرو۔" اور پھر فرمایا "یہ صفیہ ہیں۔"

اس پر انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" توبہ توبہ کیا ہم حضورؐ کی نسبت کچھ گمان کر سکتے تھے۔"

ارشاد فرمایا "شیطان ابن آدم کے رگ و ریشہ میں بجائے خون کے دوڑتا ہے' مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔"

احترام رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت عالمؐ جس بلند مقام پر فائز ہیں اس کا یہ تقاضا ہے کہ آپؐ کا سب سے زیادہ ادب و احترام کیا جائے۔ پھر عشق و محبت کا بھی تقاضا ہے کہ محبوب کا خوب ادب و احترام ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو نام دل کو محبوب ہو وہ زبان پر گزرے اور محبت و احترام سے خالی ہو۔

ایک جلیل القدر محدثؒ سے کسی نے پوچھا آپ کو علم حدیث سے اس درجہ شوق کیوں ہے؟ فرمایا "اس لئے کہ اس میں بار بار " قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "کا جملہ آتا ہے اور اس طرح اس مبارک نام کے ذکر اور ان پر درود صلوٰۃ عرض کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

یہ پیش نظر رہے کہ حضور اقدسؐ کی تعظیم و احترام کرنے کی تاکید قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ایک مرتبہ بنی تمیم کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا' اس وقت حضور اقدسؐ اپنے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ اب ان نادانوں نے دروازے سے آپؐ کا نام لے لے کر پکارنا شروع کر دیا "یا محمدؐ اخرج الینا۔" اس وقت اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ فعل اس قدر ناگوار گزرا کہ ارشاد ہوا.....

ان الذین ینا دونک..... لھم۔ (حجرات:۴-۵)

"اے نبیؐ" جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثر ایسے ہیں جن کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔"

اس کے ساتھ اس آیت مبارکہ سے پہلے بھی حضور اقدسؐ کا ادب و احترام کرنے کی اس طرح تاکید ہوئی ہے.....

یا یھا الذین امنو لاتر فعوا صواتکم..... لاتشعرون۔ (حجرات)

"اے ایمان والو' تم اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو' کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ رب کریم کو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی اس کے محبوبؐ سے اونچی آواز سے بات کرے۔ پھر قرآن مجید سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے خود آپؐ کے اس امتیاز تعظیمی کی شان کا نمونہ ہر جگہ قائم رکھا ہے۔ اس نے اپنے مقدس کلام میں اپنے نبیوں اور رسولوں کا نام لے کر پکارا ہے جیسے "یا داؤد' یا ذکریا۔" لیکن قرآن مجید میں ایک جگہ بھی آپؐ کو نام لے کر مخاطب نہیں کیا' بلکہ جہاں کہیں پکارا ہے تو صدائے تعظیم و تکریم سے پکارا ہے۔ مثلاً:

یا یھا الرسول' یا یھا المزمل' یا یھا المدثر

محبت اور ایمان

یہ جان لیں کہ اعتقاد ایک بیج ہے جو محبت کے بغیر بار آور نہیں ہوتا اور محبت کے لئے ادب و احترام اشد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں آپؐ کی تعظیم و تکریم پر زور دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے " تعزروہ وتوقروہ "ان کی تعظیم کرو اور ان کا احترام بجالاؤ۔"

دیکھئے قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اس کے محبوبؐ کی پیروی کی جائے' اب اگر کسی کے دل میں حضور اقدسؐ کی محبت نہیں ہے تو وہ کیسے آپؐ کی پیروی کرے گا اور اس طرح وہ رب کریم کی محبت سے بھی محروم رہے گا۔

اب ذرا اس حدیث پاک کو بھی سامنے رکھئے۔ حضور اقدسؐ فرماتے ہیں "تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک محبوب تر نہ ہوں' اس کے ماں باپ سے' اس کی اولاد سے اور اتنا ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں سے۔"

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا:

آپؐ محبوب تر ہیں مجھ کو تمام چیزوں سے البتہ میری جان سے زیادہ نہیں تو آپؐ نے فرمایا:

" اللہ کی قسم' تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک مجھ کو اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ رکھو۔"

اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا "اب دیکھتا ہوں تو آپؐ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔" تب

آپؐ نے فرمایا "اب تیرا ایمان مکمل ہو گیا۔"

غرض یہ کہ دل و جان سے آپؐ سے محبت کی جائے' آپؐ کا ادب و احترام کیا جائے اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے۔

آداب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

جان لیں کہ محبت کے لئے ادب و احترام اولین شرط ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ جو حضور اقدسؐ کے عشق میں دیوانے تھے' وہ آپؐ کا سب سے زیادہ ادب کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں آپؐ کی اس قدر عظمت تھی کہ آپؐ کے روبرو بات نہ کر سکتے تھے' اگر ان کو کچھ دریافت بھی کرنا ہوتا تو کئی دنوں تک خاموش رہتے اور کسی خاص موقع کا انتظار کرتے یا کسی بدوی کی فکر میں رہتے کہ آکر آپؐ سے کچھ پوچھے اور وہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔

صحابہ کرامؓ کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ عروہؓ بن مسعود جو قریش کی جانب سے سفیر بن کر حضور اقدسؐ کے پاس آئے تھے' جب آپؐ سے گفتگو فرما کر اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹے تو آپؐ کی مجلس کا جو رنگ دیکھا تھا اس کو اس طرح پیش فرمایا:

"اے قوم' میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں' میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی شان و شوکت بھی دیکھی ہے' لیکن میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے درباری و مصاحبین ایسا ادب اور اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جیسے محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی کرتے ہیں۔ ان کا یہ حال تھا کہ حضور اقدسؐ کلام فرماتے تو سب ہمہ تن گوش ہو جاتے اور ادب کی وجہ سے کوئی آپؐ سے نظریں نہیں ملاتا تھا' وہ اس طرح سر جھکائے بیٹھے رہتے جیسے ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے۔"

اب ذرا ان بزرگ ہستیوں کی محبت اور ادب و احترام کو ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوبکر صدیقؓ

"ان کا یہ حال تھا کہ حضور اقدسؐ کے عشق میں ایسے دیوانے تھے کہ آپؐ کی ہر تکلیف ان کی تکلیف تھی۔ غار ثور میں جب ان کے پاؤں کو ایک سانپ نے ڈسا تو اس قدر تکلیف ہوئی کہ برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر اس لئے اظہار نہیں کیا کہ کہیں حضور اقدسؐ کے آرام میں خلل نہ ہو۔

ان کے ادب و احترام کرنے کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ حضور اقدسؐ کے وصال کے بعد جب وہ منبر رسولؐ پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو منبر کے جس درجہ پر رسول اقدسؐ بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اس سے نیچے کے درجہ پر بیٹھے۔

پھر جب حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں اسی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا چاہا تو اس درجہ سے بھی نیچے کے درجہ پر بیٹھے کہ ان کے نزدیک مقام رسول اقدسؐ کے ادب کے ساتھ خلیفہ رسولؐ کے مقام کا ادب و احترام بھی لازم تھا۔

طواف کرنے سے انکار کر دیا

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رحمت عالمؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ کے رئیسوں سے مذاکرات کے لئے بھیجا تو انہوں نے سفیر رسولؐ سے کہا "آغاز گفتگو سے پہلے اگر تم چاہو تو خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے ہو۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے صاف کہہ دیا کہ "جب تک رسول اللہؐ کعبتہ اللہ کا طواف نہیں کرتے عثمان ادھر دیکھے گا بھی نہیں۔"

یہ سن کر قریش سخت ناراض ہوئے اور حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روک لیا۔ لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور حب رسولؐ کا حق ادا کر دیا۔

حضرت علیؓ

معاہدۂ حدیبیہ لکھا جا رہا تھا کہ حضور اقدسؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ لکھو کہ "یہ وہ نوشتہ ہے جس پر تصفیہ اور فیصلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اہل مکہ کا قرار پایا۔" چنانچہ حضرت علیؓ نے اسی وقت یہ لکھ دیا مگر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپؐ کو پیغمبر مان لیتے تو جھگڑا ہی کس بات کا تھا۔ اس لئے یہاں اپنا اور اپنے والد کا نام لکھئے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "تم جھٹلاتے ہو لیکن اللہ کی قسم میں اس کا رسول ہوں۔" پھر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "اسی طرح لکھ دو جس طرح یہ چاہتا ہے۔" اس پر انہوں نے عرض کیا "یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔" اور سہیل سے کہا "خوب سمجھ لو' میں ہرگز رسول اللہؐ کا لفظ نہیں مٹاؤں گا۔"

یہ دراصل ان کے جذبہ ایمان کی آواز تھی' وہ کب یہ گوارا کر سکتے تھے کہ آپؐ کے بلند مقام پر

کوئی آنچ بھی آئے۔

حضرت براء بنؓ عازب نے ادبا فرمایا

ابو داؤد میں عبد بن فیروزؓ سے مروی ہے کہ براء بن عازبؓ سے میں نے پوچھا "کن جانوروں کی قربانی درست نہیں ہے؟" انہوں نے کہا "رسول اللہؐ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا "چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں ہے۔ ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو۔ دوسرا وہ جو سخت بیمار ہو۔ تیسرا وہ جس کا لنگ ظاہر ہو' چوتھا وہ جو نہایت دبلا ہو۔" اس کی آپؐ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے تشریح فرمائی لیکن میری انگلیاں حضرت کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔

یہ ادب و احترام ہی تھا کہ عذر فرمایا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جن کو رسول اقدسؐ کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کا سختی فرمانا

بخاری شریف میں حضرت سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ میں مسجد نبویؐ میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری' دیکھا تو عمرؓ بن خطاب ہیں' انہوں نے فرمایا' جاؤ اور ان دو شخصوں کو لے آؤ۔ جب میں ان دونوں کو ان کے پاس لے گیا تو پوچھا' تم کون ہو اور کہاں سے ہو؟ انہوں نے عرض کیا' ہم طائف کے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا' اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو ضرور اذیت پہنچاتا اور مارتا' اس لئے کہ تم مسجد نبویؐ میں بلند آواز کرتے ہو۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ مسجد نبویؐ میں کوئی شخص آواز بلند نہیں کر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سائب کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ ادب اس وجہ سے تھا کہ حضور اقدسؐ وہاں بحیات ابدی تشریف رکھتے ہیں۔

حضور اقدسؐ مجھ سے بڑے تھے

حضرت قباث بن اشمؓ رسول اقدسؐ کا اتنا احترام کرتے تھے کہ آپؐ کے مقابلہ میں اپنے سن کی زیادتی کو بھی بڑائی سے تعبیر نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عبدالملک نے ان سے پوچھا "تم بڑے تھے یا رسول اللہؐ؟" انہوں نے فرمایا "حضور اقدسؐ مجھ سے بڑے تھے البتہ میں ان سے سن میں زیادہ تھا۔"

صحابہ کرامؓ اور اتباع سنتؐ

رحمت عالمؐ کی شان و عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ آپؐ کے طفیل وہ عظیم ہستیاں وجود میں آئیں جنہوں نے حق محبت ادا کر دیا' آپؐ کی پیروی کرنے کا حق ادا کر دیا۔ ان کا یہ حال تھا کہ آپؐ کے ایک ایک فرمان کی خوب قدر کرتے تھے اور اس پر ہر صورت میں عمل کرتے تھے۔

میرے محبوبؐ نے بھی یہی کیا ہے

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو کسی جنگ کے لئے رخصت فرمایا اس وقت حضرت خالدؓ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ حضرت خالدؓ کی سواری کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ کسی نے عرض کیا "آپ یا تو ان کو رخصت کر دیں یا ساتھ دوسری سواری پر سوار ہوں جائیں' پیدل کیوں چل رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا "میرے محبوبؐ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو بحیثیت حاکم یمن کی طرف روانہ فرمایا تو حضرت معاذ بن جبلؓ سواری پر تھے اور حضور اکرمؐ ساتھ پیدل چل رہے تھے' اس لئے آج میں بھی اپنے محبوبؐ کی سنت ادا کرنے کے لئے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں۔"

اتباع رسولؐ میں ایسا کیا ہے

ایک مرتبہ حضرت علیؓ اونٹ پر سوار ہوئے اور چند کلمات' سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ اللّٰہ اکبر' پڑھے پھر اونٹ کو تچی ماری اور ہنس پڑے۔ یہ دیکھ کر کسی نے پوچھا حضرت' آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمانے لگے "حضور اکرمؐ کو میں نے دیکھا کہ اسی طرح اونٹ پر سوار ہوئے اور اسی طرح کلمات پڑھے اور اسی طرح تچی ماری اور ہنسے تھے۔ اس لئے میں نے بھی اتباع نبویؐ میں ایسا کیا۔"

کچھ دیر آرام فرمانا

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں دوران سفر ایک جگہ اونٹ سے اترے اور ایک درخت کے نیچے ذرا دیر بیٹھے' کچھ دیر آرام فرمایا اور اس کے بعد سوار ہوئے اور آگے بڑھے' کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا "حضور اکرمؐ نے اس مقام پر اتنی دیر آرام فرمایا تھا' اس

لئے میں نے بھی آپؐ کی سنت پر عمل کرنے کے لئے ایسا کیا۔"

حضرت حذیفہؓ نے صاف صاف کہہ دیا

حضرت حذیفہؓ ایک جگہ کے حاکم تھے' جب وہ دورہ پر کہیں تشریف لے گئے تو وہاں مختلف قبائل کے سرداروں کے ساتھ کھانے کا بندوبست تھا۔ کھانے کے دوران ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا تو انہوں نے اسی وقت اس کو اٹھایا' صاف کیا اور پھر تناول فرمایا۔ یہ دیکھ کر وہاں کے مسلمانوں نے عرض کیا" حضرت غیر مسلموں کے سردار بھی موجود ہیں' وہ کیا کہیں گے کہ مسلمان اتنے حقیر ہیں۔" یہ سن کر آپ نے غصے ہو کر فرمایا:

"کیا میں ان بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیبؐ کی پیاری سنت کو چھوڑ دوں۔"

تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا.....

حضرت ابو عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا تو انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے' پھر مجھ سے کہنے لگے "ابو عثمان' تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا؟" میں نے عرض کیا" آپ ہی بتا دیجئے کیوں کیا۔" انہوں نے فرمایا "ایک مرتبہ میں نبی اکرمؐ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا اور آپؐ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا' جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے۔ پھر حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا تھا "سلمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا؟" میں نے عرض کیا" آپ ہی بتا دیجئے۔" آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا:

"جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے' پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے' تو اس کی خطائیں اس سے ایسے ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں۔" پھر آپؐ نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی

"اقم الصلوۃ طرفی النہار۔"

" قائم کرو نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں۔ بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو' نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔"

یہاں حضرت سلمانؓ نے حضور اقدسؐ کے ارشاد کو بیان کرنے کے ساتھ آپؐ کی وہ ادا بھی عمل کر کے دکھائی ہے جو صحابہ کرامؓ کی محبت کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی سے عشق ہوتا ہے تو اس کی ہر ادا بھاتی ہے۔ جو اس کی لذت جانتے ہیں وہ اپنے محبوب کی ہر ادا اپناتے ہیں۔ کاش ہمیں بھی اس کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے۔

صحابہ کرامؓ کے جذبات محبت

رسول اقدسؐ کو رب کریم نے وہ بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپؐ کے دیوانے تھے۔ وہ آپؐ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی جانیں نچھاور کر دیتے تھے۔ یہاں ان کی محبت کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں "رسول اللہؐ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا اور کوئی شے ایسی نہیں چھوئی جو رسول اللہؐ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار ہو۔" (شمائل ترمذی)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں "جو کوئی یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آجاتا تو وہ ہل جاتا، جو پہچان کر پاس آبیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا، دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے آپؐ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد میں نہیں دیکھا۔" (ترمذی شریف)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں:

"چاندنی رات تھی نبیؐ حمراء اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا، کبھی آپؐ پر نگاہ ڈالتا تھا۔ بالآخر میں یہی سمجھا کہ آپؐ چاند سے بھی زیادہ خوشنما ہیں۔" (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو کسی وقت یہود کے پیشوا تھے فرماتے ہیں:

"میں آپؐ کو دیکھنے گیا تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں۔"

دیر تک روتے رہے

حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں رات کو گشت کے لئے نکلے تو ایک جگہ ایک عورت کو یہ اشعار پڑھتے سنا..... "محمدؐ پر ابرار کے درود۔ ان پر طیبون اور اخیار درود پڑھ رہے ہیں، وہ تو راتوں کو جاگنے

والے' سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو کئی طرح آتی ہے۔ کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے حضورؐ کی زیارت نصیب ہوگی۔"

یہ سننا تھا کہ حضرت عمروؓ وہیں بیٹھ گئے' دیر تک روتے رہے اور چند دن بیمار رہے۔

کس قدر محبت تھی

غزوۂ بدر کے موقع پر جب حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا تو حضرت سعدؓ ابن عبادہ یوں اپنے جذبات ظاہر فرماتے ہیں.....

"یا رسول اللہؐ کیا آپؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ اس ذات کی قسم' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر آپؐ کا حکم ہو کہ ہم اس سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر حکم ہو کہ ہم اپنی سواریوں سے یرک الغماد پر دھاوا کریں تو ہم کر دیں گے۔" (مسلم شریف)

اس طرح غزوۂ احد میں جب حضور اقدسؐ نے کفار کی تعداد کو ذرا گردن بڑھا کر دیکھنا چاہتا تو حضرت طلحہؓ نے جوش محبت میں اس طرح آپؐ کو روکا.....

" میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' آپؐ گردن بڑھا کر نہ دیکھئے' کہیں آپؐ کو کوئی تیر نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے سامنے ہے۔" (بخاری شریف)

وہ محبت تھی کہ بیان ممکن نہیں

حضرت عمروؓ بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی محبوب نہ تھا مگر میرے دل میں حضورؐ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضورؐ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہؐ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی؟ فرمایا "اللہ کی قسم' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال و اولاد' فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے جیسے ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔

حضرت زیدؓ بن وثنہ کو کافروں نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لئے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لئے چلے تو ابو سفیان نے ان سے کہا "زید تمہیں خدا ہی کی قسم' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ محمدؐ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے؟"

اس پر انہوں نے فرمایا "اللہ کی قسم' میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔"

یہ سن کر ابو سفیان حیران رہ گیا' کہنے لگا میں نے کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسے اصحاب محمدؐ کو محمدؐ سے ہے۔

ایک صحابیہؓ کا جوش عقیدت و محبت

جنگ احد کا ذکر ہے' ایک خاتون کا بیٹا' بھائی' شوہر سب شہید ہو گئے۔ اس نے جب یہ سنا کہ اللہ کے رسولؐ بھی شہید ہو گئے ہیں تو بیتاب ہو کر میدان جنگ میں آ پہنچی اور دریافت کیا کہ حضور اقدسؐ کیسے ہیں؟ صحابہ اکرمؓ نے فرمایا "الحمدللہ' وہ خیریت سے ہیں جیسا کہ تو چاہتی ہے۔" کہنے لگی "نہیں مجھے دکھادو کہ حضور اقدسؐ کو دیکھ لوں۔" جب اس کی نگاہ چہرہ انور پر پڑی تو خوش ہو کر بول اٹھی کل مصیبة بعدک جلل۔ "آپؐ زندہ ہیں تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔"

یہ آہ و بکا کیسی؟

حضرت بلالؓ جب عالم نزع میں تھے کہ گھر والے آہ و بکا کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرماتے ہیں "یہ آہ و بکا کیسی؟ میرے لئے تو یہ تصور حد درجہ خوش کن ہے کہ کل میں رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ سے جنت میں ملنے جا رہا ہوں۔"

حضرت ثوبانؓ کی بے چینی

حضرت ثوبانؓ حضور اقدسؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ ایک مرتبہ سخت بے چینی کی حالت میں رحمت عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ عرض کیا "حضورؐ جب میں اس دنیا میں اپنے گھر پر ہوتا ہوں اور بے چین ہوتا ہوں تو آپؐ کی زیارت کر کے سکون حاصل کر لیتا ہوں۔ لیکن اگلے جہاں میں کیا حالت ہو گی؟ اس لئے کہ پہلے میرا جنت میں جانا قطعی معلوم نہیں اور اگر میں اللہ کے فضل سے وہاں پہنچ بھی گیا تو میں تو کسی ادنیٰ درجہ میں ہوں گا جبکہ آپؐ عزت کے بلند ترین مقام میں ہوں گے تو وہاں آپؐ کی زیارت سے کیسے آنکھیں ٹھنڈی کر سکوں گا۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی "اور جو شخص اطاعت کرے گا اللہ کی اور رسول کی پس یہی لوگ ہیں ان کے

ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے' انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین میں سے اور بہت ہی اچھی ہے ان کی رفاقت۔"

سرورِ عالمؐ کا حلیہ مبارک

صحابہ کرامؓ کا امت مسلمہ پر یہ بھی بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے حضور اقدسؐ کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا کی اس طرح حفاظت فرمائی ہے کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے آپؐ کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی امت تک تبلیغ فرمائی ہے۔ یہاں آپؐ کے حلیہ مبارک سے متعلق صحابہ کرامؓ سے جو کچھ منقول ہے اس کا حاصل پیش کیا جاتا ہے۔

حضور اقدسؐ کا قد مبارک درمیانہ تھا..... آپؐ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ یہ حسن اور خوبروئی اس طرح سے تھی کہ گورے گورے رنگ کے اندر کچھ سرخی دمکتی تھی جس سے کمال درجہ ملاحت پیدا ہو گئی تھی اور رخسار مبارک نہایت شفاف ہموار اور سبک تھے۔ حضور اقدسؐ کے بال مبارک کانوں کی لو تک تھے اور سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی اور بال ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے یعنی بل دار تھے۔

آپؐ کی پیشانی کشادہ تھی اور ابرو خمدار اور گنجان تھے' دونوں ابرو جدا جدا تھے' ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔

حضور اقدسؐ کی آنکھیں بڑی اور خوش رنگ تھیں جن کی پتلی نہایت سیاہ اور ان کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اور پلکیں دراز تھیں۔

آپؐ کی بینی مبارک پر ایک چمک اور نور تھا جس کی وجہ سے بینی مبارک بلند معلوم ہوتی تھی۔

حضور اقدسؐ کا دہن مبارک موزونیت کے ساتھ فراخ تھا اور دندان مبارک باریک آبدار تھے اور سامنے کے دانتوں میں ذرا سا فصل بھی تھا جن سے تکلم اور تبسم کے وقت ایک نور نکلتا تھا۔

آپؐ کی ریش مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی۔ آپؐ کی گردن مبارک خوبصورت اور پتلی تھی۔ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپؐ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی' سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپؐ کے ہاتھ اور قدم مبارک پر گوشت تھے۔ حضور اقدسؐ کے

سب اعضاء نہایت موزوں تھے۔ آپؐ گفتگو فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔ رحمت عالمؐ جب خوش ہوتے تو چہرہ مبارک میں ایک خاص چمک پیدا ہوتی تھی جیسے چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ صحابہ کرامؓ یہ دیکھ کر آپؐ کی خوشی کا اندازہ کر لیتے تھے۔ آپؐ کے پسینے میں ایک خاص خوشبو تھی جب پسینہ آتا تو معلوم ہوتا کہ چہرۂ انور پر موتی لڑھک رہے ہیں۔

حضور اقدسؐ کی حیا کا ذکر

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کثرت حیا کی وجہ سے کسی شخص کے چہرہ پر نگاہ نہیں جماتے تھے۔ آپؐ کی حیا کا یہ عالم تھا کہ حضرت سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ حیا میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زیادہ بڑھ کر تھے جب حضور اکرمؐ کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپؐ کے چہرہ سے پہچان لیتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدسؐ حجروں کے پیچھے (جہاں کسی کی نظر نہ پڑے) جا کر غسل کرتے تھے۔ حضورؐ کے محل ستر کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ غایت حیا سے حضور اقدسؐ کی نگاہ کسی شخص کے چہرہ پر نہیں ٹھہرتی تھی اور کسی نامناسب چیز کا اگر کسی ضرورت سے ذکر کرنا ہی پڑتا تو کنایہ فرماتے۔

رحمت عالمؐ کے بچپن کا یہ واقعہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، آپؐ بھی اس میں شریک تھے اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے کہا "تم تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو کہ اینٹ کی رگڑ نہ لگے۔" آپؐ نے ایسا کیا تو اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گئے۔ جب ہوش آیا تو زبان مبارک پر تھا "میرا تہبند۔" چنانچہ حضرت عباسؓ نے اسی وقت تہبند باندھ دیا۔

حضور اقدسؐ میں اس قدر حیا تھی کہ بعض اوقات آپؐ کو تکلیف بھی ہوتی تھی لیکن خوش خلقی اور مروت کی وجہ سے کسی کو منع نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت زینبؓ کی دعوت ولیمہ میں جب کچھ صحابہ کرامؓ کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے تو اس وقت حضور اقدسؐ کو تکلیف تو ہو رہی تھی لیکن فطری حیا کی بنا پر اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ تاہم چونکہ لوگوں کا اس طرح جم کر بیٹھنا آداب مجلس کے خلاف تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں ان کو ٹوکا کہ حق بات کہنے اور اخلاق و آداب کی تعلیم دینے سے اللہ شرماتا نہیں ہے یعنی شرم کی وجہ سے اس کو چھوڑ نہیں دیتا۔

وقار و متانت

رحمت عالمؐ اگرچہ کسی کو کچھ نہیں کہتے تھے' ہر ایک سے بڑی نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے مگر پھر بھی سب کے دلوں میں آپ کا رعب تھا۔

آپؐ کی یہ شان تھی کہ اکثر خاموش رہتے تھے' بلا ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ آپؐ کا کلام صاف اور واضح ہوتا تھا۔ آپؐ قہقہہ مار کر اس طرح نہیں ہنستے تھے کہ دندان مبارک کھل جائیں بلکہ تبسم فرماتے تھے۔ آپؐ کی مجلس میں حلم و متانت اور حیا و نیکی کی گفتگو ہوتی تھی۔ لوگ آپؐ کے سامنے بلند آواز سے باتیں نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح آپؐ کی چال بھی نہایت معتدل تھی' نہ تو آپؐ بہت تیز چلتے تھے کہ ساتھ والوں پر گراں ہو اور نہ اس قدر آہستہ چلتے تھے کہ اس سے تکان و سستی ظاہر ہو۔

حضور اقدسؐ کے جلال کا یہ عالم تھا کہ ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر کچھ عرض کرنا چاہا مگر رعب نبویؐ سے اس کے بدن میں لرزہ پڑ گیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "گھبراؤ مت' اطمینان سے بات کہو' میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں بلکہ میں بھی قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

گھریلو زندگی

رحمت عالمؐ کی گھریلو و نجی زندگی کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کہیں دو رنگی نظر نہیں آتی۔ گھر میں بھی وہی تقدس ہے اور گھر سے باہر بھی وہی تقدس ہے۔

حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہؐ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا "آپؐ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے تھے' بکری کا دودھ خود دوہتے تھے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتے تھے' نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے تھے۔ اپنے جوتے کی مرمت کر لیتے تھے اور یہ کہ اپنے ڈول کو ٹانکے لگا لیتے تھے' بوجھ اٹھاتے' جانوروں کو چارہ ڈالتے تھے۔ کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے تھے۔ (مثلاً اسے آٹا پسوا دیتے تھے) کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے تھے۔ بازار میں جانے میں عار نہ تھی۔ خود ہی سودا سلف لاتے اور ضرورت کی

چیزیں ایک کپڑے میں باندھ اٹھالاتے تھے۔"

نیز حضرت عائشہؓ سے لوگوں نے یہ بھی دریافت کیا کہ رسول اللہؐ جب گھر میں ہوتے تو کیا رنگ رہتا؟ انہوں نے کہا "سب سے زیادہ نرم خو، متبسم، خندہ جبین تھے۔"

نرم خوئی کی یہ شان تھی کہ کبھی کسی خادم کو جھڑکا نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ رسول اللہؐ سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل و عیال کے لئے شفیق نہ تھا۔

ازواج مطہراتؓ سے حسن سلوک

حضور اقدسؐ کو اپنی ازواج مطہراتؓ سے بھی سچی محبت تھی۔ آپؐ روزانہ تھوڑی دیر کے لئے تمام ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں جاتے اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے آتے اور جن کے ہاں شب باش ہونے کی باری ہوتی وہیں ٹھہر جاتے۔

حسن سلوک اور حسن معاشرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی اصلی ازدواجی زندگی ایک بیوہ، صاحب اولاد اور اپنے سے پندرہ سال بڑی عورت کے ساتھ پچاس سال کی عمر تک گزارتے ہیں۔ اس دوران اعلیٰ سے اعلیٰ پیشکش کے باوجود کسی دوسری عورت کی طرف رخ بھی نہیں فرماتے۔ اس ایک ہی رفیق حیات کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہیں کہ ساری عمر میں کبھی کوئی تلخی نہیں پیدا ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ وہ عظیم خاتون سب سے پہلے خود حضور اقدسؐ کی رسالت و نبوت پر ایمان لاتی ہیں اور پھر ہر مرحلہ میں اس طرح ساتھ دیتی ہیں کہ جان و مال سب کچھ قربان کر دیتی ہیں۔ ہر امتحان میں کھری اترتی ہیں ہر خطرے کا مقابلہ کرتی ہیں۔

اس کے ساتھ حضور اقدسؐ کی شان و عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ پچپن سال کی عمر کے بعد آپؐ کے پاس نو ایسی بیویاں یکجا ہوتی ہیں، جو مختلف عمر کی، مختلف تمدن کی، مختلف مزاج کی ہیں اور گھروں میں فقر و فاقہ بھی ہے لیکن ساری زندگی میں کہیں کوئی تلخی نظر نہیں آتی۔

اولاد سے محبت

حضور اقدسؐ کو اپنے بچوں سے بھی بڑی محبت تھی، حضرت فاطمہؓ جب تشریف لاتیں تو آپؐ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے، خود ان کے گھر تشریف لے جاتے، اپنی کہتے، ان کی سنتے۔ ان کے صاحبزادوں،

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بھی بہت ہی پیار تھا۔ ان کو گود میں لیتے' ان کو کندھوں پر سوار کرتے۔ حالت نماز میں بھی ان کو کندھوں پر بیٹھنے دیتے۔

اپنی اولاد سے اتنی محبت تھی کہ اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم کی وفات پر آپؐ کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس حال میں فرماتے ہیں "اے ابراہیم' میں تمہاری جدائی میں غمگین ہوں۔"

اسی طرح اپنی ایک صاحبزادی کی وفات پر بھی آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس وقت اپنے رونے کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں "آنکھیں اشک آلود ہیں' دل غم زدہ ہے' مگر ہم اپنی زبان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہتے جو ہمارے رب کو پسند ہے۔"

پاس رضاعت

رحمت عالمؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ نے رضاعی تعلقات کا بھی حق ادا کر دیا ہے۔ ابولہب کی ایک کنیز ثوبیہؓ کا آپؐ نے چند روز دودھ پیا تھا' اس کا اتنا لحاظ تھا کہ ثوبیہؓ کے لئے مدینہ سے کپڑے بھجوایا کرتے تھے۔ اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور اسی نسبت سے ان کے گھر والوں سے بھی بڑی محبت رکھتے تھے۔ ان کی بڑی لڑکی حذافہ غزوۂ حنین کے موقع پر گرفتار ہو کر آئیں تو حضور اقدسؐ نے بڑی مسرت سے ان کا استقبال کیا اور اعزاز کے لئے چادر بچھائی' پھر ان سے فرمایا "اگر چاہو تو میرے پاس رہو اور چاہو تو تمہیں اپنے قبیلہ میں پہنچا دیا جائے۔ اس پر انہوں نے واپس جانے کی خواہش کی۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں بہت کچھ دے کر رخصت فرمایا۔

رحمت عالمؐ کی ازدواجی زندگی

جان لیں کہ حضور اقدسؐ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ اور آپؐ کے اخلاق و کردار کا ہر رخ ہم سب کے لئے بے مثال نمونہ ہے۔ چنانچہ ایک شوہر اور رفیق حیات کی حیثیت سے بھی آپؐ کا ایک مقام ہے۔ ایک مرتبہ سفر میں ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھیں دوران سفر کہیں ساربانوں نے اونٹوں کو تیز دوڑانا شروع کر دیا تو ان سے فرمایا "ذرا دیکھ کر یہ آبگینے ہیں۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ آپؐ نے ان آبگینوں کی نزاکت کا ہمیشہ پورا خیال رکھا ہے۔ آپؐ نے ان کے مزاج کی نزاکت کا ہر ہر قدم پر، ہر بر بات میں خوب لحاظ فرمایا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

یہ رحمت عالمؐ کی پہلی رفیق حیات تھیں۔ نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس سال اور حضور اقدسؐ کی عمر شریف پچیس برس تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو اس تاریک دور میں بھی یہ بلند مقام حاصل تھا کہ لوگ ان کو "طاہرہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ سب ان کی عزت کرتے تھے۔ وہ نہایت شریف، دانا و مدبر تھیں، وسیع کاروبار رکھتی تھیں۔ پیکر حلم و صبر تھیں۔

حضور اقدسؐ نے پندرہ برس حضرت خدیجہؓ کے ساتھ بسر کئے تھے کہ رب کریم نے آپؐ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت سب سے پہلے یہ عظیم خاتون ہی آپؐ پر ایمان لاتی ہیں۔ یہ پیش نظر رہے کہ حضور اقدسؐ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپؐ کی عجب کیفیت تھی۔ اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپؐ کو اس طرح تسلی دی کہ "آپؐ خوش ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپؐ اقرباء سے نیک سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، امانتیں ادا کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو اپنی کمائی دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، نیک کاموں میں مدد دیتے ہیں، آپؐ کے اخلاق کریمانہ ہیں۔"

غور فرمائیں کہ خلوت و جلوت کی شریک زندگی، محرم راز کی یہ شہادت ختم نبوت اور خلق عظیم کا ایسا بے مثل صداقت نامہ ہے کہ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حیات رہیں حضور اقدسؐ نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ آپؐ اکثر ان کو یاد کیا کرتے تھے اور ان کی بڑی تعریف فرماتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے ملنے جلنے والوں

سے بھی نہایت اچھا برتاؤ فرماتے تھے' ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ "اور بکثرت ایسا ہوتا کہ آپؐ کے یہاں بکری ذبح ہوتی تو آپؐ اس کے پارچے الگ الگ کراتے پھر وہ ٹکڑے خدیجہ سے میل جول رکھنے والیوں کے یہاں بھیجتے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگرچہ میں نے حضرت خدیجہؓ کو دیکھا بھی نہیں اور وہ میرے آنے سے پہلے دنیا سے گزر چکی تھیں لیکن مجھے اتنا رشک آپؐ کی کسی بی بی پر نہیں آیا جتنا خدیجہؓ پر آتا تھا۔ آپؐ ان کو اکثر یاد فرماتے اور اگر گوشت وغیرہ کبھی کوئی چیز تقسیم کرنے کے قابل ہوتی تو آپؐ تلاش کر کے خدیجہؓ کی ہمجولیوں اور سہلیوں کو بھیجا کرتے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کو عرصہ گزرنے کے بعد ایک مرتبہ حضور اقدسؐ گھر میں تشریف فرما تھے کہ باہر سے ان کی بہن ہالہ نے دروازے پر آواز دی تو حضورؐ اس کو حضرت خدیجہؓ کی آواز سمجھ کر چونک پڑے پھر فوراً ہی خیال آیا کہ ان کی بہن پکارتی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ

ان کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہؓ بڑے شہسوار تھے' بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں چند زخم کھائے جن کے صدمے سے جانبر نہ ہو سکے۔ ان کی وفات سے حضرت ام سلمہؓ کو جو شدید صدمہ ہوا اس کو اللہ تعالیٰ نے ابدی مسرت میں بدل دیا اور ان کو رحمت عالمؐ جیسا جانشین عطا فرمایا۔

حضور اقدسؐ کو ان سے بے حد محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر جب حضرت عائشہؓ کے سوا تمام ازواج مطہراتؓ کو حضور اقدسؐ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا تھا تو انہوں نے حضرت ام سلمہؓ ہی کو اپنا سفیر بنا کر آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔

حضرت ام سلمہؓ حضور اقدسؐ کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت سفینہؓ جو حضور اقدسؐ کے مشہور غلام ہیں' وہ دراصل حضرت ام سلمہؓ ہی کے غلام تھے۔ ان کو جب آزاد کیا تو یہ شرط کی کہ جب تک حضور اقدسؐ حیات رہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہوگی۔

حضرت ام سلمہؓ کو حدیث سننے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دن وہ بال گوندھ رہی تھیں کہ حضور اقدسؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ زبان مبارک سے "یا ایھا الناس" کا لفظ نکلا کہ فوراً بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا۔

ایک مرتبہ چند صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا کہ آنحضرتؐ کی اندرونی زندگی کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ فرمایا "آپؐ کا ظاہر اور باطن یکساں تھا۔" پھر جب حضور اقدسؐ تشریف لائے تو انہوں نے آپؐ سے یہ واقعہ بیان فرمایا' اس پر آپؐ نے فرمایا "تم نے بہت اچھا کہا۔"

حضرت ام سلمہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا۔ لیکن جب حضور اقدسؐ نے اعتراض فرمایا تو اس کو توڑ ڈالا۔

وہ اپنے پہلے شوہر کی اولاد کا بہت خیال رکھتی تھیں ان کی نہایت عمدگی سے پرورش کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ سے ان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں۔" (بخاری شریف)

حضرت ام سلمہؓ کو رحمت عالمؐ سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے آپؐ کے بال مبارک تبرکاً رکھ چھوڑے تھے جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں۔ (مسند احمد)

صلح حدیبیہ کے موقع پر

حضرت ام سلمہؓ صلح حدیبیہ میں حضور اقدسؐ کے ساتھ تھیں۔ صلح کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں لیکن صحابہ کرامؓ اس قدر دل شکستہ تھے کہ آمادہ نہ ہوئے۔ یہ اس لئے کہ معاہدہ کی تمام شرطیں بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں۔ چنانچہ سب رنجیدہ تھے۔ سب اسی میں کھوئے ہوئے تھے۔ اس حال میں حضور اقدسؐ گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہؓ سے اس کا ذکر فرمایا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا "آپؐ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوائیں۔" چنانچہ حضور اقدسؐ نے باہر آکر قربانی کی اور بال منڈوائے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرامؓ کو یقین ہو گیا کہ اب اس فیصلہ میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا۔ اس وقت ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا۔

غرض یہ کہ حضور اقدسؐ ان کی رائے کی قدر کرتے ہیں اور ان کو وہ پیار و محبت دیتے ہیں کہ آپؐ کے بعد بھی وہ آپؐ کے رشد و ہدایت کے سلسلہ کو جاری رکھتی ہیں۔

محمود بن لبید فرماتے ہیں:

"آنحضرتؐ کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں۔ تاہم حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا ان میں

کوئی حریف مقابل نہ تھا۔" (طبقات ابن سعد)

حضرت زینب بنت جحشؓ

یہ رحمت عالمؐ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ازواج مطہراتؓ میں ان کو یہ مقام حاصل تھا کہ ان کے پہلے نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم "متبنی" جو اصل بیٹے کا حکم رکھتا تھا' مٹ گئی اور مساوات اسلامی کا وہ عظیم منظر نظر آیا کہ آزاد اور غلام کا امتیاز ختم ہو گیا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

"حضرت زینبؓ نیک خو' روزہ دار اور نماز گزار تھیں۔" (زرقانی۔ بحوالہ ابن سعد)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

" میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دیندار' زیادہ پرہیزگار' زیادہ سچ بولنے والی' زیادہ فیاض' مخیر اور اللہ کی رضاجوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی' فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی' جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔" (مسلم شریف)

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے ازواج مطہراتؓ سے فرمایا:

"تم میں مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہو گا۔"

یہ سن کر وہ سب اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں۔ پھر جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو حضور اقدسؐ کے اس ارشاد کی حقیقت سمجھ میں آئی کہ وہ ان کی سخاوت کی طرف اشارہ تھا۔

دعوت ولیمہ

جب وحیٔ الٰہی کے مطابق رحمت عالمؐ کا حضرت زینبؓ سے نکاح ہوا تو دوسرے دن آپؐ نے دعوت ولیمہ فرمائی جو اسلام کی سادگی کی عمدہ تصویر ہے۔ اس میں روٹی اور سالن کا انتظام تھا۔ انصار میں حضرت ام سلیمؓ جو حضور اقدسؐ کی خالہ اور حضرت انسؓ کی والدہ تھیں' انہوں نے مالیدہ بھیجا۔ اس وقت کوئی تین سو صحابہ کرامؓ اس دعوت میں شریک تھے۔ آپؐ نے دس دس صحابہ کرامؓ کی ٹولیاں کردی تھیں جو باری باری آتے اور کھانا کھا کر واپس جاتے تھے۔

حضرت زینبؓ کو یہ بلند مقام حاصل ہے کہ ان کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور باطل رسم و

رواج کو مٹانے میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں:

"زینبؓ ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہؐ میں میری منزلت میں برابر برابر تھیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ

رحمت عالمؐ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ آپؐ کبھی اپنے رب سے یوں فرماتے تھے'

"باری تعالیٰ' یوں تو میں سب ازواج سے یکساں سلوک کرتا ہوں مگر دل میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے' الٰہی تو اسے معاف فرما۔"

اس محبت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ بڑے روحانی کمالات رکھتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ رحمت عالمؐ اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ سے فرماتے ہیں:

"بیٹی' جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا' بالکل یہی درست ہے۔ فرمایا تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر۔" (مسلم شریف)

یہ عائشہ ہی ہیں کہ جب منافقوں نے ان پر بہتان لگایا تو رب کریم نے اپنے محبوبؐ پر وحی نازل فرمائی جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بے قصوری ظاہر فرمائی' ان کو طیبہ ٹھہرایا اور یہ بشارت دی کہ "ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے۔"

غرض یہ کہ حضرت عائشہؓ وہ بلند مقام رکھتی ہیں کہ قدرتاً حضور اقدسؐ ان کی طرف کچھ زیادہ مائل تھے۔ چنانچہ زندگی کے آخری ایام میں جب مرض میں شدت پیدا ہو گئی تو آپؐ کے ایماء پر سب ازواج مطہراتؓ نے حضرت عائشہؓ کے مکان پر بیماری کے ایام گزارنے کا اختیار دے دیا۔ اس طرح روضہ اقدس کا شرف بھی حضرت عائشہؓ ہی کے مکان کو حاصل ہوا۔

حضرت عائشہؓ کا امت مسلمہ پر یہ بڑا احسان ہے کہ ان کے طفیل تیمم کا حکم ہوا' اس وقت حضرت اسید بن حضیرا' حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں "یزاک اللّٰہ خیرا۔" جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو اللہ نے خود اس کے لئے کوئی راستہ کھول دیا اور مسلمانوں کے لئے بھی اس میں برکت ہوئی۔"

واقعہ ایلا

حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور اقدسؐ سے اس قدر محبت رکھتی تھیں کہ کبھی آپؐ کی جدائی برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔ واقعہ ایلا کے موقعہ پر جب حضور اقدسؐ نے یہ عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہراتؓ کو نہ ملیں گے اس وقت سیدہ عائشہؓ کی یہ حالت تھی کہ فرماتی ہیں'

" میں ایک ایک دن گنتی تھی۔ انتیسویں دن حضور اقدسؐ بالا خانے سے اتر کر سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ آپؐ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا اور آج انتیس دن ہوئے ہیں۔" فرمایا' "مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔"

ایک مرتبہ رات کے وقت آپؐ اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے۔ جب حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلی اور حضورؐ کو موجود نہ پایا تو سخت پریشان ہوئیں۔ دیوانہ وار اٹھیں ادھر ادھر اندھیرے میں ٹٹولنے لگیں' آخر ایک جگہ حضور اقدسؐ کا قدم مبارک ملا دیکھا تو آپؐ سر بسجود یاد الٰہی میں مشغول ہیں۔ پھر کہیں انہیں اطمینان ہوا۔

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں کہ میں تمہارے خوشی اور ناراضی کے وقت کو پہچانتا ہوں۔ جب تم ناراض ہوتی ہو تو لا و رب ابراہیم "نہیں ابراہیم کے رب کی قسم" کہتی ہو اور جب خوش ہوتی ہو لا و رب محمد "نہیں محمدؐ کے رب کی قسم" کہتی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وھل اھجر الاسمک "لیکن میں آپؐ کے نام کو نہیں چھوڑتی" کہ حضورؐ اس وقت صرف آپؐ کا نام نہیں لیتی ورنہ دل میں تو آپؐ ہی بسے ہوتے ہیں۔

واقعہ تخییر

واقعہ ایلا کے بعد ایک دن حضور اقدسؐ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"عائشہ' میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کرکے دو تو بہتر ہوگا۔" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ وہ کیا بات ہے؟" اس پر حضور اقدسؐ نے سورۂ احزاب کی یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں'

"اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور اس کی رونق درکار ہے تو آؤ میں تم کو کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کردوں اور اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" اس میں والدین کے مشورہ کی کیا ضرورت ہے' میں تو اللہ اور اللہ کا رسولؐ اور آخرت کا گھر اختیار کرتی ہوں۔"

ان کے اس جواب سے رحمت عالمؐ بہت ہی خوش ہوئے پھر جب دوسری ازواج مطہراتؓ سے یہ پوچھا گیا تو وہ بھی اس کے لئے تیار تھیں۔

غرض وہ رحمت عالمؐ سے اس قدر محبت رکھتی تھیں کہ آپؐ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی شان و عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ آپؐ وصال نبویؐ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں' میری باری کے دن' میرے سینہ اور گلو کے درمیان وفات پائی اور اللہ نے میرے دہن کی مسواک آپؐ کے دہن سے لگائی۔"

حضرت عائشہؓ ایک طویل عرصہ تک اپنے اس حجرہ میں کہ جہاں روضہ اقدس ہے مقیم رہیں پھر خواب میں اپنے محبوبؐ سے اجازت پاکر متصل جگہ میں منتقل ہو گئیں۔

حضرت حفصہؓ

ان کی شان و عظمت کا اس سے اندازہ ہوگا کہ ایک حدیث پاک میں یہ بیان ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امینؑ نے حضرت حفصہ کے بارے میں یہ الفاظ حضورؐ کے سامنے کہے:

"وہ بہت عبادت کرنے والی' بہت روزے رکھنے والی ہیں' وہ جنت میں بھی آپؐ کی زوجہ ہیں۔"

رسول اکرمؐ نے حضرت حفصہؓ کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدسؐ کے ارشاد کے مطابق حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ عدویہ نے ان کو لکھنا سکھایا۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ رسول کریمؐ نے قرآن مجید کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا کر کے حضرت حفصہؓ کے پاس رکھوا دیا تھا۔ یہ اجزاء حضور اقدسؐ کی وفات کے بعد پوری زندگی ان کے پاس رہے۔ یہ ایسا عظیم الشان شرف تھا جو حضرت حفصہؓ کو حاصل ہوا۔

حضرت ام حبیبہؓ

ان کو حضور اقدسؐ سے اس قدر محبت تھی کہ اس کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ ان کے والد ابو سفیان قریش کے سردار تھے۔ ابھی وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ ایک مرتبہ اپنی بیٹی کے گھر آئے

اور رسول اکرمؐ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو اسی وقت حضرت ام حبیبہؓ نے بستر الٹ دیا۔ یہ دیکھ کر ابو سفیان کو بہت ناگوار گزرا۔ بولے تمہیں اس بستر پر اپنے باپ کا بیٹھنا بھی پسند نہیں۔

اس پر حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا:

"بے شک مجھے پسند نہیں کہ رسول پاکؐ کے بستر پر ایک مشرک بیٹھے۔"

یہ سن کر ابو سفیانؓ نے اتنا کہا "تو میرے بعد بہت بگڑ گئی۔"

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرمؐ نے فرمایا'

"جو شخص بارہ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔"

حضرت ام حبیبہؓ یہ سن رہی تھیں۔ پھر وہ ساری زندگی روزانہ نہایت پابندی سے پڑھتی رہیں۔

رسول اقدسؐ کے نکاحوں کا اصل مقصد یہ تھا

رحمت عالمؐ کی پیاری زندگی پر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ آپؐ ایک آزاد معاشرہ میں پچیس سال کی عمر تک' کہ جو جوانی اور شباب کا زمانہ ہوتا ہے' شادی نہیں کرتے پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی درخواست پر اور عزیز و اقارب کے مشورہ پر ان سے نکاح کرتے ہیں۔ اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر چالیس سال تھی اور اس سے پہلے وہ دو بار بیوہ ہو چکی تھیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جس وقت حضورؐ نے نکاح فرمایا اس وقت آپؐ عفت و پرہیز گاری میں پورے عرب میں مشہور تھے پھر اس نکاح کے بعد تقریباً پچیس سال یعنی جب تک حضرت خدیجۃؓ زندہ رہیں آپؐ نے دوسرا نکاح نہیں کیا حالانکہ عرب میں تعدد ازواج کی رسم بلا قید و شرط رائج اور عام تھی۔

اس سے واضح ہے کہ نکاح سے آپؐ کی کوئی نفسانی غرض نہ تھی بلکہ ان نکاحوں سے اصل غرض یا تو محض ہمدردی یا رحم فرمانا تھا' یا مختلف قوموں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنا تھا اور اس کے ساتھ ملکی مصلحتیں اور دینی اغراض بھی وابستہ تھیں کہ عرب جیسے جمود پسند ملک میں اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

آپؐ کی ہر ادا رحمت ہی رحمت ہے

اب ذرا ان نکاحوں پر غور کریں کہ یہ کس قدر ضروری تھے۔ حضور اقدسؐ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح فرمایا تو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کے بعد یہود' مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل

نہیں ہوئے حالانکہ اس سے پہلے سب لڑائیوں میں وہ کسی نہ کسی طرح کفار کا ساتھ دیتے رہے تھے۔

اس طرح حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کا یہ فائدہ ہوا کہ ان کے والد حضرت ابو سفیانؓ جو ہر لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف پیش پیش رہے تھے وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اور فتح مکہ سے ذرا پہلے اس طرح مسلمان ہوئے کہ کفار مکہ کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمان بڑی آسانی سے مکہ میں داخل ہو گئے۔

اس طرح ام المومنین حضرت جویریہؓ کے نکاح پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اس سے مسلمانوں کو کس قدر فائدہ ہوا۔ یہ پیش نظر رہے کہ حضرت ام جویریہؓ کے والد عرب کے مشہور رہزن اور پیشہ ور ڈاکو تھے۔ ان کو مسلمانوں سے خاص طور سے بڑی عداوت تھی۔ وہ اس قدر طاقت و اثر رکھتے تھے کہ قبیلہ بنو مصطلق ان کے اشارے پر کام کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نکاح سے پہلے یہ قبیلہ مسلمانوں کے خلاف ہر لڑائی میں شریک رہتا تھا۔ لیکن نکاح کے بعد یہ ٹکراؤ بالکل ختم ہو گیا۔ بلکہ پورا قبیلہ چوری ڈکیتی چھوڑ کر مہذب زندگی اختیار کر لیتا ہے۔

اس طرح حضرت ام المومنین حضرت میمونہؓ سے نکاح ہوا تو اس سے ملک نجد میں اسلام کے پھیلنے میں بڑی مدد ملی۔ اس لئے کہ ان کی بہن سردار نجد کے گھر میں تھیں۔ حالانکہ یہی اہل نجد تھے جنہوں نے ستر مبلغین اسلام اور حفاظ و قراء کو دھوکا دے کر شہید کر دیا تھا۔

اس طرح ام المومنین حضرت زینبؓ بن جحش سے نکاح ہوا تو اس سے لے پالک کا بت ٹوٹا جس سے بڑے معاشرتی فائدے حاصل ہوئے۔

اس کے علاوہ ان نکاحوں سے دینی تعلیم و تبلیغ میں بھی بڑی مدد ملی۔ چنانچہ صرف حضرت عائشہؓ سے احکام و مسائل، اخلاق و آداب اور حیات طیبہ سے متعلق دو ہزار دو سو دس روایات مروی ہیں۔ حضور اقدسؐ کے وصال کے بعد انہوں نے مسلسل اڑتالیس سال تک دین کی خدمت انجام دی ہے۔ ان کا روایت و درایت اور فقہ و فتاویٰ میں وہ بلند رتبہ ہے جو محتاج بیان نہیں۔

اس طرح حضرت ام سلمہؓ کی روایات کی تعداد تین سو اٹھتر ہے۔ اور اگر ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے۔

اب ذرا اس پہلو سے دیکھئے کہ یہ نکاح امت کی ہدایت کے لئے کس قدر مفید ہوئے ہیں کہ حضور اقدسؐ کی خلوت کا حال ان کے ذریعہ معلوم ہوا۔ ورنہ آپؐ کی مبارک زندگی کا یہ گوشہ پوشیدہ رہتا اور

دین حق کی تبلیغ کا حق ادا نہ ہوتا۔

اس کے علاوہ امت اس سے بھی محروم رہتی کہ اپنی سوتیلی اولاد کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا جائے۔ یہ پیش نظر رہے کہ حضرت ام سلمہؓ اپنے سابق شوہر کے بچوں کے ساتھ حضور اقدسؐ کے نکاح میں آئیں تھیں۔ آپؐ نے ان بچوں کی پرورش فرمائی اور اپنے عمل سے بتادیا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد کی پرورش کرنی چاہئے۔ اگر کوئی بھی رفیق حیات اس طرح کی نہ ہوتی تو عملی طور پر سوتیلی اولاد کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور امت کو اس سلسلہ میں کوئی ہدایت نہ ملتی۔

غرض یہ کہ ان نکاحوں کے ذریعہ تعلیم و تبلیغ کرنا' اسلام کا دائرہ وسیع کرنا' اور اللہ کے بندوں کو اک پیاری زندگی عطا کرنا تھا۔ کاش دشمنان اسلام اس بھید کو سمجھتے اور اپنی ستم ظریفیوں سے باز آتے۔

سادہ زندگی

رحمت عالمؐ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ جس طرح بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے' ایسے ہی نبوت و سلطنت مل جانے کے بعد بھی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے' کبھی اپنے خادموں کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبولؐ نے کبھی اپنے آپ کو دنیوی کام کاج میں اوروں سے ممتاز نہیں کیا بلکہ جیسے تم سب لوگ اپنے گھروں میں اپنا کام کرتے ہو ایسے ہی آپؐ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ خود ہی اپنی بکریوں کا دودھ دوہتے تھے' خود ہی اپنے کپڑے سیتے تھے' خود ہی جوتیاں گانٹھ لیتے تھے' غرض اپنے سب کام خود کر لیتے تھے۔

مدینہ منورہ میں جب مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو رہی تھی تو آپؐ بھی سب کاموں میں شریک تھے۔ یہاں تک کہ معمولی مزدور کی طرح اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر بھی آپؐ خندق کھودنے میں سب کے ساتھ برابر شریک رہے آپؐ ہمیشہ صرف اپنا ہی کام نہیں بلکہ اوروں کا کام بھی خود کر دیا کرتے تھے اور اس میں آپؐ اور آپؐ کے ادنیٰ خادم میں کچھ فرق نہ ہوتا تھا۔

اکثر فاقہ ہوتا تھا

کھانے میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ عموماً جو کی روٹی ہوتی تھی۔ اور یہ بھی بسا اوقات نہیں ہوتی تھی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی حیات میں کبھی آپؐ کو اور آپؐ کے اہل و عیال کو پیٹ بھر کر روٹی بھی متواتر دو دن تک نہیں ملی۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا "ہم اہل بیت محمدؐ کے گھروں میں بعض دفعہ ایک ایک مہینہ تک آگ نہیں جلی اور ہم صرف کھجوروں اور پانی پر گزارا کرتے رہے۔"

حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی اور دامن اٹھا کر دکھایا کہ پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے تو رسول اللہؐ نے ہماری تسکین کے لئے اپنا دامن اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ "آپؐ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا' جو کچھ ہوتا تھا وہی تناول فرما لیتے تھے اور بھوک نہیں ہوتی تو چھوڑ دیتے تھے۔"

حضور اقدسؐ کا بستر

آپؐ کا لباس قمیص' چادر' تہبند یا ازار اور عمامہ تھا۔ یہ سب چیزیں بالعموم سوتی اور معمولی قسم کے کپڑے کی ہوتی تھیں۔

آپؐ کے آرام فرمانے کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ "رسول اللہؐ کا بستر آپؓ کے گھر میں کس چیز کا تھا؟" آپؓ نے فرمایا "چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔"

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں "ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے ہم دہرا کر دیا کرتے تھے۔ ایک رات میں نے خیال کیا کہ اگر اس کی چار تہیں کر دیں تو آپؐ کو زیادہ آرام ہو گا۔ چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں کر دی تھیں تاکہ آپؐ کو زیادہ آرام ملے۔" صبح آپؐ نے فرمایا "نہیں اسے تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی کر دو اس کی نرمی رات کو اٹھنے میں مانع ہوتی ہے۔"

کاشانہ نبویؐ

رحمت عالمؐ کے نورانی گھر کا طول و عرض 7 x 10 ہاتھ تھا' اونچائی اتنی کہ کھڑے ہو کر چھت چھوئی جائے' دیواریں کچی' کہیں کہیں کھجور کے تنوں کا ستون' چھت کھجور کے پتوں کی' دروازے پر کواڑ کی بجائے فقط کمبل کا ایک ٹکڑا لٹکا رہتا تھا۔ جگہ کی تنگی کا اس سے اندازہ ہو گا کہ تہجد کے وقت

حضور اقدسؐ کے سجدوں کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پاؤں سمیٹ کر آرام فرماتی تھیں۔

یہ فقروفاقہ اختیاری تھا

جان لیں کہ یہ فقروفاقہ حضور اقدسؐ نے خود اختیار فرمایا تھا ورنہ آپؐ کے پاس کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ آپؐ فرماتے ہیں "میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا "اے اللہ' مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تاکہ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں' تیری تعریف کروں۔"

غرض یہ سادہ زندگی آپؐ کی اپنی پسند تھی۔ سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے اپنے لئے کوئی ممتاز جگہ نہیں بنائی تھی۔ لوگ جب آپؐ کی زیارت کے لئے آتے تو دریافت کرتے تھے کہ "تم میں محمدؐ کون ہیں؟" صحابہ کرامؓ فرماتے "یہ جو گورے گورے سہارا لگائے بیٹھے ہیں۔" چلنے میں یہ حالت تھی کہ ہمیشہ ملے جلے چلتے تھے اور اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ جب حضورؐ مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ کے لوگ حضور اقدسؐ کو پہچان نہ سکے' وہ حضرت صدیق اکبرؓ سے مصافحہ کرتے کیونکہ ان کے کچھ بال پک گئے تھے جس کی وجہ سے وہ بڑے معلوم ہوتے تھے۔ پھر جب دھوپ آئی تو حضرت صدیق اکبرؓ آپؐ پر کپڑا تان کر کھڑے ہوئے' اس وقت حاضرین نے پہچانا کہ محمدؐ یہ ہیں۔

حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم ازدواجی رشتے کس طرح رچائیں گے۔ اس میں ہمارا کیا معیار ہو گا؟

یہ جان لیں کہ رسول اکرمؐ کی پوری زندگی سادہ رہی ہے چنانچہ شادی بیاہ میں بھی آپؐ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اور اس کی بہترین مثال خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کا نکاح ہے۔ اس کی سادگی کا اس سے اندازہ ہو گا کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیغام بھیجا تو آپؐ نے عذر فرمایا' پھر حضرت عمرؓ نے پیغام بھیجا تو اس وقت بھی آپؐ نے عذر فرمایا۔ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت علیؓ کو اس کے لئے

آمادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خاموش بیٹھ گئے۔ ان کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا "مجھے معلوم ہے کہ جس غرض سے تم آئے ہو اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ فاطمہؓ کا نکاح تم سے کروں۔"

پھر حضور اقدسؐ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا کہ "تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کچھ ہے؟" عرض کیا "ایک گھوڑے اور زرہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔" آپؐ نے فرمایا "گھوڑا تو مجاہد کے لئے ضروری ہے' البتہ تم زرہ فروخت کردو۔" چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ۴۸۰ درہم میں وہ زرہ خریدی اور بعد میں حضرت علیؓ کو تحفہ میں پیش کردی۔

اب حضرت علیؓ زرہ کی رقم لے کر حضور اقدسؐ کے پاس آئے۔ اس وقت آپؐ نے حضرت بلالؓ کو بازار سے خوشبو خرید کر لانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد ایک دن حضور اقدسؐ نے دو چار صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھا دیا۔ اس وقت حضرت علیؓ مجلس نکاح میں موجود نہ تھے اس لئے یہ فرمایا کہ اگر علی منظور کریں۔ جب حضرت علیؓ کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے یہ رشتہ منظور کرلیا۔

پھر حضور اقدسؐ نے ام ایمن کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کو قریب ہی حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا۔ دوسرے دن آپؐ خود وہاں تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے پانی مانگا۔ انہوں نے اٹھ کر پانی دیا' پھر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ بھی پانی لے آئے۔ اس کے بعد آپؐ نے دونوں پر وہ پانی چھڑکا اور دعا دی۔

اس خوشی کے موقع پر حضور اقدسؐ نے اپنی لخت جگر کو جو چند چیزیں عطا فرمائیں اس میں ایک بان کی چارپائی' ایک بستر' ایک چمڑے کا تکیہ' ایک پیالہ' ایک مشکیزہ' دو چکیاں اور دو عدد گھڑے تھے۔

قربان جایئے اس سادگی پر کہ نہ اس شادی میں برات ہے' نہ لاکھوں کا جہیز ہے' نہ کوئی بناوٹ ہے اور نہ ہی کوئی رسم و رواج ہے۔ پھر یہ مسلمان کہاں بھٹکے جارہے ہیں۔

حقیقت ولیمہ

یہ بھی دراصل ایک طرح سے نکاح کا اعلان ہے تاکہ اس کے ذریعہ سب کو معلوم ہوجائے کہ فلاں مرد اور فلاں عورت کے درمیان شرعی طور پر ازدواجی رشتہ طے ہوا ہے۔ چنانچہ رحمت عالمؐ نے

ولیمہ کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبیؐ نے فرمایا'

"دعوت ولیمہ کرو گو ایک ہی بکری سے ہو۔" (بخاری شریف)

یہ سچ ہے کہ حضور اقدسؐ نے ولیمہ کی تاکید فرمائی ہے اور یہ سنت رسولؐ بھی ہے۔ لیکن سنت کی کیا تعریف ہے وہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ جان لیں کہ سنت سے یہ مراد ہے کہ وہ فعل جو حدیث پاک سے ثابت ہو۔ اب حدیث پاک میں ولیمہ کا ثبوت تو موجود ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی کیفیت کا بھی ذکر ہے۔ اس لئے دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ولیمہ کی سنت کو تو اختیار کیا جائے اور اس کی جو کیفیت بیان ہوئی ہے اس کو نظرانداز کر دیا جائے۔

دیکھئے حضور اقدسؐ نے ولیمہ کرنے کا حکم دیا ہے تو آپؐ نے اس پر عمل کر کے بھی دکھایا ہے۔

ایک سفر میں رسول اکرمؐ کا حضرت صفیہؓ سے نکاح ہوا تو دوسرے دن صبح کو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا "جو کچھ کھانے کی چیز کسی کے پاس ہو لے آؤ۔" چنانچہ صحابہ کرامؓ کے پاس جو کچھ تھا سب لا کر رکھ دیا۔ کسی کے پاس کھجوریں، کسی کے پاس پنیر تو کسی کے پاس سوکھی روٹیاں تھیں۔ پھر سب نے حضور اقدسؐ کے ساتھ بیٹھ کر کھایا پیا۔

اب لوگوں کو ولیمہ کا ثبوت تو یاد رہ گیا ہے لیکن اس کی کیفیت یاد نہیں رہی۔ اس لئے ضروری ہے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے، ولیمہ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی خاطر کٹیا ہی ڈوب جائے۔

ہمیشہ دنیوی مال و متاع سے دور رہے ہیں

حضور اقدسؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ رب کریم نے آپؐ کو کبھی کسی دنیوی سہارے کا محتاج نہیں رکھا۔ آپؐ جب دنیا میں تشریف لائے تو والد کا سایہ بھی اٹھ چکا تھا۔ پھر ابھی چھ سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ والدہ بھی رخصت ہو گئیں اور اس کے دو سال بعد دادا عبدالمطلب بھی چل دیئے۔ ان کے بعد حضرت ابو طالب نے آپؐ کی تربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس وقت ان کے گھر کی یہ حالت تھی کہ وہ مشکل سے اپنا اور اپنے بچوں کا بوجھ اٹھاتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپؐ نو دس سال ہی کی عمر میں مزدوری پر بکریاں چرانے لگے۔

پھر جب ذرا اور بڑے ہوئے تو مکہ کے تاجروں کے ہاں مزدوری پر اور کبھی کبھی نفع میں حصہ پر کام کرنا شروع کیا۔ اس طرح رسول اقدسؐ نے اپنی ۲۵ سال کی عمر تک کام کیا اور شام، یمن، نجد اور غالباً حبشہ کا بھی سفر فرمایا۔

اس طرح مزدوری سے حضور اقدسؐ کو جو کچھ ملتا وہ یقیناً بہت کم ہوتا تھا۔ یہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ نکاح کے موقع پر حضرت ابو طالب نے جو خطبہ دیا اس میں انہوں نے آپؐ کے اخلاق کریمہ اور شرافت نسبی کا ذکر کرنے کے بعد خاص اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ آپؐ کے پاس دولت دنیا بالکل نہیں ہے۔

یہ جان لیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا مال تجارت لے کر حضور اقدسؐ دو مرتبہ شام گئے اور دونوں مرتبہ آپؐ کی حیثیت ایک اجیر کی تھی، مضاربت یا شریک تجارت کی نہ تھی اور یہ اس سے واضح ہے کہ اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضور اقدسؐ کی ایمانداری اور فرض شناسی سے خوش ہو کر مقررہ اجرت سے کچھ زیادہ دیا تھا۔

اب نکاح کے بعد دس سال تک آپؐ بازار میں تجارتی لین دین کرتے رہے۔ اس زمانے میں آپؐ نے غالباً تین تجارتی سفر بھی کئے۔ آپؐ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا مال اور قریش کے دوسرے تاجروں کا مال لے کر سفر کرتے اور صاحب المال سے اپنی اجرت حاصل کرتے تھے۔

پھر نزول وحی سے تقریباً پانچ سال پہلے آپؐ نے تجارتی لین دین سے توجہ کم کر دی تھی۔ صرف موسم حج میں کسی قدر تھوڑا کام کر لیتے تھے جس سے گزر بسر ہو جاتی تھی اور باقی وقت یاد الٰہی میں صرف

ہوتا تھا اور نزول وحی سے دو سال پہلے تو آپؐ کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ دو دو ہفتہ کی غذا لے کر غار حرا میں جا بیٹھتے اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ یہیں چالیس سال کی عمر میں رب کریم نے آپؐ کو ختم نبوت سے نوازا' اس کے بعد تیرہ سال کی مکی زندگی جو تھی وہ کچھ خوشحال نہ تھی' ہر طرف شدید مخالفت تھی' اس حال میں بازار میں کام کاج کرنا کہاں ممکن تھا۔ پھر تین سال تک مسلمانوں کا بائیکاٹ رہا اور سب قید و بند میں رہے اس صورت حال میں تو کاروباری زندگی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔

ہجرت کے موقع پر

پھر جب رحمت عالمؐ کفار مکہ سے تنگ آکر مدینہ ہجرت فرماتے ہیں تو اس وقت نہ کوئی سرمایہ آپؐ کے پاس تھا' نہ کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ تھی اور نہ دنیا کے کسی اور حصہ میں زمین' باغ' تجارتی کوٹھی یا کسی اور جائیداد کے مالک تھے۔ مکہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا ایک چھوٹا سا مکان ضرور تھا کہ جس میں آپؐ رہتے تھے۔

ہجرت کے بعد

ہجرت کے بعد جب مدنی زندگی کا آغاز ہوا تو یہاں دس سال اس طرح گزرے کہ آپؐ کے لئے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ معاشی کاموں کے لئے وقت نکالتے اس لئے کہ مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کی ایک شہری مملکت کی صورت میں بنیاد پڑ رہی تھی جس کے آپؐ سربراہ بھی تھے' سپہ سالار بھی' عادل جج بھی اور ناظم مملکت بھی تھے اور اللہ کے رسول تو تھے ہی۔ اس صورت حال میں کئی کئی وقت چولہا جلنے کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ لیکن یہ آپؐ کے لئے کچھ بار نہیں تھا اس لئے کہ آپؐ نے ابتدا ہی سے اپنی زندگی نہایت سادہ رکھی تھی۔ آپؐ نے تو اس وقت بھی اپنی زندگی بہت سادہ رکھی تھی جبکہ آپؐ کی مالی حالت نسبتاً اچھی تھی۔ اس وقت بھی دو سالن پسند نہیں فرماتے تھے۔ اپنا کام خود کرتے تھے۔ موٹے اور بے تکلف صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے اور جو رقم بچ جاتی اس سے غریبوں' مسکینوں اور بیواؤں کی مدد فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ بھی اسی رنگ میں رنگ گئے تھے۔ ان کو دنیاوی دولت و تعیش کی زندگی سے نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں کبھی مرعوب نہیں ہوتے تھی' نہ دربار کے ریشمی پردے' قیمتی قالین اور منقش فرش ان کی توجہ کو اپنی

طرف مبذول کرتے اور نہ دولت و جاہ کی ہوس ان کے پاک دلوں تک راہ پاتی تھی۔

بیت المال میں وسعت ہوئی

سنہ ٦ھ کے آخری ایام یا سنہ ٧ھ کے اوائل میں جب خیبر فتح ہوا تو اس کی آمدنی سے بیت المال میں وسعت ہو گئی۔ پھر حضور اقدسؐ نے یہ انتظام فرمایا کہ فدک کی زمینوں سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ مہمانوں پر صرف فرماتے، بنی نضیر کی آمدنی اہل صفہ کے لئے اور دوسرے مساکین کے لئے تھی اور بنی قریظہ کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کا خرچ پورا کرتے تھے جو بڑی تنگی کے ساتھ پورا ہوتا تھا اور اس میں سے بھی اہل ضرورت پر بڑا حصہ صرف ہو جاتا تھا۔

اس کے بعد وصال تک حضور اقدسؐ کی معاشی زندگی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا حالانکہ فتوحات کا سلسلہ جاری تھا اور بیت المال چھلک رہا تھا لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپؐ نے اپنے یا اپنے اہل و عیال کے لئے اس کثیر دولت میں سے کوئی حصہ حاصل کیا ہو۔

غرض یہ کہ حضور اقدسؐ نے اپنی پوری زندگی میں نہ کوئی ایسی جائیداد پیدا کی جو آمدنی کا ذریعہ ہوتی اور نہ کبھی نذرانوں پر زندگی بسر فرمائی، وراثت میں بھی آپؐ کو کوئی جائیداد نہیں ملی، کسی زرعی یا غیر زرعی ایسی جائیداد کا ہبہ بھی قبول نہیں فرمایا جو آمدنی کا ذریعہ ثابت ہوتی بلکہ ساری عمر مبارک محنت و مزدوری سے زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔

حضور اقدسؐ نے مشقت و غلو پسندی سے روکا ہے

رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی سے یہ واضح ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ میانہ روی اور اعتدال کی ہدایت فرمائی ہے۔ آپؐ نے رہبانیت اور دنیا سے قطع تعلق کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ کسی سفر میں ایک صحابیؓ نے ایک غار دیکھا، جس کے اطراف سبزہ اگا ہوا تھا، تو ان کا دل گوشہ نشینی کی طرف مائل ہو گیا۔ جب آپؐ کو یہ معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا "میں یہود و نصاریٰ کا دین لے کر نہیں آیا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کا آسان اور سہل دین لایا ہوں۔"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی اکرمؐ کے ساتھ تھے۔ ہم میں بعض روزہ دار تھے اور بعض افطار کرنے والے تھے۔ سخت گرمی کے دن تھے۔ آپؐ ایک مقام پر اترے، ہم میں اکثر لوگ

چادروں کو سائبان بناتے اور بعض اپنے ہاتھوں سے سورج کی تیز شعاعوں کو روکتے تھے۔ روزہ دار شدت' تمازت کی تاب نہ لاکر گر پڑے اور افطار کرنے والوں نے اپنے خیمے نصب کئے اور جانوروں کو پانی پلایا۔ اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "آج افطار کرنے والوں نے ثواب لوٹ لیا۔"

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ تین شخص حضور اقدسؐ کے گھر آئے اور آپؐ کی ازواج مطہراتؓ سے آپؐ کی عبادت کا حال پوچھا۔ جب انہوں نے اس کی خبر دی تو انہوں نے آپؐ کی عبادت کو کم سمجھا اور کہنے لگے ہم کہاں اور حضورؐ کہاں؟ اللہ نے آپؐ کے اگلے اور پچھلے گناہ کو معاف کردیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا "میں ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا' میں ہمیشہ روزے ہی رکھا کروں گا اور افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔

جب حضور اقدسؐ تشریف لائے اور آپؐ کو اس کی خبر ملی تو فرمایا "کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ سنو' اللہ کی قسم' میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں۔ جو شخص میری سنت سے روگردانی کرنے گا وہ میری امت میں سے نہیں۔"

یہی وہ معتدل طریقہ ہے جس پر آپؐ نے سب کو قائم رکھنا چاہا ہے۔

اپنی جان کے بھی کچھ حقوق ہیں

ایک مرتبہ سفر حج میں حضور اقدسؐ نے ایک ضعیف کو دیکھا جو خود چل نہیں سکتا تھا اور اس کے بیٹے اس کو دونوں طرف سے پکڑ کر چلا رہے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس نے پیدل حج کی نیت کی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

" اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ یہ اپنی جان کو اس طرح عذاب میں ڈالے' اس کو سوار کردو۔"

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے جو ایک نہایت عابد و زاہد صحابی تھے' یہ عہد کرلیا کہ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے' جب حضور اقدسؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے ان سے فرمایا:

"اے عبداللہ' تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے' تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے' تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔ مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لینا کافی ہے۔"

دعوت و تبلیغ

یہ پیش نظر رہے کہ پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی رحمت عالمؐ کو منصب نبوت کی ذمہ داریوں کا احساس ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپؐ چپکے چپکے لوگوں کو توحید کا درس دیتے رہے' لوگوں کو رب کریم سے تعلق پیدا کرنے کو سمجھاتے رہے۔ یہ سلسلہ تین سال رہا۔ پھر جب تبلیغ عام کا حکم ہوا تو ایک دن صبح سویرے آپؐ نے صفا کی چوٹی سے پکارا "یا صباحاہ" یہ نعرہ اس وقت لگایا جاتا تھا جب کسی دشمن کے حملہ کا فوری خطرہ ہوتا۔ یہ سننا تھا کہ سب جمع ہو گئے۔ پھر آپؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے بنی عبدالمطلب' اے بنی فہر' اے بنی کعب' اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات پر یقین کرو گے؟"

سب نے کہا "تم صادق ہو اور امین بھی' ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ کہتے نہیں سنا اور تم بلندی سے دوسری طرف بھی دیکھ سکتے ہو۔"

جب یہ فطری اور ابتدائی مرحلہ طے ہوا اور سننے والوں کے اعتماد اور یقین کا علم ہو گیا تو رحمت عالمؐ نے فرمایا: "سنو' میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈرانے اور آگاہ کرنے آیا ہوں۔ تو تم اپنی جانوں کو بچاؤ۔ اللہ نے مجھے اپنے قریب ترین عزیزوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم قریش کے لوگ میرے اقارب ہو۔ میں تم کو اللہ سے دلوانے اور آخرت میں تمہیں کسی حصہ سے بہرہ ور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا مگر یہ کہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ تب میں تمہارے رب کے یہاں اس کی شہادت دوں گا۔ اس کلمہ کی بدولت عرب تمہارے تابع اور عجم تمہارا مطیع ہو جائے گا۔"

یہ سنتے ہی مجمع پر ایک خاموشی چھا گئی۔ بجز ابولہب کے وہ اول فول بکتا رہا۔ جبل صفا کی اس للکار نے اہل مکہ کو چونکا دیا۔ اب دعوت حق کا گلی گلی چرچا ہونے لگا۔

بے اختیار ایمان لے آئے

ایک مرتبہ جب حضور اقدسؐ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ حبشہ کے نصاریٰ کا ایک وفد آپؐ سے ملنے آیا۔ اس وقت قریش اپنی مجلسوں سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ یہ لوگ بڑی دیر تک حضور اقدسؐ سے سوالات کرتے رہے۔ آخر میں اللہ کے رسولؐ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ

کا کلام بھی سنایا۔ اس سے ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور وہ سب بے اختیار ایمان لے آئے۔ پھر جب وہ اٹھ کر جانے لگے تو ابو جہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے پیچھے گیا اور کہنے لگا "تم سا احمق گروہ میں نے نہیں دیکھا۔ تمہارے ہم وطنوں نے تو تمہیں حال دریافت کرنے بھیجا تھا' انہوں نے تمہیں اس شخص کی باتوں میں آکر اپنے اچھے بھلے دین کو چھوڑنے کو تو نہیں کہا تھا۔" اس پر اس بد بخت کو یہ جواب ملا:

"ہم نادانی میں تمہارا مقابلہ نہیں کرسکتے اور نہ بھلائی سے محروم رہ سکتے ہیں۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں۔ تم اپنے اعمال کے جوابدہ ہو۔ اچھا تم کو ہمارا سلام۔"

حضرت طفیل بن عمر دوسی کا ایمان لانا

آپ عرب کے ایک سردار اور ممتاز شاعر تھے۔ ایک مرتبہ زیارت کعبہ کے لئے آئے تو قریش نے حسب معمول ان کو بھی رسول اقدسؐ سے قریب ہونے اور آپؐ کی بات سننے سے ڈرایا۔ کہنے لگے آپؐ کی زبان میں جادو ہے۔ چنانچہ اس خیال سے کہ مبادا آپؐ کی آواز کانوں میں نہ پڑ جائے طفیل نے دونوں کانوں میں روئی ٹھونس لی۔

وہ کہتے ہیں کہ پھر میں حرم کی طرف گیا کہ اچانک میری نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہؐ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے ہیں۔ اب میں آپؐ کے پاس کھڑا ہو گیا اور اللہ نے آپؐ کا کچھ کلام مجھے زبردستی سنوا ہی دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا "میری ماں مجھے روئے' اللہ کی قسم میں سخن ور بھی ہوں اور سخن شناس بھی' کلام کی اچھائی برائی مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ آخر یہ کلام سننے سے مجھے کیا چیز مانع ہو رہی ہے' اگر وہ واقعی اچھی بات ہے تو میں اسے قبول کروں گا' بری بات ہے تو چھوڑ دوں گا۔"

اس کے بعد طفیل کاشنہ نبویؐ پر پہنچے اور اپنا حال بیان کیا۔ عرض کیا "اپنی تعلیمات بیان فرمایئے۔" اس پر رحمت عالمؐ نے ان کو اسلام لانے کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ یہ سننا تھا کہ بے اختیار پکار اٹھے.....

"اس سے بہتر کلام آج تک میرے کانوں نے نہیں سنا۔" اور وہ مسلمان ہو گئے۔

جب وطن جانے لگے تو عرض کیا "اپنے وطن میں تبلیغ کروں گا' میرے لئے دعا فرمایئے۔" گھر پہنچے تو والد سے کہا "اب میرا آپ سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔" پوچھا کیوں؟ فرمایا "میں نے اسلام قبول

کرلیا ہے۔" والد نے کہا جو دین تیرا ہے وہ میرا ہے۔ پھر بیوی سے یہی معاملہ پیش آیا۔

اس کے بعد جب قبیلہ والوں کو دعوت دی تو وہ نہ مانے' چنانچہ وہ خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا" دوس پر غفلت طاری ہے' وہ ہلاک ہوگئے کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا ہے۔" عرض کیا" آپؐ ان کے لئے بددعا کیجئے۔" اس پر رحمت عالمؐ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا'

"اے اللہ' دوس کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لے آ۔" اس کے ساتھ آپؐ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ جاکر پھر تبلیغ کرو اور نرمی سے کام لو۔ پھر سب نے یہ دیکھا کہ غزوۂ طائف کے موقع پر پورا قبیلہ دوس حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر تھا اور یہ آپؐ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

ایک ایک فرد کو دعوت دی

اہل مکہ اور اہل طائف سے ناامید ہو کر رحمت عالمؐ نے اب اپنا رخ ایام حج میں آنے والے زائرین کی طرف کیا۔ آپؐ منیٰ تشریف لے جاتے اور وہاں جمع ہونے والوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ اس وقت بھی قریش آپؐ کے پیچھے لگے رہتے تھے۔ ان میں ابولہب پیش پیش تھا۔

انہی دنوں حضور اقدسؐ بنی عامر کے ڈیرے پر تشریف لے گئے اور دعوت حق پیش فرمائی' جس سے وہ بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے آپؐ کی حمایت کی حامی بھرلی۔ اتنے میں بحیرہ بن فراس فہری آیا۔ اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ سب حضور اقدسؐ کے شیدائی ہوگئے ہیں تو اس نے ان سب کو اس طرح بہکایا کہ اس کی قوم نے تو اس کو نکال دیا ہے' اس کی تکذیب کی ہے' اب کیا تم اس کو جگہ دے کر اس کی مدد کرو گے؟ پھر وہ حضور اقدسؐ سے کہنے لگا" جایئے اور اپنی قوم سے مل جایئے' اگر اس وقت آپ میری قوم کے پاس نہ ہوتے تو میں آپؐ کا سر تن سے جدا کردیتا۔

یہ سن کر حضور اقدسؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے کہ بحیرہ نے اس زور سے اونٹنی کے پیٹ پر ڈنڈا مارا کہ وہ اچھل پڑی اور حضور اقدسؐ کو نیچے گرادیا۔

اس وقت بنی عامر میں اتفاق سے ایک خاتون ضباء عامر بن قرط بھی موجود تھی جو مکہ میں آپؐ کے دست مبارک پر ایمان لاچکی تھی۔ اسے پتہ چلا تو اپنے چچیرے بھائیوں سے کہا" اے آل عامر' اب میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارے سامنے یہ بدسلوکی ہو رہی ہے اور تم میں سے کوئی انہیں بچا نہیں سکتا؟" اس پر اس کی بھائیوں میں سے تین اٹھے اور بدسلوکی کرنے والے کے سینے پر چڑھ کر

طمانچوں سے منہ لال کردیا۔ اس وقت ان کے اس احسان کے بدلہ میں رحمت عالمؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ اس کی برکت سے وہ بعد میں ایمان لائے اور شہادت کے درجہ سے سرفراز ہوئے۔

زندگی بھر افسوس رہے گا

حج کے دنوں میں حضور اقدسؐ بنی عبس کے خیموں پر بھی تشریف لے جاتے اور انہیں دین حق کی دعوت دیتے مگر وہ بہرے بن کر سنی ان سنی کر دیتے۔ ایک مرتبہ ان کے ایک ساتھی میسرہ بن مسروق عبسی نے حضورؐ کی بات سن کر اپنے ساتھیوں سے کہا "واللہ اگر ہم انہیں ساتھ لے جائیں اور اپنے علاقے کے مرکزی مقام پر رکھیں تو یہ سب پر غالب آجائیں گے۔" لیکن اس کی قوم نے کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا "آپؐ کا کلام کتنا روشن اور اچھا ہے مگر میری قوم ہی ساتھ نہ دے تو میں مجبور ہوں۔" ایک عرصہ کے بعد یہی میسرہ حجتہ الوداع کے موقع پر حاضر ہوئے کہنے لگے "اے اللہ کے رسولؐ میں تو پہلے دن ہی سے آپؐ کی پیروی چاہتا تھا' اب اتنی دیر کے بعد ایمان نصیب ہوا' اس کا زندگی بھر افسوس رہے گا۔"

اہل یثرب کی دنیا بدل گئی

یہ حضور اقدسؐ کی عادت شریفہ تھی کہ ایام حج میں ایک ایک خیمہ پر تشریف لے جاتے اور سب کو توحید کا پیغام سناتے۔ ایک دن پھرتے پھرتے عقبہ کی گھاٹی پر پہنچے تو ایک جگہ چھ لوگوں کو دیکھا جو سر منڈا رہے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ یثرب سے آئے ہیں اور بنی خزرج سے تعلق ہے۔ آپؐ نے انہیں بھی اسلام کی دعوت دی۔ اس پر وہ آپس میں کہنے لگے "یہ تو وہی نبی ہیں جس کا یہودی تذکرہ کرتے رہتے ہیں' دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا دامن تھامنے میں وہ ہم پر سبقت لے جائیں۔" اس طرح انہوں نے آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لے آئے۔ عرض کیا "ہم اپنی قوم کے پاس جاتے ہیں اور جس دین کو ہم نے قبول کیا ہے اس کی دعوت دیتے ہیں' اگر وہ مان گئے تو پھر کوئی شخص آپؐ سے زیادہ معزز نہ ہوگا' اب ہم آئندہ سال پھر آپؐ کے پاس آئیں گے۔"

میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو

اس کے بعد یثرب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ دوسرے سال حج کے

دنوں میں یثرب سے جو زائرین آئے ان میں دو عورتیں اور ۷۲ مرد مسلمان تھے۔ ایک رات وہ سب چھپتے چھپاتے عقبہ کی گھاٹی میں جمع ہوئے۔ اس وقت حضرت عباسؓ نے ان سب سے کہا "تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ میرے بھتیجے محمد کے خون کے پیاسے ہیں' اگر تم ان سے کوئی عہد کرنے لگو تو یہ سمجھ لینا کہ یہ بہت مشکل اور نازک کام ہے۔ یہ سرخ و سیاہ آندھیوں کو دعوت دینا ہے' جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو۔ یہاں سے نکلنے اور تم سے جا ملنے کے بعد ان کا ساتھ چھوڑ دینے اور دشمنوں کے حوالے کرنے کا ذرا بھی اندیشہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ ابھی ان کو چھوڑ دو۔ وہ اپنی قوم میں مضبوط اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔"

اس پر اہل یثرب کے جانثاروں نے کہا "اب اللہ کے رسول کچھ ارشاد فرمائیں اور وہ اپنے لئے جو عہد لینا چاہیں' ہم سے لے لیں۔" ان کی اس درخوست پر رحمت عالمؐ نے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا "میں تم سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم میری حفاظت اپنی جانوں کے برابر کرو گے۔"

اس پر رئیس خزرج براء بن معرور آگے بڑھے اور حضور اقدسؐ کا دست مبارک تھام لیا' کہنے لگے "بے شک ہم آپؐ کی اسی طرح حفاظت کریں گے' آپؐ ہم سے بیعت لیں۔" اتنے میں ابوالہیثم بول اٹھے "اے اللہ کے رسولؐ اس وقت ہم یہودیوں سے حلیفانہ معاہدہ کئے ہوئے ہیں۔ اب اسے ختم کرنا پڑے گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ غلبہ پاکر آپؐ ہمیں چھوڑ دیں۔ اور اپنی قوم میں واپس ہو جائیں۔" یہ سن کر رحمت عالمؐ نے فرمایا' "نہیں ایسا نہیں ہو گا' بلکہ میرا خون تمہارا خون' میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے' میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو' تم جس سے لڑو گے میں اس سے لڑوں گا' جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔" اس موقع پر حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ آپؐ ہم سے جو چاہیں عہد لے لیں' اگر ہم یہ تمام باتیں پوری کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟" آپؐ نے فرمایا'

"جنت اور اس کی نعمتیں۔"

یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے یہ آواز آئی "ہم اس کے لئے راضی ہیں۔" اب حاضرین ہر طرف سے بیعت کے لئے آگے بڑھے۔

مسجد قبا اور مسجد نبویؐ کی تعمیر

سفر ہجرت کے دوران غار ثور میں تین دن قیام کے بعد رحمت عالمؐ اور آپؐ کے جانثار ساتھی صدیق اکبرؓ کوئی آٹھ دن تھکا دینے والے سفر کے بعد مدینہ کی بستی قبا میں پہنچے اور ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل مدینہ جو ہر روز بڑے شوق سے آپؐ کے منتظر تھے وہ آج بھی دوپہر تک انتظار کر کے واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی جو اپنے قلعہ پر چڑھا تو آپؐ کو دیکھ کر قرائن سے پہچان لیا۔ اس نے اسی وقت پکار کر کہا "اے اہل عرب تمہیں جس ہستی کا انتظار تھا وہ آگئی ہیں۔" یہ سننا تھا کہ انصار بے تابانہ گھروں سے نکل پڑے اور حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آج ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

ایسے پر مسرت ماحول میں اللہ کے پیارے رسولؐ سب سے پہلے مسلمانوں کا ایک مرکز قائم کرنے کی فکر کرتے ہیں اور ایک مسجد کی بنیاد رکھتے ہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی یہ شان بیان ہوئی ہے کہ " جس کی بنیاد روز اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔" اس مسجد کی عمارت بالکل سادہ تھی اور رسول اقدسؐ بہ نفس نفیس اس کی تعمیر میں شریک رہے تھے۔

اس کے بعد مدینہ منورہ میں مستقل قیام گاہ پر پہنچ کر وہاں بھی آپؐ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ اللہ کے سچے اور نیک بندوں کے لئے ہر آبادی میں تقدم اسی عمارت کو حاصل ہے جہاں اپنے خالق و مالک کی عبادت کر سکیں۔ چنانچہ قبا کی طرح یہاں بھی سب سے پہلے آپؐ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو عالم اسلام میں مسجد نبویؐ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر میں بھی آپؐ بہ نفس نفیس شریک رہے۔

اس عظیم الشان مسجد کی کچی اینٹوں اور ان گھڑ پتھروں کی دیواریں تھیں، کھجور کی شاخوں کے چھپر بنا کر چھت ڈال کر اوپر مٹی بچھا دی گئی تھی۔ ستونوں کا کام کھجور کے تنوں سے لیا گیا تھا۔ فرش خام تھا۔ مینہ برستا اور چھت سے پانی ٹپکتا تو فرش کیچڑ کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ اس سے بچنے کے لئے اسے اوپر سے گارے سے لیپ دیا گیا تھا لیکن پھر بھی پانی گرتا جس سے زمین گیلی ہو جاتی اور نماز ادا کرنے میں دقت پیش آتی تھی۔ اس صورت میں صحابہ کرامؓ نے کنکریاں لا کر انہیں اپنی اپنی جگہ بچھا لیں اور اس طرح مسجد میں سنگریزوں کا فرش بن گیا۔

یہ سادہ اور پروقار مسجد کو یہ مقام حاصل ہے کہ تمام عالم میں اس کے انوارات پھیلے ہیں اور یہیں

سے دنیا والوں کو اللہ کی بندگی کا سبق ملا ہے۔

آخری لمحات

رحمت عالمؐ کو دین حق کی تبلیغ کے لئے جو تڑپ و لگن تھی اس کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ آخری لمحات ہیں' سینہ مبارک میں سانس کی گھڑگھڑاہٹ محسوس ہوتی ہے کہ اس حال میں لب مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے' الصلٰوۃ الصلٰوۃ وما ملکت ایمانکم "نماز اور غلاموں کا خیال رہے۔"

انداز دعوت وارشاد

رحمت عالمؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ اس انداز سے دعوت دیتے تھے کہ دوست و دشمن سب آپؐ کی باتوں سے متاثر ہوتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپؐ لوگوں کی ذہنی سطح اور ان کی طبیعت کا بھی پورا خیال رکھتے تھے' ایک روایت میں کچھ اس طرح ہے کہ فزارہ نامی ایک بدوی حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا "میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے' جو سیاہ رنگ کا ہے۔ میں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے کہ ہم میاں بیوی میں کوئی بھی سیاہ رنگ کا نہیں ہے۔"

اس پر حضور اقدسؐ نے اس کی سمجھ اور پیشہ کے مطابق اس سے دریافت فرمایا' "کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟" عرض کیا "جی ہاں۔"

آپؐ نے دریافت فرمایا "وہ کس رنگ کے ہیں؟" عرض کیا "سرخ رنگ کے۔"

آپؐ نے دریافت فرمایا "کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا یا کم سیاہ رنگ کا کوئی اونٹ بھی ہے؟"

عرض کیا "ہاں ہے۔" اس پر آپؐ نے فرمایا'

اب تم ہی بتاؤ کہ سرخ رنگ کے اونٹوں میں یہ سیاہی کس طرح آگئی؟" اس نے عرض کیا'

"ممکن ہے کہ اس کے نسب میں کوئی اونٹ خاکستری یا سیاہ رنگ کا ہو اس کی جھلک ہو۔"

اب جب بات اس درجہ پہنچی تو حضور اقدسؐ نے اس طرح اس کا شبہ دور کر دیا کہ فرمایا'

وھذا عسٰی ان یکون نزعة عرق۔ "گویا یہاں بھی ایسا معاملہ ہو سکتا ہے کہ یہ نسب کا کرشمہ ہو اور اس میں تمہاری بیوی کا کوئی قصور نہ ہو۔"

دیکھئے کیا عجب انداز ہے! وہ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے تھے۔

مناسب وقت کا خیال رکھنا

رحمت عالمؐ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کی تعلیم و تربیت کے لئے مناسب وقت کا بھی خیال رکھتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں "نبیؐ وعظ و ارشاد میں تخول سے کام لیتے تھے تاکہ روزانہ اور ہر وقت کی نصیحت سے طبائع اکتا نہ جائیں۔"

اس کے ساتھ آپؐ موقع اور مناسبت سے کسی دینی حکم کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ وہ دل کی گہرائی میں نقش ہو جائے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، "نبیؐ جب کچھ ارشاد فرمانا چاہتے تو ہر ایک کلمہ کا تین مرتبہ اعادہ کرتے تاکہ سننے والا اچھی طرح اس کو سمجھ لے۔"

آسانی کو پسند فرمانا

رحمت عالمؐ ہمیشہ لوگوں کو دینی احکام و مسائل میں تنگی و سختی پیدا کرنے سے روکتے تھے۔

آپؐ فرماتے ہیں،

"لوگوں کو تعلیم دو اور آسانی پیدا کرو اور مشکلات سے پرہیز کرو۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے،

"تمہارے دین کا وہ حصہ بہتر ہے جو زیادہ آسان ہو اور بہترین عبادت احکام کی سمجھ بوجھ ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یہ طے کر لیا کہ عبادت میں بہت کوشش کروں گا، دن میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور رات کو روزانہ ایک کلام مجید ختم کروں گا۔ میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کر دیا۔ ایک مرتبہ میرے والد نے بیوی سے میرا حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا بہت نیک آدمی ہیں، رات بھر بستر پر نہیں آتے نہ کسی سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں۔ میرے والد مجھ پر خفا ہوئے کہ میں نے کیسی شریف سے تیرا نکاح کیا تھا (اور) تو نے اس کو معلق چھوڑ رکھا ہے۔ لیکن (اس بات کا) مجھ پر غلبہ شوق میں کچھ اثر نہ ہوا۔ اس پر والد نے حضور اقدسؐ سے شکایت کر دی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا "میں نے سنا ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے

ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو۔" میں نے عرض کیا "حضورؐ یہ صحیح ہے۔" آپؐ نے فرمایا'

"ایسا نہ کیا کرو۔ کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار۔ اسی طرح رات کو نمازیں بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو۔ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے' تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے کہ رات بھر جاگنے سے ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے' اولاد کا بھی حق ہے' ملنے والوں کا بھی حق ہے۔"

غرض یہ کہ آپؐ اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت فرماتے ہیں۔

مفلس کون ہے؟

کبھی آپؐ یہ کرتے کہ لوگوں سے سوال کرتے' وہ جواب دینے کی طرف توجہ کرتے تو آپؐ ان کی اس توجہ کو مفید پا کر وہ جواب دیتے جو ان کے دل میں اتر جاتا۔

ایک مرتبہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا "تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟" انہوں نے عرض کیا "ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ روپیہ ہو' نہ سامان ہو۔" فرمایا'

"میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں گو نماز' روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیاں لے کر آئے گا لیکن اس نے اس کو گالی دی ہوگی' اس پر تہمت لگائی ہوگی' اس کا مال کھایا ہوگا' اس کا خون بہایا ہوگا' اس کو مارا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ کچھ ان لوگوں کو دے دیا جائے گا' اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور اس کے ذمہ لوگوں کا کچھ باقی رہ گیا تو ان کی برائیاں اس کے نام لکھ دی جائیں گی۔ پھر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" (مسلم شریف)

غصہ سے بچنے کی تلقین کرنا

ایک مرتبہ آپؐ نے دریافت فرمایا "تم کس کو پہلوان کہتے ہو؟"

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "جس کو لوگ کشتی میں پچھاڑ نہ سکیں۔" فرمایا'

"نہیں' یہ پہلوان نہیں ہے۔ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔" (مسلم)

محبت اور عداوت صرف اللہ ہی کے لئے ہو

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا "کونسی نیکی اللہ کو زیادہ پیاری ہے؟" اس پر کسی نے نماز کہا' کسی نے زکوٰۃ کہا' کسی نے جہاد بتایا۔ آپؐ نے فرمایا "تمام نیکیوں میں سب سے

زیادہ اللہ کو یہ نیکی پسند ہے کہ اللہ ہی کے لئے محبت ہو اور اللہ ہی کے لئے مخالفت ہو۔"

صبر کی تلقین کرنا

ایک مرتبہ رحمت عالمؐ ایک ایسے شخص کو کہ جس کے بچے نہ جیتے ہوں صبر کی تلقین کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرماتے ہیں "تم بے اولاد کس کو کہتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا "جس کے بچہ نہ ہو۔" ارشاد فرمایا "وہ بے اولاد نہیں' بے اولاد وہ ہے جس نے اپنے سے پہلے اپنی کوئی اولاد آگے نہیں بھیجی۔" (مسلم شریف)

احادیث میں ہے کہ جو بچے کمسنی میں فوت ہو جائیں اور ان کے والدین صبر کریں تو وہ قیامت میں ان کی شفاعت کریں گے۔

غور فرمائیں کہ رحمت عالمؐ نے کتنے پیارے انداز میں یہ دل میں بٹھا دیا کہ بے اولادی غم کی چیز نہیں بلکہ اگر اس پر صبر کیا جائے تو اس کی بدولت قیامت میں بلند درجہ نصیب ہو گا۔

رب کریم کی بے انتہا رحمت کا درس دینا

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک موقع پر کچھ قیدی آئے۔ ان میں ایک عورت کا بچہ مل گیا جو اس کا تھا۔ دیکھتے ہی ماں ممتا کی خاص تڑپ کے ساتھ اسے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ بچہ مل جانے کی خوشی اور دودھ پلانے کی پر سرور تسکین سے وہ بظاہر اس درجہ سرشار ہو گئی کہ گردو پیش اور ماحول کا بھی کچھ خیال نہ رہا۔ رسول اللہؐ نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا'

"تمہارا کیا خیال ہے کہ آیا یہ عورت اپنا بچہ آگ میں ڈال دینے کے لئے تیار ہو جائے گی؟" ہم نے عرض کیا "جب تک اس کی طاقت و قدرت میں ہے کبھی نہ ڈالے گی۔" اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "اللہ اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے کے لئے ہے۔"

یہ حقیقت ہے کہ بچے کے لئے ماں کی ممتا سے بڑھ کر کوئی محبت نہیں ہے۔ اس طرح آپؐ نے اللہ کی رحمت و محبت کا نقش قلب میں جما دیا۔

جنت کی ضمانت

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا "کون مجھ سے اپنے دو جبڑوں اور دونوں پاؤں کے بیچ کی

حفاظت کی ضمانت کرتا ہے' میں اس کے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہوں۔" (بخاری شریف)

ذرا ان فقروں کی بلاغت پر غور کریں' دونوں جبڑوں کے درمیان زبان ہے' جو ہر قسم کی قولی برائیوں کی جڑ ہے اور دونوں پاؤں کے درمیان انسان کی شرم گاہ ہے جو ہر قسم کی بے حیائی' بدکاری کی جگہ ہے۔ اب اگر ان دونوں کی پوری حفاظت کی جائے تو یقیناً انسان کی کایا پلٹ جائے۔

حجتہ الوداع کے موقع پر

رحمت عالمؐ حاضرین سے فرماتے ہیں' "لوگو آج کونسا دن ہے؟" صحابہ کرامؓ یہ سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔ عرض کیا "اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے۔" اس کے بعد ارشاد فرمایا "کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟" سب نے کہا "جی ہاں۔" پھر دریافت فرمایا "یہ کونسا مہینہ ہے؟" اس پر پھر سب خاموش رہے۔ وہ سمجھے کہ اس کا نام کچھ اور بتائیں گے۔ فرمایا "کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟" سب نے کہا "جی ہاں۔" پھر فرمایا "یہ کونسا مقام ہے؟" پھر سب خاموش رہے کہ آپؐ کوئی اور نام بتائیں گے۔ فرمایا "کیا یہ بلد الحرام نہیں ہے؟" سب نے کہا "جی ہاں۔"

ان سوالوں سے جب سننے والوں کے دلوں میں اس دن' اس مقام اور اس مہینہ کی حرمت اور عظمت بیٹھ گئی تو حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا' "مسلمانوں کا خون' مسلمانوں کا مال اور مسلمانوں کی آبرو تمہارے لئے ایسی ہی محترم ہے جیسا یہ دن' اس مقام میں اور اس مہینہ میں ہے۔" (بخاری شریف)

صدقہ کی حقیقت

لوگ عام طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ صدقہ اللہ کی راہ میں صرف روپیہ پیسہ دینے کا نام ہے۔ حضور اقدسؐ کو لوگوں کی اس تنگ خیالی کو دور کرنا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا'

"تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے' اچھی بات کہنا اور بری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے' کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے' کسی نابینا کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے' راستہ سے پتھر' ہڈی یا کانٹا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے' اپنے ڈول سے دوسرے بھائی کے ڈول میں پانی انڈیل دینا بھی صدقہ ہے۔" (ترمذی شریف)

غور فرمائیں ان تمام نیکیوں کو صدقہ بتا کر حضور اقدسؐ نے مسلمانوں کے دلوں میں ان کی کس

قدر اہمیت بٹھادی ہے۔

بیعت لینا

حضور اقدسؐ کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ آپؐ مسلمانوں سے مختلف اخلاقی باتوں پر بیعت بھی لیتے تھے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ہم سے ان باتوں کی بیعت کی'

"ہم ہر حالت میں رسول اللہؐ کی پیروی کریں گے۔ ہم ہر موقع پر اپنی جان عدل و انصاف کے ساتھ ٹھیک رکھیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔" (مسند ابن حنبل)

دینداری اخلاص کا نام ہے

کبھی حضور اقدسؐ یہ انداز اختیار فرماتے کہ آپؐ ہی آپؐ کوئی سوال کرتے اور اس کو بار بار دہراتے۔ حاضرین اس بار بار کی تکرار سے اس کی اہمیت کا پورا اندازہ کر لیتے اور مشتاق ہو کر دریافت کرتے "اے اللہ کے رسولؐ یہ کیا بات ہے؟" اس وقت حضور اقدسؐ جو کچھ ارشاد فرماتے اس کا اثر رگ رگ میں سما جاتا تھا۔

ایک مرتبہ آپؐ ہی فرماتے ہیں'

" اللہ کی قسم وہ صاحب ایمان نہ ہوا۔ اللہ کی قسم وہ صاحب ایمان نہ ہوا۔ اللہ کی قسم وہ صاحب ایمان نہ ہوا۔"

اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "کون یا رسول اللہؐ؟" فرمایا:

"جس کا پڑوسی اس کی برائیوں سے امن میں نہ ہوا۔" (مشکوۃ)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا' "دینداری اخلاص کا نام ہے' دینداری اخلاص کا نام ہے' دینداری اخلاص کا نام ہے۔"

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ کس کے ساتھ؟" ارشاد فرمایا:

"اللہ کے ساتھ' اس کی کتاب کے ساتھ' اس کے رسول کے ساتھ' مسلمانوں کے سردار کے ساتھ اور عام مسلمانوں کے ساتھ۔" (مسلم شریف)

ختم نبوت

رحمت عالمؐ کا یہ بھی انوکھا انداز تھا کہ آپؐ مثالوں کے ذریعہ بھی تعلیم و تربیت فرماتے تھے۔ چنانچہ ختم نبوت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں!

"میری اور دوسرے نبیوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی۔ لوگ اس کے اندر جاتے ہیں اور اس کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے تو میں وہ آخری اینٹ ہوں۔"

اس طرح حضور اقدسؐ نے سب کے دل و دماغ میں یہ نقش کردیا کہ اب آپؐ کے بعد کسی نبی اور رسول کی آمد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بخیل اور صدقہ کرنے والا

ایک مرتبہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

" بخیل اور صدقہ کرنے والے کی ایسی مثال ہے جیسے دو آدمی ہوں کہ جن پر لوہے کی زرہیں اس طرح لپٹی ہوئی ہوں کہ ان دونوں کے ہاتھ بھی زرہوں کے اندر سینہ پر چپٹے ہوئے ہوں۔ زرہ سے باہر نکلے ہوئے نہ ہوں۔ اب صدقہ کرنے والا یعنی وہ سخی جو صدقہ کرنے کا عادی ہے جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ خود بخود کھلتی چلی جاتی ہے (اور ہاتھ بے تکلف باہر آجاتا ہے) اور بخیل جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اور زیادہ سکڑ جاتی ہے، جس سے ہاتھ اپنی جگہ سے جنبش ہی نہیں کرسکتا۔" (مشکوۃ)

اس سے یہ مراد ہے کہ سخی جب اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل فراخ ہو جاتا ہے اور بے تکلف خرچ کرتا ہے اور بخیل کسی وجہ سے کسی وقت صدقہ خیرات کرنے کا ارادہ بھی کرلیتا ہے تو اندر سے کوئی چیز اس طرح اسے پکڑ لیتی ہے جیسے لوہے کی زرہ نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے ہوں کہ ہاتھوں کو زور سے زرہ کے اندر سے نکالنا بھی چاہتا ہے مگر ہاتھ اٹھتا ہی نہیں ہے، دل کو بار بار سمجھاتا ہے مگر وہ مانتا ہی نہیں ہے۔

دنیا کی حقیقت

حضور اقدسؐ دنیا کی حقیقت سمجھانے کے لئے فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم، دنیا کی نسبت آخرت کے مقابلہ میں بس ایسی ہے، جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈالے پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر نکلتی ہے۔" (مسلم شریف)

ایک مرتبہ ایک مری ہوئی بکری جسے لوگوں نے پھینک دیا تھا اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"اللہ کے نزدیک دنیا اس مری ہوئی بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" (احمد)

ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت ابن عمرؓ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

"تو دنیا میں مسافر کی طرح زندگی بسر کر جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر، تندرستی کی حالت میں بیمار کا خیال کر کے عبادت جمع کر لیا کر اور بیماری میں موت کے لئے کچھ لے لیا کر۔" (بخاری شریف)

حرص و طمع

حضور اقدسؐ نے اس کی شدت یوں بیان فرمائی ہے:

"اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلہ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ بھی بکریوں کو اتنا تباہ نہیں کریں گے جتنا انسان کے دین کو مال اور بڑائی کی محبت تباہ کرتی ہے۔" (ترمذی شریف)

رحمت عالمؐ ایک حریص اور لالچی کا یہ حال بیان فرماتے ہیں کہ:

"بنی آدم کو دو جنگل مال کے بھرے ہوئے بھی مل جائیں تو یہ تیسرے جنگل کی تلاش میں رہے گا اور اولاد آدم کے پیٹ کو تو مٹی ہی بھرتی ہے مگر جو اللہ کی طرف جھکتا ہے تو اللہ بھی اس پر مہربان ہوتا ہے۔" (بخاری شریف)

غیبت کی برائی

آپؐ اس برائی کی شدت یوں واضح کرتے ہیں ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص سے ایک اخلاقی گناہ سرزد ہوا، بعد میں اسے احساس ہوا تو خود خدمت اقدسؐ میں آکر اپنے گناہ کا اقرار کر لیا اور شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کی۔ اس پر حضور اقدسؐ نے تحقیق کے بعد اس کے سنگسار کئے جانے کا حکم فرمایا۔ جب وہ سنگسار ہو چکا تو آپؐ نے ایک صاحب کو دوسرے سے یہ کہتے سنا کہ اس کو دیکھو کہ

اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا اور کتے کی طرح سنگسار کیا گیا۔ حضور اقدسؐ یہ سن کر خاموش رہے۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک گدھے کی لاش پڑی ملی۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے پکارا کہ "فلاں صاحب کہاں ہیں؟" انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ ہم یہ ہیں۔" ارشاد فرمایا "تم اترو اور اس گدھے کی لاش سے کچھ کھاؤ۔" انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ اس کو کون کھائے گا؟" فرمایا "تم نے ابھی اپنے بھائی کے حق میں جو کچھ کہا وہ اس لاش کے کھانے سے زیادہ گھناؤنا ہے۔" (سنن ابی داؤد)

غور فرمائیں کہ اس برائی سے دور رکھنے کے لئے اس سے زیادہ کوئی اور موثر انداز ہو سکتا ہے؟

اللہ کی محبت کا درس دینا

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ کے سامنے ایک شخص کا گزر ہوا اس وقت کچھ لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان میں سے ایک نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ مجھے اس شخص سے محض اللہ کی خاطر محبت ہے۔" یہ سن کر آپؐ نے دریافت فرمایا "کیا تم نے اس شخص کو یہ بات بتا دی ہے؟" عرض کیا "نہیں۔" اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "جاؤ اور اس پر یہ ظاہر کرو کہ تم اللہ کے لئے اس سے محبت کرتے ہو۔" وہ شخص فوراً اٹھا اور جا کر اس جانے والے سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ اس پر اس نے کہا "تجھ سے وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔" (ترمذی۔ ابو داؤد)

فضیلت نماز

اس کی یوں اہمیت بیان فرمائی ہے کہ:

" پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو۔ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔" (مسلم شریف)

ظاہر ہے کہ پانی جاری اور گہرا ہو گا تو بہت ہی پاک و صاف ہو گا اور جو اس میں غسل کرے گا ہمیشہ پاک صاف رہے گا' راحت و آرام میں رہے گا۔

حقیقت توبہ

آپؐ اس کی یوں اہمیت بیان فرماتے ہیں کہ:

"اللہ بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے کہ جس کی جنگل میں سواری گم ہوگئی ہو اور وہ اسے تلاش کرتا پھرے' پھر تھک کر اور مایوس ہو کر کسی مقام پر چادر اوڑھ کر لیٹ جائے تو وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اسے اپنے اونٹ کی آواز سنائی دے' وہ چادر منہ سے ہٹا کر دیکھے تو اس کی سواری سامنے کھڑی ہو۔" (ابن ماجہ)

دل کی صفائی کے لئے

رحمت عالمؐ فرماتے ہیں:

"دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو پانی لگنے سے لگتا ہے۔" پوچھا گیا یا رسول اللہؐ "ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟" ارشاد فرمایا "موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔" (بیہقی)

وحدت ملت

حضور اقدسؐ اس کی یوں تاکید فرماتے ہیں کہ:

"ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے' پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں۔"

گویا کہ مسلمانوں کو آپس میں مل کر ایک ایسی مضبوط دیوار بن جانا چاہئے کہ جس کی اینٹیں آپس میں جڑی ہوئی ہوں اور ان میں کہیں کوئی خلا نہ ہو۔ اس بارے میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے:

مسلمانوں کو ایک دوسرے سے محبت کرنے' رحم کرنے اور شفقت کرنے کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے اعضاء بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان آپس میں رحم و لطف کرم کرنے سے ایک ہو سکتے ہیں۔

ایک نماز کے چھوٹنے کا نقصان

اس بارے میں آپؐ فرماتے ہیں "جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت چھین لیا گیا ہو۔"

اگر یہ ہر وقت سامنے رہے تو کبھی ایک نماز بھی فوت نہ ہوگی۔

حفظ قرآن کی برکات

اس کی آپؐ نے یوں فضلیت بیان فرمائی ہے:

"جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے' اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے "جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی بھی حصہ محفوظ نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔"

ذکر کی برکات

آپؐ نے ذکر الٰہی کی اس طرح تاکید فرمائی ہے:

"جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردے کی سی ہے۔ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔" (بخاری' مسلم)

علمائے کرام اور صوفیائے کرامؒ نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اخلاص کے ساتھ ذکر کرنے والے اس دنیا سے جانے کے بعد زندوں کے حکم میں رہتے ہیں۔"

آپس کا بگاڑ

اس برائی سے بچنے کے لئے آپؐ اس طرح سمجھاتے ہیں:

"کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز' روزہ' صدقہ سب سے افضل ہو۔" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' ضرور ارشاد فرمایئے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا "لوگوں میں مصالحت کرانا کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ استرا بالوں کو اڑا دیتا ہے۔"

برائی و ناجائز کام سے روکنا

اس بارے میں آپؐ یہ بیان فرماتے ہیں:

"اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے' اس قوم کی طرح ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں' جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آکر پانی لیتے ہیں' اگر وہ یہ خیال کریں کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کے لئے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے حصہ میں ایک سوراخ کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے' اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے' اس صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کرلیں گے کہ وہ جانیں ان کا کام' ہمیں ان سے کیا واسطہ' تو اس حالت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔" (بخاری و ترمذی شریف)

صحبت کا اثر

اس کی اہمیت یوں بیان فرماتے ہیں:

"اچھے اور برے ہمنشین کی مثال مشک بیچنے والے اور لوہار کی بھٹی کی طرح ہے۔ مشک بیچنے والے سے تمہیں ضرور کچھ فائدہ ہو گا یا اس کو خریدو گے یا اس کی خوشبو پاؤ گے لیکن لوہار کی بھٹی سے تمہارے گھر یا کپڑے یا تمہارے دماغ میں اس کی ناگوار بو پہنچے گی۔" (بخاری شریف)

بے جا حمایت اور طرفداری کرنا

حضور اقدس ؐ فرماتے ہیں'

"جو شخص (کسی ناجائز معاملہ میں) اپنی قوم کی مدد کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کنوئیں میں گر رہا ہو اور یہ اس کی دم پکڑ کر لٹک گیا تو یہ بھی اس کے ساتھ جا گرا۔" (ابو داؤد)

دنیا کو یہ پیغام دیا

رحمت عالمؐ کا یہ عظیم احسان ہے کہ آپؐ کے ذریعہ انسانیت کو بلند درجہ نصیب ہوا ورنہ یہ حالت تھی کہ انسان اکثر مخلوقات الٰہی سے اپنے کو کم درجہ، کم رتبہ سمجھتا تھا۔ وہ سخت پتھر، اونچے پہاڑ، بہتے دریا، سرسبز درخت، برستے پانی، دہکتی آگ، ڈراؤنے جنگل، زہریلے سانپ، ڈکارتے شیر، دودھ دیتی گائے، چمکتے سورج، درخشاں تاروں، کالی راتوں، بھیانک صورتوں، غرض دنیا کی ہر اس چیز کو جس سے وہ ڈرتا تھا یا جس کے نفع کا خواہشمند تھا پوجتا تھا اور اس کے آگے اپنی بندگی ظاہر کرتا تھا۔

اس حال میں رحمت عالمؐ نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ لوگو، یہ تمام چیزیں تمہاری آقا نہیں ہیں بلکہ تم ان کے آقا ہو، وہ تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں تم ان کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو، وہ سب تمہاری خادم ہیں، پھر تم ان کے آگے کیوں جھکتے ہو؟

انسانیت کا درجہ بلند ہوا

رحمت عالمؐ نے وحی الٰہی کی روشنی میں یہ واضح کر دیا کہ انسان کائنات کا مقصود ہے اور لقد کرمنا بنی آدم اس کا طغرا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی انسان کے لئے کائنات کے کسی مظہر یا مخلوق کے آگے سر جھکانا جائز ہے؟ مگر نادان انسانوں نے خود اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا تھا۔ ان کی جہالت انتہا پر تھی۔ انہوں نے خود ایک دوسرے کو بھی خدا بنایا تھا۔ پھر وہ اوتار بن کر آئے ہوں یا تخت و تاج کے مالک بن کر، نمرود و شہنشاہ بنے ہوں یا تقدس کا لبادہ اوڑھ کر راہب کہلائے ہوں یا پوپ یا عالم یا درویش بن کر اپنے کو معبود بنوانا چاہا ہو تو یہ بھی انسانیت کی ذلت ہے۔ رحمت عالمؐ نے اس کو جڑ سے کاٹ دیا ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

"اور نہ بنائے ہم میں سے ایک دوسرے کو اپنا رب اللہ کو چھوڑ کر۔" (۶۴)

غرض یہ کہ رحمت عالمؐ کے طفیل انسانیت کا درجہ اتنا بلند ہوا ہے کہ اس کی پیشانی اس ایک اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھک سکتی اور اس کے ہاتھ اس ایک کے سوا کسی اور کے آگے نہیں پھیل سکتے۔

انسان اصل خلقت میں پاک اور بے گناہ ہے

حضورؐ نے دنیا والوں کو توحید کا پیغام دینے کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ انسان فطرتاً پاک اور بے گناہ

ہے۔ یہ اور بات ہے کہ خود انسان ہی اپنے برے عمل سے گنہگار بن جائے۔ وہ اپنی فطرت کی سادہ لوحی کو اپنے اچھے اور برے عمل سے روشن و سیاہ کر لیتا ہے۔ جان لیں کہ یہ وہ خوشخبری ہے جو بنی نوع انسان کو رحمت عالمؐ کے ذریعہ ملی ہے۔ ورنہ دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ جیسے چین' برما اور ہندوستان کے تمام مذہب آواگون اور تناسخ کے چکر میں مبتلا ہیں۔

اس وہم کا یہ اثر ہے کہ انسانیت کسی کام کی نہیں رہی۔ اس کی پیٹھ پر یہ ایک بھاری بوجھ پڑا ہوا ہے' اس کے ہر عمل کو دوسرے عمل کا نتیجہ بنا کر اس کو بالکل مجبور کر دیا گیا ہے اور اس کی ہر زندگی کو دوسری زندگی کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اس عقیدہ کے مطابق کسی انسان کا دوبارہ پیدا ہونا ہی اس کے گنہگار ہونے کی دلیل ہے۔

یہ خوشخبری سنائی

اس طرح عیسائی مذہب نے بھی انسانیت کے اس بوجھ کو کم نہیں کیا بلکہ اور بڑھا دیا ہے۔ عیسائی مذہب نے یہ عقیدہ تعلیم کیا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ حضرت آدمؑ کی خطا کے سبب گنہگار ہے' خواہ اس نے ذاتی طور پر کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ اس لئے انسان کی بخشش کے لئے ایک غیر انسان کی ضرورت ہے جو موروثی گنہگار نہ ہو' وہ اپنی جان دے کر بنی نوع انسان کے لئے کفارہ ہو جائے۔ لیکن رحمت عالمؐ نے غمزدہ انسانوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ تم نہ اپنی پہلی زندگی اور کرم کے ہاتھوں مجبور ہو اور نہ اپنے باپ حضرت آدمؑ کی خطا کے باعث گنہگار ہو بلکہ تم فطرتاً پاک اور بے عیب ہو۔ اب تم خود اپنے عمل سے خواہ اپنی پاکی کو برقرار رکھو یا ناپاک بن جاؤ۔

رحمت عالمؐ نے یہ بشارت دی کہ انسان بہترین حالت' بہترین اعتدال پر پیدا کیا گیا ہے' پھر وہ اپنے عمل کی بنا پر نیک و بد ہو جاتا ہے۔ آپؐ کے ایک ارشاد کا یہ مفہوم ہے کہ "کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہیں ہوتا لیکن ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

غور فرمائیں کہ آپؐ نے انسان کو کتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے اور انسان کے دائمی غم کو کس طرح مسرت سے بدل دیا ہے اور ہر انسان کو اپنی زندگی کے عمل میں کس طرح آزاد کر دیا ہے۔

سب ربّ کریم کا قرب حاصل کر سکتے ہیں

ایک زمانہ تھا کہ دنیا کی آبادی مختلف گھرانوں میں بٹی ہوئی تھی۔ لوگ ایک دوسرے سے ناآشنا

تھے۔ ہندوستان کے رشیوں اور منیوں نے آریہ ورت سے باہر خدا کی آواز کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی تھی۔ ان کے نزدیک پر میشور صرف ایک آریہ ورت کے لوگوں کی بھلائی چاہتا تھا۔ خدا کی رہنمائی کا عطیہ صرف اسی ملک اور یہیں کے کچھ خاندانوں کے لئے مخصوص تھا۔ زردشت خاک پاک ایران کی پاک نژاد کے سوا اور کہیں خدا کی آواز نہیں سنتا تھا' بنی اسرائیل اپنے خاندان سے باہر کسی رسولؑ اور نبیؑ کی بعثت نہیں سمجھتے تھے۔

یہ رحمت عالمؐ ہی ہیں جنہوں نے پورب' پچھم' اتر' دکن ہر طرف کے لوگوں کو راہ ہدایت بتائی' سب کو دین حق کی دعوت دی۔ یہاں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں' یہاں عربی' عجمی' کالے' گورے سب برابر ہیں۔ سب اللہ کی رسی کو تھام سکتے ہیں' سب رب کریم کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔

رحمت عالمؐ کا یہ پیغام ہے کہ ساری دنیا ایک ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اللہ جل شانہ کی نعمتوں میں ساری قومیں اور نسلیں برابر کی شریک ہیں۔

اللہ کی عبادت میں غیر کو دخل نہیں

تاریخ گواہ ہے کہ تمام مذہبوں نے عبد و معبود اور خدا و بندہ کے درمیان واسطے قائم کر رکھے تھے۔ قدیم بت خانوں میں کاہن اور پجاری تھے۔ بنی اسرائیل نے بنی لادی اور ان کی نسل کو خدا اور بندہ کے درمیان عبادتوں اور قربانیوں میں واسطہ بنایا تھا۔ عیسائیوں نے بعض حواریوں اور ان کے جانشین لوگوں کو یہ رتبہ دیا کہ جو زمین پر باندھیں گے وہ آسمان پر باندھا جائے گا اور جو زمین پر کھولیں گے وہ آسمان پر کھولا جائے گا۔ ان کو تمام انسانوں کے گناہ معاف کرنے کا اختیار دیا گیا۔ ان کے بغیر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی تھی۔ ہندوؤں میں برہمن خاص خدا کے داہنے ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں' خدا اور بندہ کے درمیان وہی واسطہ ہیں' ان کی وساطت کے بغیر کسی ہندو کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

لیکن اسلام میں پجاریوں' کاہنوں' پوپوں اور پادریوں کی کوئی جماعت نہیں ہے۔ یہاں پریسٹ کلاس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہاں گناہوں کی معافی کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ عبد و معبود کی عبادت اور راز و نیاز میں کسی غیر کو دخل نہیں ہے۔ ہر شخص' جو مسلمان ہے' نماز کا امام ہو سکتا ہے' قربانی کر سکتا ہے' مذہب کے تمام امور انجام دے سکتا ہے۔ یہاں سب انسانوں سے یہ خطاب ہے:

" ادعو نی استجب لکم "تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا۔"

یہاں ہر کوئی اپنے رب سے باتیں کر سکتا ہے' اپنی دعاؤں میں اسے پکار سکتا ہے' اس کے آگے جھک سکتا ہے' دل کی عقیدت کے نذرانے بلاواسطہ پیش کر سکتا ہے۔ یہاں عبد و معبود کے درمیان کوئی دخل اندازی کرنے والا نہیں ہے۔ یہ وہ آزادی ہے جو رحمت عالمؐ کے ذریعہ انسانوں کو نصیب ہوئی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات ملی ہے۔

نبیوں اور رسولوں کا بلند مقام

اس کے علاوہ حضور اقدسؐ کے ذریعہ وہ مقدس ہستیاں' جو وقتاً فوقتاً لوگوں کی ہدایت کے لئے آتی رہی ہیں اور ان کے بارے میں جو غلط تصور پیدا کیا گیا تھا' اس کو بھی دور کر دیا گیا ہے۔ رحمت عالمؐ نے یہ بتایا ہے کہ "انبیاء کرامؑ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے مثل ہیں' نہ خدا کے بیٹے اور رشتہ دار ہیں' وہ انسان و بشر ہیں' لیکن اپنے کمالات کی حیثیت سے تمام انسانوں سے برتر ہیں' ان پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے' وہ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں' وہ لوگوں کو نیکی کا درس دیتے ہیں۔ ان کی عزت و اطاعت سب پر فرض ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور بڑے فرمانبردار بندے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ رسالت و نبوت کے منصب سے سرفراز کرتا ہے۔"

غرض یہ کہ رحمت عالمؐ نے نبیوں اور رسولوں کے صحیح مقام کو بھی واضح کر دیا ہے تاکہ کوئی گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔

پیغام حق کے حیرت انگیز نتائج

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ رحمت عالمؐ تمام دنیا والوں کی ہدایت کے لئے تشریف لائے ہیں اور آپؐ نے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ حجتہ الوداع کے موقع پر حضور اقدسؐ حاضرین سے فرماتے ہیں' "اور تم لوگوں سے (قیامت کے دن) میرے بارے میں سوال کیا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟" اس پر لوگوں نے عرض کیا "ہم شہادت دیتے ہیں کہ یقیناً آپؐ نے پیغام پہنچا دیا اور امت کو نصیحت فرما دی اور غبار کو صاف کر دیا اور امانت ادا کر دی جیسا کہ امانت ادا کرنے کا حق ہوتا ہے۔"

اس کے بعد آپؐ نے تین بار فرمایا' اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد

"اے اللہ تو گواہ ہے۔ اے اللہ تو گواہ ہے۔ اے اللہ تو گواہ ہے۔

اب جہاں تک دعوت و تبلیغ کے ابتدائی دور کا تعلق ہے تو اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ قریش مکہ کی شدید مخالفت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خود رحمت عالمؐ اور آپؐ کے جانثار صحابہؓ نے راہ حق میں طرح طرح کی تکالیف اٹھائیں۔

فتح مکہ کا انتظار تھا

دوسری طرف عربوں میں قریش کو بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا۔ خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے ناطے سب ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ عرب پشتوں سے ان کی مذہبی قیادت کو تسلیم کرتے چلے آرہے تھے۔ چنانچہ وہ کسی دوسری قیادت کو ماننے پر تیار نہ تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کے یہ مذہبی پیشوا کب اسلام قبول کرتے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے'

"عرب اسلام لانے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہؐ اور ان کی قوم کو آپس میں فیصلہ کر لینے دو۔ اگر رسول اللہؐ قوم پر غالب آگئے تو بلاشبہ یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ سچے نبی ہیں۔ چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ پیش آگیا تو عرب کی ہر قوم نے اسلام قبول کر لینے میں جلدی کی۔"

لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے

ادھر قریش کی یہ حالت تھی کہ وہ غزوۂ بدر میں بری طرح پٹے تھے۔ ان کے ستر نامی گرامی سرما مارے گئے تھے۔ چنانچہ اس کا بدلہ لینے دوسرے سال وہ احد میں آئے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد وہ بڑی تیاری کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف بڑھے لیکن راستہ میں خندقیں حائل ہونے کی وجہ سے اپنی مراد پوری نہ کر سکے' اس دوران رب کریم نے ایک ایسی آندھی چلائی کہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اب ان کی طاقت کا نشہ اتر چکا تھا چنانچہ سنہ ۶ھ میں وہ صلح کرنے پر راضی ہو گئے' اس صلح کی شرطیں اگرچہ مسلمانوں کے حق میں بہت سخت تھیں لیکن اس کے باوجود رحمت عالمؐ امن کے اس معاہدہ پر راضی ہو گئے۔ اسکا یہ فائدہ ہوا کہ بڑی تیزی سے دعوت اسلام اہل مکہ کے دلوں میں گھر کر گئی اور فتح مکہ کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔

پھر اس کے دو سال بعد قریش نے از خود یہ معاہدہ توڑ دیا۔ چنانچہ رحمت عالمؐ نے آگے بڑھ کر ایسی حکمت عملی اختیار فرمائی کہ مکہ بڑی آسانی سے فتح ہو گیا۔ اس موقع پر حضور اقدسؐ نے اپنے جانی

دشمنوں کے ساتھ رحم و کرم کا وہ معاملہ فرمایا کہ سب کی دنیا بدل گئی اور سب اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے دوسرے سال یعنی سنہ ۹ھ میں یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آتے اور اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی "سال وفود" پڑ گیا۔

عرب کیا سے کیا ہو گئے

غرض یہ کہ رحمت عالمؐ کی تعلیم و تزکیہ اور تبلیغ کے نتیجہ میں عرب کے مختلف قبیلے کہ جن کی زندگیاں اوہام واہیہ میں گزر رہی تھیں اور جو انفرادی یا اجتماعی نظم و ضبط کے اعتبار سے نہایت بدحال تھے' ان میں قلیل عرصہ میں جو غیر معمولی انقلاب برپا ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ داعیان حق میں بھی کوئی ایسی مثال موجود نہیں کہ کسی داعی کی حیات میں اس کا لایا ہوا پیغام اس پیمانے پر جاری و ساری ہوا ہو جو رسول اقدسؐ کے پیغام حق کو حاصل ہوا ہے۔

اب ذرا اس آیت مبارکہ کو دیکھئے:

"اے ایمان والو' اللہ اور رسول کا حکم مانو جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔" (انفال:۲۴)

غور فرمائیں کہ اس سے بڑھ کر بلانا اور کیا ہو گا کہ عرب کے ساربانوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت خالدؓ جیسے اکابر عالم پیدا ہو گئے اور پچاس برس کے اندر عرب کے یہ ساربان دنیا کی سب سے بڑی قوم تھے۔ ان کے بلند مرتبہ کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ انہوں نے کبھی کسی فوجی یا انتظامی ادارے میں تعلیم و تربیت نہیں پائی۔ انہوں نے قرآن مجید کے سوا کچھ نہیں پڑھا اور سنت پاکؐ کے سوا ان کے سامنے کوئی عملی روشنی نہ تھی۔ لیکن جب وقت کی تمدن ترین سلطنتوں کے نہایت زرخیز علاقوں کے نظم، ضبط کی ذمہ داری ان پر آپڑی تو اس طرح پوری کی کہ سب حیران رہ گئے۔

کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے کہ میدان جنگ ہو یا دائرۂ نظم و نسق یا ایوان عدالت ہو یا فریضہ خدمت خلق ہو' ہر جگہ انہوں نے اپنے واجبات و فرائض اس حسن و خوبی سے ادا کئے ہیں کہ نہ ان کے زمانے سے آج تک کوئی ایسی مثال ملتی ہے اور نہ ان سے پہلے کوئی ایسی مثال ملتی ہے۔ کیا دنیا اس

معجزہ سے انکار کر سکتی ہے؟

سلاطین و رؤسا کو دعوت اسلام

رحمت عالمؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ پوری کائنات انسانیت تک پھیلا ہوا ہے۔ سورہ اعراف میں ارشاد ہے:

"آپ کہہ دیجئے اے (دنیا جہان کے) لوگو، میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔"

اس طرح آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں،

"مجھے پورے عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

اب ذرا اس پہلو سے غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان و عظمت ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ اس کی ربوبیت کا دائرہ پوری کائنات پر محیط ہے۔ وہ سارے جہانوں کا پالن ہار ہے۔ اس کی رحمت ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ اس کی رحمت ہی ہے کہ اس نے دنیا والوں کی ہدایت کے لئے، انہیں اپنی رحمتوں سے نوازنے کے لئے حضور اقدسؐ کو رحمتہ للعلمین بنا کر بھیجا ہے۔ پھر آپؐ کو جو مقدس کتاب عطا ہوئی ہے وہ بھی "ذکر للعلمین" یعنی تمام دنیا والوں کے لئے وعظ و نصیحت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے ساتھ دین حق کا جو مرکز ہے یعنی بیت اللہ وہ بھی " مبارکا وھدی للعلمین۔" یعنی سب کے لئے برکات و ہدایت کا سرمایہ ہے۔

غرض اس دین کا کوئی بھی بنیادی پہلو ایسا نہیں جو کسی ایک خطے یا حلقے یا گروہ انسانیت تک محدود ہو، ہر پہلو کی حیثیت عالمی و آفاقی ہے۔

مدینہ منورہ کو پسند فرمانا

اب اگرچہ حضور اقدسؐ ساری دنیا کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے مگر آپؐ نے دعوت و تبلیغ کا آغاز حجاز و نجد سے شروع فرمایا تھا تاکہ ایک ایسی صالح جماعت کا ظہور ہو جو آپؐ کی موجودگی میں بھی اور آپؐ کے بعد بھی اس فرض کی تکمیل میں مصروف رہے۔ چنانچہ آپؐ تقریباً سولہ سترہ سال عرب کے قبائل کی اصلاح میں لگے رہے۔

اس دوران ہجر و یمامہ کے سبزہ زار بھی اسلام کو اپنے دامن میں پناہ دینے کے لئے تیار تھے اور

قبائل یمن کے ایک بڑے رئیس طفیل دوسی نے آپؐ کو قبیلہ دوس کے عظیم الشان قلعہ کی حفاظت میں بھی لینا چاہا تھا لیکن آپؐ نے ان متمدن مقامات کو چھوڑ کر مدینہ کی سنگلاخ زمین کو دارالہجرت بنایا۔ وہ اگرچہ منافقین اور یہود کی وجہ سے مکہ سے زیادہ پر خطر تھا اور ابتدا میں اس کی آب وہوا بھی مہاجرین کے لئے سازگار نہ تھی پھر بھی آپؐ نے اس کی طرف ہجرت فرمائی۔

عرب کے دوسرے حصوں کی طرف توجہ فرمانا

اب رفتہ رفتہ مدینہ منورہ اور اس کے اطراف وجوانب میں دین حق کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں تو حضور اقدسؐ نے عرب کے دوسرے حصوں کی طرف توجہ فرمائی چنانچہ سب سے پہلے سلاطین و رؤسا کو اسلام کی دعوت دی کہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ان میں سے کسی ایک کا اسلام قبول کر لینا ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو قبول اسلام پر آمادہ کر دینا تھا۔

شاہ حبش کے نام

چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے چھ دعوت نامے تیار کئے گئے جو مختلف ممالک کے حکمرانوں تک پہنچانے کی غرض سے سفیروں کے سپرد ہوئے۔ ان میں سب سے پہلا مکتوب گرامی اصحمہ شاہ حبش کے نام تھا جس کا لقب نجاشی تھا۔ اس کے آغاز میں حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کی کیفیت اسلامی نقطہ نگاہ سے ٹھیک ٹھیک واضح کر دی گئی تھی۔ پھر جس حصہ کا تعلق دعوت اسلام سے ہے وہ یہ ہے.....

"اب میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کی فرمانبرداری ——— کی دعوت دیتا ہوں اور وہ یہ کہ تم میری پیروی کرو اور اس پر ایمان لاؤ جسے میں لایا ہوں۔ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں اور تمہارے لشکروں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے اور نصیحت فرما دی ہے۔ تم میری نصیحت قبول کرو، اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔"

اس مکتوب گرامی کا یہ اثر ہوا کہ نجاشی نے بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔

قیصر روم کے نام

اس سلسلہ میں دوسرا دعوت نامہ ہرقل قیصر روم کے نام تھا۔ ارشاد ہوتا ہے،

"میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں' اسلام قبول کرلو تمام آفتوں سے محفوظ رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر روگردانی کی تو تمہاری پوری رعایا کا وبال تمہاری گردن پر رہے گا۔ اور اے اہل کتاب (اختلاف و نزع کی ساری باتیں چھوڑ کر) اس بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلم ہے یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی ہستی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ بنائے ہم میں سے ایک دوسرے کو اپنا رب اللہ کو چھوڑ کر۔"

اس مکتوب گرامی کا یہ اثر ہوا کہ قیصر روم کا دل نور اسلام سے تو منور ہو گیا لیکن وہ تخت و تاج کی خاطر اظہار کرنے کی جرأت نہیں کر سکا۔

خسرو پرویز شاہ ایران کے نام

یہ مکتوب گرامی بھی نہایت سادہ اور مختصر تھا۔ ارشاد ہوتا ہے'

" اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اللہ کے رسول (محمدؐ) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو ایران کا حکمراں ہے۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں جسے پورے عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے تاکہ جو لوگ زندہ ہیں انہیں بد عملیوں کے نتائج سے ڈرایا جائے۔ اسلام قبول کرلو' تمام آفات سے محفوظ ہو جاؤ گے' اگر انکار کرو گے تو پوری مجوسی قوم (یعنی اس وقت کے اہل فارس) کا وبال تمہاری گردن پر ہو گا۔"

خسرو پرویز' حضور اقدسؐ کے اسم گرامی کو اپنے نام سے پہلے دیکھ کر مشتعل ہو گیا اور غیظ و غضب میں نامہ مبارک چاک کر ڈالا۔ جب آپؐ کو یہ خبر ملی تو فرمایا'

"اللہ اس کے اقتدار سلطنت کو پارہ پارہ کرے۔"

پھر یہی ہوا' پہلے پرویز کا ورق تقدیر ٹکڑے ٹکڑے ہوا' اس کے بعد وہ جس سلطنت کے غرور میں نامہ مبارک چاک کرنے کی جسارت پر آمادہ ہوا تھا وہ بھی تختہ قرطاس کی طرح پارہ پارہ کر دی گئی۔

والی مصر کے نام

چوتھا دعوت نامہ مقوقس کے نام تھا جو اسقف اعظم کے منصب پر فائز تھا اور قیصر نے ۶۳۱ء میں

اسے ملکی نظم و نسق کے لئے اپنی طرف سے نمائندہ بنادیا تھا۔

اس دعوت نامہ کی عبارت بھی وہی تھی جو قیصر روم کے دعوت نامہ کی تھی۔

اس وقت مقوقس اسلام قبول کرنے پر تو آمادہ نہ ہوا مگر اس نے نامہ مبارک کا بڑا احترام کیا' اسے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر خزانے میں محفوظ کردیا اور حضور اقدسؐ کے لئے تحائف بھجوائے جن میں دلدل نامی مشہور خچر بھی شامل تھا۔ اس کے ساتھ خط کے جواب میں یہ لکھا کہ یہ تو مجھے علم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن میرا گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا۔

حاکم یمامہ کے نام

پانچواں دعوت نامہ ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام تھا۔ یہ بہت مختصر تھا۔ اس کے آغاز میں یہ فرمایا گیا تھا کہ دین اسلام عرب و عجم میں ہر جگہ پہنچے گا اور غالب رہے گا۔ پھر اسلم تسلم لکھا تھا یعنی اسلام قبول کرلو تو محفوظ رہو گے۔ اب یہ خود تو اسلام کی دولت سے محروم رہا لیکن اس کے چند سال بعد اس کی قوم کے ایک وفد نے حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔

حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

چھٹا دعوت نامہ حضرت شجاعؓ بن وھب اسدی کے ذریعہ سے حارث کو بھیجا گیا۔ مگر جب حضرت شجاعؓ پہنچے تو حارث سخت مصروف تھا چنانچہ حضرت شجاعؓ نے حارث کے ایک حاجب سے روابط استوار کرلئے۔ اس نے جو رسول اللہؐ کے حالات سنے تو فوراً اسلام قبول کرلیا۔ پھر دمشق کے ایک دربار میں نامہ مبارک پیش ہوا۔ اس میں فرمایا گیا تھا' "اللہ پر ایمان لے آؤ وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تمہارا ملک تمہارے پاس محفوظ رہے گا۔"

اس پر حارث نے کہا کہ میرا ملک مجھ سے کون چھین سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے قیصر کو لکھا کہ مجھے عرب پر حملہ کی اجازت دی جائے مگر اس نے اسے روک دیا۔ پھر حارث نے ایک سو مثقال سونا حضرت شجاعؓ کو دینے کا حکم دیا اور حاجب نے جو خفیہ مسلمان ہو چکا تھا اس نے زادراہ اور پارچے دیئے۔

اس کے علاوہ جن دوسرے چھوٹے چھوٹے والیوں تک دعوت بھیجی گئی ان میں سے ایک تو فروہ بن عمر رومی سلطنت کا گورنر تھا' جس نے اسلام قبول کرکے نہ صرف اپنے عہدہ پر لات ماری بلکہ اللہ

کی راہ میں جان بھی دے دی۔ دوسرا نجد کا حکمراں ثمامہ تھا جو سنہ ۶ھ میں اسلام میں داخل ہوا' تیسرا جبلہ غسانی سنہ ۷ھ میں اسلام لایا' چوتھا دومتہ الجند کا حاکم اکیدر بھی مسلمان ہوا' پانچواں ذوالکلاح حمیری جو قبیلہ حمیر کا بادشاہ تھا اور اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا اور لوگوں سے سجدے کراتا تھا' وہ بھی آخر کار اسلام میں داخل ہوا' اس نے اسلام لانے کی خوشی میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے۔

غرض یہ کہ ان دعوت ناموں کے ذریعہ حضور اقدسؐ نے ہر طرف اسلام کا پیغام پہنچا دیا پھر اسے تکمیل دینے کی سعادت آپؐ کے جانشین رفقاء اور آپؐ کی تربیت یافتہ جماعت کے حصے میں آئی۔

حضور اقدسؐ کی مجلس

رحمت عالمؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ مجلس میں جب صحابہ کرامؓ دنیا کا تذکرہ کرتے اور اس کی جائز صورت ہوتی تو آپؐ بھی اس میں برابر کے شریک رہتے تھے۔

کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدسؐ کی پڑوس میں رہتا تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو آپؐ مجھے طلب فرما کر اس کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ ہم لوگ جب دنیا کے تذکرے کرتے تو حضور اقدسؐ بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے اور جب ہم آخرت کے متعلق تذکرہ کرتے تو آپؐ بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے تھے۔ جب ہم کھانے کا کوئی تذکرہ کرتے تو آپؐ بھی اسی نوع کا تذکرہ فرماتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جس نوع کا تذکرہ کرتے تو حضور اقدسؐ بھی کمال شفقت سے اسی نوع کے تذکرے ان کی دلداری کے لئے فرماتے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ آپؐ کی مجلس میں صرف دین ہی کا تذکرہ ہو اور دوسرا تذکرہ ہی نہ ہو۔ اور اس میں یہ راز ہے کہ اس سے حضور اقدسؐ کے ساتھ محبت بڑھتی تھی۔

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں سو مجلسوں سے زیادہ بیٹھا ہوں ان میں صحابہ کرامؓ اشعار بھی پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے بھی سناتے تھے۔ آپؐ خاموشی سے سنتے رہتے تھے' بلکہ کبھی کبھی خود بھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

خرافہ کا قصہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا تو ان میں

سے ایک عورت نے کہا' یہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے۔ اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا "کیا تم جانتی ہو کہ خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا؟ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے۔ انہوں نے ایک عرصہ تک اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے' اب وہ وہاں کے زمانہ قیام کے عجائبات لوگوں کو بتاتا تو حیران ہوتے تھے۔ اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔" حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں'

"چونکہ مجلس وغیرہ کے اعتبار سے کوئی امتیازی شان نہیں رکھتے تھے اس لئے اگر کوئی اجنبی آدمی مجلس میں پہنچتا تو اکثر آپؐ کو پہچان نہ سکتا تھا' یہاں تک کہ لوگوں سے دریافت کرنا پڑتا کہ ان میں رسول اللہؐ کون ہیں۔" (ابوداؤد' نسائی)

حضور اقدسؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص آپؐ کے پاس آتا تو آپؐ اس کا اکرام و احترام کرتے' یہاں تک کہ بعض اوقات ایسے لوگوں کے لئے آپؐ اپنا کپڑا بچھا دیتے تھے جن سے نہ آپؐ کی کوئی قرابت ہوتی نہ رضاعی رشتہ اور اس کو اپنے کپڑے پر بٹھاتے تھے۔ (مستدرک حاکم)

جو گدایا فرش آپؐ کے نیچے ہوتا اس کو آپؐ آنے والے کے لئے چھوڑ دیتے اور اپنی جگہ اس کو بٹھاتے' اگر وہ انکار کرتا تو آپؐ اصرار فرما کر اپنی جگہ ہی اس کو بٹھاتے تھے۔ (احیاء)

ہر وہ شخص جو رسول اللہؐ کی صحبت اختیار کرتا یہ سمجھتا تھا کہ حضور اقدسؐ اس کا سب سے زیادہ اکرام اور لحاظ فرماتے ہیں۔ آپؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ ہر ایک حاضر مجلس کو اپنی توجہ کا حصہ عطا فرماتے۔ یہاں تک کہ مجلس میں آپؐ کی گفتگو اور آپؐ کے کان اور آپؐ کے اخلاق اور توجہ سب اہل مجلس کے لئے وقف ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ کی مجلس حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے آپؐ لوگوں کے لئے نرم ہو گئے' اور سخت مزاج اور بد خو ہوتے تو یہ لوگ آپؐ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔" (شمائل ترمذی)

شگفتہ مزاجی

رحمت عالمؐ کو رب کریم نے ایسا پاکیزہ مزاج عطا فرمایا تھا کہ آپؐ میں متانت اور سنجیدگی اور بزرگی کے ساتھ زندہ دلی اور شگفتہ مزاجی بھی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ آپؐ کا چہرہ انور ہر وقت بشاش رہتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدسؐ کو وہ رعب عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے شان و

شوکت والے بھی آپؐ کے روبرو ابتدا بات نہ کرسکتے تھے۔ اب اگر حضور اقدسؐ صحابہ کرامؓ سے خوش مزاجی سے پیش نہ آتے تو ان میں سے کسی کو جرات نہ ہوتی کہ آپؐ سے کچھ دریافت کریں' وہ ہیبت اور رعب کی وجہ سے دور رہتے اور اس حالت میں ہدایت کا ایک بڑا باب بند ہو جاتا اور تعلیم و تعلم کا بڑا حصہ مسدود ہو جاتا۔ آپؐ کی خوش طبعی کا یہ عالم تھا کہ حضرت زاہرؓ ایک صحابی ہیں' جو گاؤں میں رہتے تھے' وہ کبھی کبھار مدینہ طیبہ آتے تو حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گاؤں کی چیزیں ہدیتہ پیش کرتے تھے اور آپؐ بھی ان کو شہر کی چیزیں عنایت کرتے تھے۔ آپؐ یہ بھی فرماتے "زاہر ہمارا گاؤں ہے اور ہم زاہر کے شہر ہیں۔" ایک مرتبہ زاہرؓ بازار میں چلے جاتے تھے کہ حضور اقدسؐ نے پیچھے سے ان کو آغوش میں لے لیا۔ حضرت زاہرؓ نے کہا "کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔" پھر جب معلوم ہوا کہ حضورؐ ہیں تو انہوں نے غنیمت سمجھا کہ آج کا دن پھر کہاں نصیب ہو گا' اپنی پیٹھ کو آپؐ کے جسد اطہر سے خوب ملنا شروع کر دیا۔ پھر آپؐ نے مزاحا فرمایا "کوئی ہے جو اس غلام کو خریدے؟" حضرت زاہرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" میرا گاہک کون ہے' میں تو کم قیمت ہوں۔" حضور اقدسؐ نے فرمایا" تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو کم قیمت نہیں ہو۔"

دل مسکراتا ہے

حضور اقدسؐ کی یہ شان تھی کہ آپؐ ایسے پیارے انداز سے پیش آتے کہ اپنے رفیقوں کے دلوں میں آپؐ کی محبت رچ بس گئی تھی۔ آپؐ ہنسی' دل لگی کی باتیں کرتے مگر توازن و اعتدال ہمیشہ ملحوظ رہتا۔ اس میں نہ تو خلاف حق کوئی بات شامل ہوتی' نہ کسی کی دل آزاری کی جاتی اور نہ ٹھٹھے لگا کر ہنسنا ہوتا تھا' غنچوں کا سا تبسم ہوتا' جس میں زیادہ سے زیادہ دانتوں کے کیلے دکھائی دیتے' حلق نظر نہ آتا تھا۔ آپؐ بسا اوقات چھوٹے بچوں سے کھیلا کرتے تھے اور ان کو کھلایا کرتے تھے' کبھی ان سے خوش طبعی کی باتیں بھی کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ بعض مرتبہ محبت اور مزاح سے حضرت انسؓ کو "ذوالاذنین۔ دو کانوں والا" کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی سائل نے سواری کا اونٹ مانگا تو فرمایا "میں تجھے اونٹنی کا بچہ دیتا ہوں۔" اس نے عرض کیا "میں اسے لے کر کیا کروں گا؟" آپؐ نے فرمایا ہر ایک اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

ایک بار مجلس میں کھجوریں کھائی گئیں' حضور اقدسؐ مزاقا گھٹلیاں نکال نکال کر حضرت علیؓ کے

آگے ڈالتے رہے۔ آخر میں گٹھلیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرکے ان سے کہا "تم نے تو بہت کھجوریں کھائیں ہیں؟" اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا "میں نے گٹھلیوں سمیت نہیں کھائیں۔"

ایک مرتبہ حضرت صہیبؓ خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ کھجوریں کھا رہے تھے۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ بھی اس میں شریک ہوگئے۔ اس پر مزاقاً آپؐ نے ان سے فرمایا "آنکھ آئی ہوئی ہے اور کھجوریں کھا رہے ہو۔" حضرت صہیبؓ نے فرمایا "یا رسول اللہؐ میں اچھی آنکھ سے کھا رہا ہوں۔" یہ سن کر حضورؐ مسکرا دیئے۔

اس طرح اگر صحابہ کرامؓ بھی اس قسم کا مزاح کرتے تو آپؐ اس سے خوش ہوتے تھے۔

حضرت عوف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ "غزوۂ تبوک کے موقعہ پر رسول اللہؐ ایک چھوٹے سے خیمہ میں بیٹھے تھے کہ میں نے باہر سے سلام عرض کیا۔ اس پر آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا "اندر آجاؤ۔" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ کیا پورا آجاؤں؟" فرمایا "ہاں پورے آجاؤ۔"

اب ذرا اس واقعہ پر بھی غور فرمائیں کہ اس میں کس قدر لطف و محبت ہے، کس قدر واقعیت و صداقت ہے۔

عبداللہ بن ابی، جو منافقین کا سردار تھا، اس نے غزوۂ بنی مصطلق میں رحمت عالمؐ کے اور مسلمانوں کے خلاف ایک مجلس میں یہ شرارت کی کہ اس نے کہا کہ "مدینہ جاکر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔" اس مجلس میں حضرت زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے، وہ اس وقت بچے تھے، انہوں نے یہ واقعہ حضور اقدسؐ تک پہنچا دیا۔ اب جب عبداللہ بن ابی سے اس سے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے انکار کردیا۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت زیدؓ پر شک کیا کہ انہوں نے غلط اطلاع پہنچائی ہے۔ اس سے حضرت زیدؓ بڑے پریشان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبیؐ پر وحی نازل فرمائی اور اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔ اس کے بعد حضور اقدسؐ نے حضرت زید بن ارقمؓ کو اپنے پاس بلایا اور مسکرا کر ان کا کان پکڑا اور فرمایا "لڑکے کا کان سچا تھا۔"

یہ چند وہ پاکیزہ نمونے ہیں جن کو پڑھ کر لبوں سے زیادہ دل مسکراتا ہے۔

پسندیدہ تفریحات

رحمت عالمؐ نے اپنے قول و عمل سے جائز حدود میں تفریحات کی بھی اجازت دی ہے۔ آپؐ کو

رب کریم نے وہ پیار اذوق عطا فرمایا تھا کہ اگر اس کو اختیار کر لیا جائے تو یقیناً معاشرہ کی کایا پلٹ جائے۔

آپؐ کو شخصی طور پر باغوں کی سیر کا شوق تھا۔ آپؐ کبھی تنہا اور کبھی اپنے رفیقوں کے ساتھ باغوں میں چلے جاتے تھے اور وہیں مجلس آرائی بھی ہو جاتی تھی۔

آپؐ کو تیرنے کا بھی شوق تھا' اپنے احباب کے ساتھ کبھی کبھار تالاب میں تیرا کرتے تھے' دو دو ساتھیوں کے جوڑ بنائے جاتے اور پھر ہر جوڑ کے ساتھی دور سے تیر کر ایک دوسرے کی طرف آتے تھے۔ ایک موقعہ پر آپؐ نے اپنے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بنایا تھا۔ آپؐ تیرتے ہوئے ان کے پاس گئے اور ان کی گردن پکڑ لی۔

حضور اقدسؐ دوڑوں اور تیراندازی کے مقابلے بھی کراتے تھے۔ آپؐ اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ کا قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کی طرف گزر ہوا۔ دیکھا کہ وہ تیراندازی کر رہے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "اے اولاد اسمٰعیل تیراندازی کرتے رہو۔ تمہارے باپ یعنی حضرت اسمٰعیلؑ بڑے تیرانداز تھے۔" پھر آپؐ نے ان دونوں جماعتوں کا مقابلہ دیکھا اور فرمایا "میں فلاں کے ساتھ ہوں۔" یہ سن کر دوسرے تیرانداز تیر پھینکنے سے رک گئے۔ فرمایا "تم تیراندازی کیوں نہیں کرتے؟" عرض کیا ہم ان لوگوں پر کس طرح تیر چلائیں کہ آپؐ ان کی طرف ہیں۔ یہ سن کر ارشاد فرمایا "تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔"

اخلاقی و حکیمانہ شاعری کی قدر کرنا

حضور اقدسؐ اخلاقی اور حکیمانہ شاعری کو بھی پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ کو دربار نبویؐ کا شاعر ہونے کا فخر حاصل تھا۔ آپؐ نے ان کے متعلق یہ فرمایا ہے

"تم ان (کفار) کی ہجو کرو اور روح القدس تمہارے ساتھ ہیں۔"

چنانچہ حضرت حسانؓ نے ان کافروں کو اپنے کلام کے ذریعہ وہ جواب دیا کہ ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ جب وہ اسلام کی تائید میں اور مخالفوں کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کے لئے مسجد نبویؐ میں منبر رکھ دیا جاتا تھا جس پر بیٹھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

حضرت کعب بن زہیرؓ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اسلام لانے کے بعد کعبؓ نے جب اپنا شہرہ آفاق قصیدہ پڑھا اور جب وہ اس شعر پر پہنچے.....

"بے شک رسول اللہؐ ایک ایسی تلوار ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ آپؐ اللہ کی تلواروں میں ایک عمدہ ہندی شمشیر برہنہ ہیں۔" تو حضور اقدسؐ نے اپنی وہ چادر جو آپؐ کے جسد مبارک پر تھی، اتار کر کعبؓ کو عطا فرمائی۔ یہ چادر مبارک استنبول میں سرائے قدیم کے نوادرات میں تبرکات نبویؐ میں اب بھی شامل ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں،

"مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔"

خوشی اور مسرت کے وقت

خوشی اور مسرت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور اسی کے فضل و کرم سے یہ ملتی ہے چنانچہ خوشی کے موقعہ پر دنیوی فخر و غرور کے بجائے رب کریم کی جناب میں نیاز مندی پیش کی جائے، سجدہ شکر ادا کیا جائے کہ حضور اقدسؐ نے یہی ہدایت فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ آپؐ مکہ سے مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ غرورا کے قریب سواری سے اتر پڑے اور تھوڑی دیر تک دعا فرمائی، پھر سجدہ میں گر پڑے۔ اس کے بعد دیر تک ٹھہرے رہے، پھر ہاتھ اٹھایا اور تھوڑی دیر تک دعا فرمائی، پھر سجدہ میں گر پڑے، اسی طرح تیسری بار بھی دعا فرمائی اور سجدہ میں گر پڑے، اور فرمایا "میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے شفاعت کی دعا کی تو اس نے میری ثلث (ایک تہائی) امت کے لئے شفاعت قبول فرمائی، اس لئے میں اپنے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑا، پھر میں نے سر اٹھا کر اپنی امت کے لئے یہی درخواست کی تو اس نے میری ثلث امت کے لئے اور میری التجا کو قبول فرمایا اس لئے میں اپنے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑا، پھر میں نے یہی التجا کی تو اس نے میری ثلث امت کے لئے اور میری التجا کو قبول فرمایا تو میں اپنے اللہ کے لئے سجدہ میں گر پڑا۔" (ابو داؤد)

غور فرمائیں کہ رحمت عالمؐ کو اپنی امت سے کس قدر محبت تھی۔ بار بار ہاتھ پھیلائے رب کریم سے اس کی شفاعت کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اس کی قبولیت پر بار بار سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں۔

سفر سے واپسی پر

خوشی کا ایک موقعہ سفر سے واپس اپنے وطن پہنچنا بھی ہوتا ہے۔ اس وقت اپنے دوست و احباب

کی دعوت بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ بھی اس مسرت میں شریک ہوں۔ چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ سفر سے مدینہ تشریف لائے تو اونٹ یا گائے ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا۔ (ابو داؤد)

اس موقعہ پر دوسروں کا بھی فرض ہے کہ سفر سے واپس آنے والے کا استقبال کریں تاکہ اس طریقہ سے ان کی مسرت کا اظہار ہو۔ رسول کریمؐ جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو لوگوں نے ثنیۃ الوداع تک جاکر آپؐ کا استقبال کیا، جس میں بچے بھی شامل تھے۔

نکاح کے موقعہ پر

خوشی اور مسرت کا ایک عام موقعہ شادی بیاہ میں ہوتا ہے۔ اس وقت اسلام نے اظہار مسرت کے لئے جائز حد تک اجازت بھی دی ہے تاکہ خوب اعلان ہو اور سب کو اس نکاح کی خبر ہو جائے۔

حضرت ربیع بنت مسعودؓ کا نکاح ہوا تو رسول اللہؐ تشریف لاکر ان کے پاس بیٹھے۔ چند لڑکیاں دف بجا بجا کر حضرت ربیع بنت مسعودؓ کے ان بزرگوں کی تعریف میں اشعار گانے لگیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے، اسی حالت میں ایک نے یہ مصرعہ گایا.....

وفینا نبی یعلم ما فی غد۔ "ہم میں ایک ایسا پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔"

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا "اس کو چھوڑ دو اور جو گا رہی تھیں اسی کو گاؤ۔" (بخاری کتاب النکاح)

عربوں میں یہ رسم تھی کہ دولہا کو "بالرفاء و البنین۔" کہہ کر عیش و آرام اور اولاد نرینہ کی دعا دیتے تھے، رحمت عالمؐ نے اس کی جگہ یہ دعا سکھائی،

"تمہارے لئے اللہ مبارک کرے، تم پر برکت اتارے اور تم دونوں میں میل ملاپ رکھے۔"

ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی موجودگی میں نکاح کے خاتمہ پر جب چھوہارے وغیرہ پھینکے گئے تو بعض لوگوں نے انہیں لوٹنے میں حصہ نہ لیا۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے خود بڑھ کر چھوہارے لوٹے اور یوں اس پُر مسرت تقریب کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

شادی کے موقعہ پر دعوت ولیمہ کے بارے میں حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ اور کچھ نہیں تو ایک بکری ذبح کر کے کھلا دو اور آپؐ نے خود کبھی پنیر، گھی اور چھوہارے بھی کھلائے ہیں۔ (نسائی)

عید کی خوشی منانا

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لئے اس سے بھی زیادہ وسیع پیمانہ پر اجتماعی خوشی و مسرت کے اظہار کا موقع

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن پیش آتا ہے۔ ان دونوں دنوں میں اظہار مسرت کے لئے عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا مسنون فرمایا گیا ہے اور جائز قسم کے کھیلوں کو پسند فرمایا گیا ہے۔

ایک مرتبہ عید کے دن حبشی لوگ فوجی کرتب دکھا رہے تھے تو رسول اللہؐ نے خود حضرت عائشہؓ کو اپنی آڑ میں لے کر یہ تماشا دکھایا اور حبشیوں سے کہا "ہاں' بنوارفدہ۔" اس سے آپؐ کا مقصد ان میں مستعدی اور نشاط پیدا کرنا تھا۔ پھر جب حضرت عائشہؓ دیکھتے دیکھتے تھک گئیں تو آپؐ نے فرمایا "اچھا اب جاؤ۔" (بخاری شریف)

قربانی پیش کرنا

سورہ کوثر میں رب کریم نے حضور اقدسؐ کو اپنی بے حساب نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے خاص طور سے نماز اور قربانی ادا کرنے کا حکم دیا ہے' چنانچہ آپؐ نے ان دونوں عبادتوں کا حق ادا کر دیا ہے۔

ہجرت کے بعد رحمت عالمؐ دس سال مدینہ منورہ میں رہے ہیں' اس دوران ہر سال آپؐ عید الاضحیٰ کے دن برابر قربانی کرتے تھے۔ (ترمذی) اس سے واضح ہے کہ یہ عبادت حج کے موقعہ پر خاص مکہ معظمہ کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں یہ حدیث پاک بھی سامنے رہے' حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں'

"میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھی۔ پھر جب آپؐ پلٹے تو آپؐ کی خدمت میں ایک مینڈھا پیش کیا گیا اور آپؐ نے اسے ذبح کرتے ہوئے فرمایا'

"اللہ کے نام پر اور اللہ سب سے بڑا ہے' الٰہی یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان سب لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہ کی ہو۔"

آپؐ فرماتے ہیں' "سب سے پہلا کام جس سے ہم آج کے دن کی ابتدا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں' جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقہ کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو اس کا شمار قربانی میں نہیں ہے بلکہ وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کو مہیا کیا۔"

حضرت انسؓ اپنے جذبہ محبت کو یوں ظاہر کرتے ہیں'

"نبیؐ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور میں بھی دو ہی مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔"

علم کی فضیلت

رحمت عالمؐ کا ارشاد ہے "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔" (ابن ماجہ)

"جس نے طلب علم کی خاطر کوئی راستہ طے کیا اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کرے گا۔"

ایک مرتبہ رحمت عالمؐ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ صحابہ کرامؓ کے دو حلقے ہیں۔ ایک حلقہ میں لوگ تلاوت و دعا میں مشغول ہیں اور دوسرے حلقے میں قرآن مجید کا درس ہو رہا ہے۔ اس وقت آپؐ یہ فرما کر کہ "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" حلقہ درس میں بیٹھ گئے۔

اس طرح ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا "زمین کی اقطار سے لوگ تمہارے پاس دین سیکھنے کے لئے آئیں گے تو ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنا۔" (مشکوۃ)

پہلی درسگاہ

حضور اقدسؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ تمام دنیا والوں کے لئے ہدایت اور رحمت بن کر آئے ہیں، معلم کتاب و حکمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس اعتبار سے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کتاب اللہ کی تلاوت کے لئے مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی وہاں حکمت کی تعلیم کے لئے مسجد کے صحن میں شمالی سرے پر ایک درسگاہ بھی تعمیر ہوئی۔ یہ ایک ہموار چبوترا تھا۔ اس پر کھجور کے پتوں کا سائبان تھا۔ اسے صفہ کہتے تھے۔ یہاں دن میں تعلیم دی جاتی تھی اور رات میں بے آسرا مہاجر شب بسر کرتے تھے۔ اس میں رسول اکرمؐ کے علاوہ صحابہ کرامؓ بھی درس و تدریس کا فرض انجام دیتے تھے۔

عہد نبویؐ میں اس درسگاہ سے فارغ التحصیل صحابہ کرامؓ کا ۴۰۰ سے ۹۰۰ تک اندازہ کیا گیا ہے۔ یہی لوگ دور دراز دینی تعلیم کے لئے روانہ کئے جاتے تھے۔ بئر معونہ میں تعلیم کے لئے جو ۷۰ معلم روانہ کئے گئے تھے وہ سب کے سب صفہ کے طلباء تھے۔

صفہ کی درسگاہ سے بڑے بڑے باکمال صحابہ کرامؓ نکلے ہیں، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل ہیں۔ ان سب بزرگوں کے سینے علوم کے گنجینے تھے۔ وہ معرفت کے بلند مقام پر فائز تھے۔ حضور اقدسؐ اکثر ان کے پاس آتے اور ان کا حال دریافت فرماتے تھے۔

آپؐ ان سے فرماتے "اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے جن کے بارے میں مجھے حکم دیا کہ ان کی معیت پر خوش رہوں۔" آپؐ یہ بھی فرماتے "اگر تم کو معلوم ہو جاتا کہ

اللہ کے یہاں تمہارے لئے کیا اجر تیار کر رکھا ہے تو تم تمنا کرتے کہ ہمارا یہ فقر و فاقہ اور بڑھ جاتا۔"

تعلیم سے دلچسپی

رحمت عالمؐ کو تعلیم سے اتنی دلچسپی تھی کہ سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر کے موقعہ پر جو قیدی گرفتار ہو کر آئے ان کی رہائی کی یہ صورت مقرر فرمائی کہ ہر قیدی دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے۔

حضور اقدسؐ یہ بھی اہتمام فرماتے کہ جو قبائل دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ان کی تعلیم و تلقین کے لئے ذمہ دار صحابہ کرامؓ کو ان کے پاس بھیجتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن میں تعلیم اسلام کے لئے مامور فرمایا تو ان کو یہ ہدایت فرمائی'

" لوگوں کے ساتھ آسانی پیدا کرنا' انہیں سختی میں نہ ڈالنا' خوشخبری اور بشارت سنانا' دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مل جل کر رہنا۔" (بخاری شریف)

غور فرمائیں کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت بٹھانے کا یہ کیا ہی عمدہ طریقہ ہے۔

اس کے علاوہ رحمت عالمؐ نے اپنے صحابہؓ میں سے چند کو ایشیاء اور افریقہ کی زبانیں سیکھنے کا بھی حکم دیا ہے اور ان زبانوں پر عبور حاصل کرنے کے بعد انہیں بحیثیت ترجمان مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ یہودیوں سے خط و کتابت کے لئے آپؐ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا تو انہوں نے صرف سترہ دن میں یہ زبان سیکھ لی۔

اس کے علاوہ حضور اقدسؐ نے اخلاقی اور حکیمانہ شاعری کی بھی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں: "بے شک بعض شعروں میں دانشمندی اور حکمت ہوتی ہے۔"

ذاکرین کی قدر فرمانا

رحمت عالمؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور اس نسبت سے آپؐ ان لوگوں کی بھی بڑی قدر فرماتے تھے جو ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضور اقدسؐ گھر میں تشریف فرما تھے کہ آیت واصبر نفسک "اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔" نازل ہوئی۔ اس پر حضور اقدسؐ ان لوگوں کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے ذکر میں

مشغول ہے۔ ان میں کچھ لوگ بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں۔ (کہ ایک لنگی ان کے پاس ہے)

جب آپؐ نے ان لوگوں کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا "تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم دیا۔"

ایک دوسری حدیث پاک میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضور اقدسؐ فرماتے ہیں "تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ساتھ ہی مرنا ہے۔"

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ (اتنے میں) حضور اقدسؐ تشریف لائے تو یہ لوگ خاموش ہو گئے' اس پر آپؐ نے فرمایا" میں نے دیکھا کہ رحمت الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔" پھر ارشاد فرمایا "الحمدللہ' اللہ تعالیٰ نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے کہ جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔"

حضور اقدسؐ بحیثیت معلم اخلاق

رحمت عالمؐ کا مبارک ارشاد ہے' بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ "میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

چنانچہ آپؐ نے اپنے قول و عمل سے بڑی حسن و خوبی سے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں حبیب کبریا نے اپنے اسوۂ حسنہ کے حسین و جمیل نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ یہ جامعیت' یہ ہمہ گیری اسوۂ محمدی کے علاوہ کہیں بھی نظر نہیں آتی۔

آپؐ کو رب کریم نے یہ شان بخشی ہے' " وانک لعلٰی خلق عظیم اور بے شک آپ اخلاق کے بلند مقام پر ہیں" لیکن اس کے باوجود آپؐ عجز و نیاز سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرتے ہیں' اے اللہ تو بہترین اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرما کہ تیرے سوا بہترین اخلاق کی طرف کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا اور برے اخلاق سے مجھ کو دور کر دے کہ تو ہی برے اخلاق کو مجھ سے دور کر سکتا ہے۔

غور فرمائیں کہ اس عاجزانہ دعا کا صحابہ کرامؓ کے دلوں پر کس قدر اثر ہوتا ہو گا اور ان کے دلوں پر اخلاق حسنہ کی اہمیت کے نقوش کس طرح ثبت ہوتے ہوں گے۔

حسن اخلاق کی اہمیت

اس کی قدر و قیمت کا اس سے اندازہ ہو گا کہ اسلام نے جو عبادات مقرر کی ہیں ان کا مقصد بھی اس کے سوا کیا ہے کہ لوگوں کے اعمال درست ہوں' ان کی سیرتیں آئینے کی طرح پاک و صاف ہو جائیں اور ان کے اخلاق زیادہ سے زیادہ سنور جائیں۔

دیکھئے اہل ایمان کے نزدیک ایمان سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں' ان کے لئے آخرت کی کامیابی سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں' ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں۔ اس اعتبار سے رحمت عالمؐ نے اپنے ماننے والوں کو جب یہ فرمایا ہو گا تو ان کی نگاہوں میں اخلاق کریمہ کی قدر و قیمت کتنی بڑھ گئی ہو گی۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"کامل ایمان اس مومن کا ہے' جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔"

" قیامت کے روز اعمال کی ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہ ہو گی۔"

"تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔"

"بندوں میں اللہ کے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔"

ان ارشادات سے اندازہ ہو گا کہ اخلاق حسنہ کو دین حق میں کتنا بلند درجہ حاصل ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اخلاق درست ہوں گے تو افراد و جماعتوں میں میل جول بڑھے گا' ان میں ہمدردی اور محبت بڑھے گی' وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوں گے اور کشمکش کے اسباب رفتہ رفتہ ختم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ سب ایک کنبے کے افراد کی حیثیت سے رہنے سہنے لگیں گے' ہر دل میں دوسرے کا احترام ہو گا اور یہی اسلام کا نصب العین ہے۔

قول کے ساتھ عمل

اب ذرا اس پہلو سے بھی دیکھئے تو واضح ہو گا کہ حضور اقدسؐ نے جو کچھ فرمایا ہے تو اس پر عمل کر کے بھی دکھایا ہے' آپؐ کا جو قول تھا وہی آپؐ کا عمل بھی تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور اقدسؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو' فرمایا:

کان خلقه القرآن "آپؐ کے اخلاق قرآن ہی تو تھے۔"

گویا کہ جو کچھ قرآن مجید میں الفاظ کی صورت میں ہے' وہی حامل قرآن پاک کی مبارک زندگی میں عمل کی صورت میں ہے۔

دیکھئے حضور اقدسؐ نے نماز کا حکم دیا تو آپؐ خود آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے۔ روزہ کا حکم دیا تو رمضان کے تیس روزوں کے علاوہ کوئی ہفتہ اور مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "جب آپؐ روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی افطار نہیں کریں گے۔" آپؐ نے لوگوں کو زکوٰۃ اور خیرات کا حکم دیا تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپؐ نے کبھی کسی سوالی کے جواب میں "نہیں" کا لفظ نہیں فرمایا۔ کبھی کوئی چیز تنہا نہیں کھاتے تھے۔ آپؐ یہ فرمایا کرتے تھے "میں تو بانٹنے والے اور خزانچی کی حیثیت رکھتا ہوں' اصل دینے والا تو اللہ ہے۔"

زہد و قناعت کی تعلیم دی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں "حضورؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر دو وقت بھی سیر ہو کر آپؐ کو کھانا نصیب نہ ہوا۔" رہنے کا مکان ایک حجرہ تھا جس میں کچی دیوار اور کھجور کے پتوں اور اونٹ کے بالوں کی چھت تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "آپؐ کا کپڑا کبھی تہہ کر کے نہیں رکھا جاتا تھا یعنی جو بدن مبارک پر کپڑا ہوتا تھا اس کے سوا کوئی اور کپڑا ہی نہیں ہوتا تھا جو تہہ کیا جاتا۔"

آپؐ نے اپنے دشمنوں اور قاتلوں کو معاف کرنے کی نصیحت فرمائی تو پہلے خود اپنے قاتلوں اور دشمنوں کو معاف فرمایا' کھانے میں زہر دینے والوں سے درگزر کیا' اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا' جنہوں نے آپؐ پر تیر برسائے اور تلواریں چلائیں ان پر مسلح ہو کر بھی کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ آپؐ نے سچ بولنے اور امانت و دیانت کا سبق دیا تو آپؐ نے خود وہ بلند معیار پیش کیا کہ خون کے پیاسے بھی صادق و امین کہنے پر مجبور تھے۔

اللہ پر بھروسہ اور صبر و استقلال دیکھنا ہو تو حضور اقدسؐ کی یہ شان دیکھو کہ قریش مارنے مرنے پر تیار تھے مگر آپؐ عین حرم میں جا کر توحید کی آواز بلند کرتے تھے اور سب کے سامنے نماز ادا کرتے تھے۔

دیکھئے قریش نے آپؐ کے ساتھ کیا نہیں کیا مگر آپؐ راہ حق سے کبھی نہ ہٹے اور جب حضرت ابو طالب بھی ڈگمگانے لگے تو انہیں بھی صاف کہہ دیا کہ "اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں' تب بھی میں اس فرض سے باز نہ آؤں گا۔" پھر تین سال تک آپؐ کو

آپؐ کے خاندان کے ساتھ ایک پہاڑی درہ میں قید رکھا گیا جہاں یہ حالت ہوئی کہ بچے بھوک سے بلبلاتے تھے' جوان درخت کے پتے کھا کر زندگی گزارتے تھے۔ آخر آپؐ کے قتل کی سازش ہوئی مگر صبر و استقلال کا سر رشتہ کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹا۔

حنین کے میدان میں جب ایک موقعہ پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہوئی تو تھوڑی دیر کے لئے مسلمان پیچھے ہٹ گئے مگر حضور اقدسؐ اپنی جگہ پر قائم تھے۔ ادھر سے تیر برس رہے ہیں اور ادھر سے "میں پیغمبر ہوں' جھوٹ نہیں ہے' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔" کا نعرہ بلند تھا۔

فتح مکہ کے موقعہ پر سب مجرم سر جھکائے کھڑے تھے۔ پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں رسول اقدسؐ کے ایک اشارہ کی منتظر تھیں کہ ارشاد ہوتا ہے "آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا' آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

یہ ہے اپنے جانی دشمنوں کو پیار کرنا اور معاف کرنا۔ اب ذرا آخری حج کے منظر کو بھی سامنے رکھئے' آج عرب کے باطل رسم و رواج اور نہ ختم ہونے والی لڑائیوں کا سلسلہ توڑا جا رہا ہے۔ کوئی ایک لاکھ مسلمان جمع ہیں۔ عین اس وقت حضور اقدسؐ فرماتے ہیں:

"آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے' یعنی تم سب ایک دوسرے کے قاتلوں کو معاف کر دو' اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔"

"جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج باطل کئے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سودی بیوپار توڑتا ہوں۔"

جان و مال کے بعد تیسری چیز عزت و آبرو ہے' تو اس سلسلہ میں آپؐ نے مساوات اور اخوت انسانی کی یہ عملی مثال پیش کی کہ ایک غلام کو اپنا فرزند متبنی بنایا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی پھوپھی زاد بہن کو جو قریش کے شریف خاندان سے تھیں' اپنے غلام سے بیاہا۔ پھر منہ بولے بیٹے کا قاعدہ جب اسلام میں توڑا گیا تو سب سے پہلے زید بن محمد' زید بن حارثہ کہلائے۔

اس وقت عرب معاشرہ میں منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا نہایت برا تھا' مگر چونکہ یہ محض ایک لفظی رشتہ تھا' جس کو واقعیت سے کوئی تعلق نہ تھا اور اس رسم سے بہت سی خاندانی

رقابتوں اور خرابیوں کی بنیاد قائم ہو گئی تھی' اس لئے اس کا توڑنا بہت ضروری تھا لیکن اس کے لئے عملی مثال پیش کرنا سب سے مشکل کام تھا' یہ عزت و آبرو کا معاملہ تھا' مگر آپؐ نے آگے بڑھ کر خود اس کی مثال پیش کی اور زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے نکاح کیا اور یہ رسم ہمیشہ کے لئے عرب سے مٹ گئی۔

مختصر یہ کہ زندگی کے وسیع و عریض میدان کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں حبیب کبریاؐ نے اپنے اسوۂ حسنہ کے حسین و جمیل نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ جامعیت' یہ ہمہ گیری' رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی کے سوا کہیں نظر نہیں آتی۔ یہاں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا اس آب زلال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

اخلاقِ کریمانہ

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت حسینؓ نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے حضور اکرمؐ کا اپنے اہل مجلس کے ساتھ طرز دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

"آپؐ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے' آپؐ نرم مزاج تھے' نہ آپؐ چلا کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بد کلامی فرماتے تھے۔ نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیوب پکڑیں' نہ زیادہ مبالغہ سے تعریف کرنے والے' نہ زیادہ مذاق کرنے والے' نہ بخیل تھے۔ آپؐ ناپسند بات سے اعتراض فرماتے تھے۔ دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپؐ کو پسند نہ آتی تو اس کو مایوس نہ فرماتے اور اس کا وعدہ بھی نہ فرماتے تھے۔

آپؐ نے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ فرما رکھا تھا۔ جھگڑے سے اور تکبر سے اور بے کار بات سے اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کی مذمت فرماتے' نہ کسی کو عیب لگاتے' نہ کسی کے عیوب تلاش فرماتے۔ آپؐ صرف وہی کلام فرماتے جو باعث اجر و ثواب ہو۔

جب آپؐ گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب آپؐ خاموش ہو جاتے تو وہ حضرات بات کرتے۔ آپؐ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے تھے۔ آپؐ سے جب کوئی شخص بات کرتا تو اس کے خاموش ہونے تک سب چپ رہتے تھے۔ ہر شخص کی بات (توجہ سے سننے میں) ایسی ہوتی جیسے پہلے شخص کی گفتگو (یعنی بے قدری

سے کسی کی بات نہیں سنی جاتی تھی)۔

جس بات سے سب ہنستے آپؐ بھی تبسم فرماتے اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپؐ بھی تعجب میں شریک رہتے' یہ نہیں کہ سب الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں۔ اجنبی مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بدتمیزی کے سوال پر صبر فرماتے تھے۔ (یعنی گاؤں کے لوگ آداب کی رعایت نہ کرکے ہر قسم کے سوالات کرتے تو حضورؐ ان پر گرفت نہ فرماتے تھے' چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ آپؐ کی مجلس اقدس تک مسافروں کو لے کر آیا کرتے تھے تاکہ ان کے سوالات سے خود بھی فائدہ اٹھائیں' یہ اس لئے کہ ادب کی وجہ سے یہ حضرات خود وہ نہ پوچھ سکتے تھے)

آپؐ یہ بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ جب کسی طالب حاجت کو دیکھو تو اس کی امداد کیا کرو' (اگر آپؐ کی کوئی تعریف کرتا تو آپؐ اس کو پسند نہ فرماتے تھے) البتہ بطور شکریہ اور ادائے احسان کے کوئی آپؐ کی تعریف کرتا تو آپؐ خاموش رہتے۔ (بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر حدود کے اندر تعریف کرتا تو خاموش رہتے ورنہ روک دیتے تھے) کسی کی گفتگو قطع نہ فرماتے تھے' البتہ اگر کوئی حد سے بڑھ جاتا تو اس کو روک دیتے تھے یا مجلس سے تشریف لے جاتے تاکہ وہ خود رک جائے)

حضرت عائشہؓ کی گواہی

اس سلسلہ اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس بیان کو بھی سامنے رکھئے کہ' ان کو یہ بلند مقام حاصل ہے کہ وہ ام المومنین بھی ہیں اور انہوں نے حضور اقدسؐ کو اس قدر قریب سے دیکھا ہے کہ یقیناً ان کی شہادت بہت بڑا درجہ رکھتی ہے۔ وہ کچھ اس طرح فرماتی ہیں:

"جب بھی رسول اللہؐ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپؐ ان میں وہ لیتے جو آسان ہوتی بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا' اگر گناہ ہوتا تو آپؐ سب سے بڑھ کر اس سے دوری اختیار کرتے۔

رسول اللہؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کو سزا نہیں دی اور کبھی بدلہ نہیں لیا' ہاں اللہ کے حکموں کی حرمت زائل کرنے والوں کو آپؐ اللہ کے لئے سزا دیتے تھے۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ برائی کے بدلے میں کبھی برائی سے کام نہیں لیا۔ رسول اللہؐ اس طرح کبھی نہیں ہنستے کہ آپؐ کا تالو نظر آیا ہو' صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔

ہر لحظہ دل پر خوف و خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ بادل دیکھتے یا آندھی آتی تو چہرہ مبارک پر تکلیف

کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے' میں نے (حضرت عائشہؓ نے) عرض کیا "یا رسول اللہؐ لوگ بادل دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی (مگر) آپؐ کے چہرے سے تکلیف نمایاں ہوتی ہے۔ فرمایا "عائشہ' کونسی بات مجھے بے خوف کر سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہ ہوگا؟ ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا' ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا یہ بادل ہے۔"

آپؐ نے نام لے کر کبھی کس پر لعنت نہیں فرمائی۔ نہ کبھی اپنے کسی خادم' کسی لونڈی' کسی غلام' کسی عورت اور کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ آپؐ نے کبھی کسی کی درخواست رد نہیں فرمائی الا یہ کہ وہ ناجائز تھی۔ گھر میں آتے تو مسکراتے ہوئے آتے' باتیں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کرتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے۔ اگر کسی کی کوئی حرکت پسند نہ ہوتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے' اصل فعل کو منع فرما دیتے تھے۔

حضرت انسؓ کی گواہی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "میں آٹھ برس کا تھا کہ خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوا اور برابر دس برس تک آپؐ کی خدمت میں رہا مگر اس تمام مدت میں حضورؐ نے کبھی اف تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ "تو نے یہ کام کیوں کیا' وہ کام کیوں نہیں کیا۔"

حضرت انسؓ ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے نہ کبھی کوئی فحش اور بیہودہ کلمہ نکلتا' نہ آپؐ کسی پر لعنت کرتے' نہ کسی کو برا بھلا کہتے تھے' اگر کسی پر بہت ہی خفا ہوتے تو فقط اتنا فرماتے: "مالہ تراب جسد" "اسے کیا ہو گیا' اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔"

حضرت انسؓ یہ بھی فرماتے ہیں "کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی شخص نے کوئی بات چپکے سے کہنے کے لئے اپنا منہ گوش مبارک سے لگایا ہو اور آپؐ نے اس آدمی کے سر اٹھانے سے پہلے اپنا سر اقدس ہٹا لیا ہو۔ اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ کسی نے آپؐ سے مصافحہ کیا ہو' اور آپؐ نے اس کے ہاتھ کھینچنے سے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ جس کسی سے ملتے پہلے خود سلام کرتے اور خود مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے تھے۔"

یہ پیش نظر رہے کہ ان تین بزرگ ہستیوں کا یہ بیان' یہ شہادت' زیادہ تر عہد نبوت سے متعلق ہے جبکہ اس سے پہلے حضور اقدسؐ چالیس سال کی طویل مدت تک اس معاشرہ میں گزار چکے ہیں' اور اس عرصہ میں بھی آپؐ کی زندگی ہر عیب و کمزوری سے پاک اور نہایت پاکیزہ رہی ہے۔ چنانچہ قرآن

مجید میں ایک مقام پر آپؐ کی نبوت کی صداقت کی یہ دلیل پیش کی گئی ہے'

فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون

"یہ واقعہ ہے کہ اس سے پہلے بھی میں بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں' پھر بھی کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔"

غرض یہ کہ جس پہلو سے دیکھئے آپؐ کی مبارک زندگی نہایت حسین و دلکش ہے۔

عہد کی پابندی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ ہر خطبہ میں اس کو ضرور فرمایا کرتے تھے'

"جس میں عہد نہیں' اس میں دین نہیں۔"

یعنی اس قول و قرار کو جو بندہ اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے یا بندہ بندے سے کرتا ہے' اس کو پورا کرنا حق اللہ اور حق العباد کو ادا کرنا ہے' جس کے مجموعہ کا نام دین ہے۔

اس اعتبار سے رحمت عالمؐ کی حیات طیبہ کے سارے معاملات و تعلقات نہایت حسین و جمیل تھے۔ آپؐ ہر صورت میں وعدہ نبھاتے تھے۔

دیکھئے معاہدہ حدیبیہ کے بعد مشرکین مکہ کی طاقت روز بروز گھٹ رہی تھی جبکہ مسلمانوں کی قوت برابر بڑھ رہی تھی' اس حالت میں اس معاہدہ کو توڑ دینا کیا مشکل تھا لیکن یہاں اس کا تصور تک نہیں تھا۔ جب تک قریش خود اس معاہدہ کے توڑنے کا اعلان نہیں کرتے حضور اقدسؐ پوری طرح اس کی پابندی کرتے رہے۔

حضرت ابو جندلؓ کی بے بسی

جان لیں کہ معاہدہ حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر اہل مکہ میں سے کوئی شخص آپؐ کے پاس آجائے تو خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو پھر بھی حضورؐ اسے واپس کردیں گے۔ ابھی اس پر گفتگو ہو ہی رہی تھی اور یہ شرط عہد نامہ میں لکھی بھی نہیں گئی تھی کہ حضرت ابو جندلؓ زخموں سے چور' بیڑیوں میں جکڑے ہوئے کسی طرح وہاں آپہنچے۔ یہ سہیل کے صاحبزادے تھے۔ اسلام لانے کی پاداش میں قید کردیئے تھے اور سخت ایذائیں سہ رہے تھے۔

سہیل اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہنے لگا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلا شخص ہے جسے میں چاہتا ہوں کہ تم واپس کردو۔" ارشاد ہوا "ابھی تو معاہدہ لکھا بھی نہیں گیا۔" مگر سہیل نے کہا "واللہ، اگر تم نے یہ نہ کیا تو پھر میں ہرگز تم سے کسی شرط پر بھی صلح نہ کروں گا۔" حضور اقدسؐ نے ہر طرح اسے نرم کرنا اور سمجھانا چاہا مگر اس نے نہیں مانا۔

اس پر حضرت ابو جندلؓ نے عرض کیا "یا معشر المسلمین، میں مسلمان ہوں اور اب مشرکوں کے حوالے کیا جاتا ہوں، کیا آپ میرا حال نہیں دیکھتے کہ میں کس بلا میں مبتلا ہوں۔ اس پر بقول ابن اسحاق، آپؐ نے فرمایا "اے ابو جندل صبر کرو، گھبراؤ مت، پس بے شک ہم غدر اور عہد شکنی نہیں کرتے اور بلاشبہ اللہ تمہارے لئے کشائش اور راستہ پیدا کردے گا۔"

یہ وہ نازک مرحلہ تھا کہ سب حضرت ابو جندلؓ کی حالت دیکھ کر تڑپ رہے تھے مگر حضور اقدسؐ نے ایفائے عہد میں سائبہ شبہ تک کو گوارا نہ فرمایا۔

حضرت ابو بصیرؓ کو بھی واپس کردیا گیا

پھر معاہدہ حدیبیہ کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ بنی ثقیف کے ایک فرد جن کی کنیت ابو بصیر تھی، وہ مشرکین مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر مدینہ منورہ بھاگ آئے۔ قریش نے حسب وعدہ اسے لینے کے لئے دو آدمیوں کو بھیجا۔ اس پر حضور اقدسؐ نے ابو بصیرؓ سے فرمایا "ہمارے اور اہل مکہ کے معاہدے کے مطابق ان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے اور مکہ کے دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے کوئی راہ پیدا کردے گا۔" چنانچہ ابو بصیر تعمیل حکم میں ان کے ساتھ چلے گئے۔

اس کے بعد یہ تینوں ذوالحلیفہ کے مقام پر ستانے کے لئے بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت ابو بصیرؓ نے ان میں سے ایک کی تلوار کی بڑی تعریف کی اور دیکھنے کے لئے مانگی۔ اس نے خوشامد میں آکر تلوار دے دی، اب ابو بصیرؓ نے پھرتی سے پہلا وار اسی پر کیا تو وہ وہیں ٹھنڈا ہوگیا۔ یہ دیکھ کر دوسرا گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا اور راستہ بدل کر مدینہ منورہ پہنچا۔ اتنے میں حضرت ابو بصیرؓ بھی رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے اللہ کے نبیؐ" آپؐ کا عہد پورا ہوگیا۔ میں اسے قتل نہ کرتا تو مکہ والے مجھے دین سے منحرف کردیتے۔" آپؐ نے فرمایا "یہ شخص آتش جنگ بھڑکانے والا ہے۔"

حضرت ابو بصیرؓ کو حضور اقدسؐ کے انداز سے یقین ہوگیا کہ آپؐ ضرور ان کو واپس کردیں گے

چنانچہ اس ڈر سے چپکے سے مدینہ منورہ سے نکل گئے اور ساحل سمندر پر عیص کے مقام پر پناہ گزیں ہوگئے۔ جب مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو جن کو موقعہ ملتا بھاگ کر یہاں پہنچ جاتا تھا۔ اس طرح ان کی تعداد ستر ہوگئی۔ اب انہوں نے قریش کو تنگ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ادھر سے ان کا جو بھی قافلہ گزرتا اسے لوٹ لیتے تھے۔ غرض ان لوگوں نے مکہ والوں کے ناک میں دم کر دیا۔ آخر تنگ آکر انہوں نے رسول اللہؐ کو یہ لکھا:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپؐ سے اپنے اور آپؐ کے رحم کا واسطہ دے کر عرض گزار ہیں کہ عیص میں مقیم مسلمانوں کی ہمیں ضرورت نہیں۔ آپؐ انہیں شوق سے مدینہ میں رہنے کی اجازت دیجئے۔ ہم قرارداد حدیبیہ سے درگزرے۔"

اس پر رسول اللہؐ نے حضرت ابو بصیرؓ کو مدینہ آنے کا خط لکھا۔ جب قاصد عیص پہنچا تو وہ بستر مرگ پر آخری سانس لے رہے تھے۔ نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور سینہ پر رکھ کر دنیا سے چل دیئے۔ پھر ان کو سپرد خاک کر کے ان کے تمام ساتھی مدینہ منورہ چلے آئے۔

اشک رواں ہوئے

فتح مکہ کے موقعہ پر جب رحمت عالمؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ "جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اسے امان ہے۔ جو اپنے ہتھیار پھینک دے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے انہیں بھی امان ہے۔ زخمی اور قیدی قتل نہ کئے جائیں، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے۔" اس پر انصار آپس میں کہنے لگے "دیکھو، رسول اللہؐ پر اپنی قوم اور وطن کی محبت غالب آگئی ہے، اب شاید آپؐ ہمارے ساتھ مدینہ واپس تشریف نہ لائیں۔"

اس پر اسی لمحہ وحی نازل ہوئی اور آپؐ نے انصار سے فرمایا، "اے انصار کی جماعت، کیا تم نے کہا تھا کہ اس شخص پر وطن اور رشتہ داروں کی محبت غالب آگئی ہے؟" عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ" بے شک ہم نے یہ بات کہی ہے۔" "اگر یہ سچ ہے تو بتاؤ میرا نام کیا ہے؟" پھر حضور اقدسؐ نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا، ارشاد ہوا،

"اگر میں تمہارے ساتھ کیا ہوا عہد نہ نبھاؤں تو کیا کہلاؤں گا؟ واللہ ایسا نہیں ہے۔ تم نے غلط سمجھا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ معاذ اللہ میں اپنے کئے ہوئے عہد سے پھروں اور عہد

شکنی کروں۔ میں اللہ کے حکم سے تمہاری طرف ہجرت کر کے آیا ہوں۔ اب میری زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اور مرنا بھی۔"

یہ سننا تھا کہ خوشی سے انصار کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آیا۔ ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔ اس حال میں عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ اللہ گواہ ہے کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ محض اللہ اور اس کے رسولؐ کی حرص و محبت میں کہا ہے۔ ہم نے سمجھا ہم سے کہیں یہ دولت کونین نہ چھن جائے۔ ہم کہیں آپؐ کی ذات بابرکت سے محروم نہ ہو جائیں۔" اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتا ہے۔ تم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو وہی تمہارے دل میں بھی ہے۔"

حسن عہد ایمان سے ہے

اس کے ساتھ رحمت عالمؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ تمام رشتوں کا پورا احترام کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک ضعیفہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے اس سے کہا "تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا؟" اس نے عرض کیا "اچھا حال رہا۔" جب وہ چلی گئیں تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا "آپؐ نے اس ضعیفہ کی طرف اس قدر توجہ فرمائی؟" فرمایا "عائشہ یہ خدیجہ کے زمانہ میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اور حسن عہد ایمان سے ہے۔"

مجاہدین کو وصیت

رحمت عالمؐ کا یہ معمول تھا کہ جب مجاہدین کو روانہ فرماتے تو ان کو عہد کی پابندی کی بھی ہدایت فرماتے تھے "رسول اللہؐ جب کسی شخص کو کسی فوج کا سپہ سالار مقرر فرماتے تو اسے اللہ سے ڈرنے اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرماتے، پھر فرماتے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کا نام لے کر لڑو، جن لوگوں نے اللہ کا انکار کیا ہے ان سے جہاد کرو لیکن مال غنیمت میں کسی قسم کی خیانت نہ کرنا، عہد کی پابندی کرو، بیوفائی نہ کرو کسی کے ہاتھ پاؤں، کان، ناک نہ کاٹو، بچوں کو قتل نہ کرو۔"

صدق و امانت

رحمت عالمؐ کی سچائی اور راست بازی کا یہ عالم تھا کہ زبان صدق بیان پر تو کیا کبھی آپؐ کے خیال

میں بھی کوئی غلط بات نہیں گزرتی تھی اور آپؐ گزشتہ کے متعلق جو کچھ فرماتے وہ تو درست ہوتا ہی تھا لیکن خیالات کی راست بازی کا اتنا اثر تھا کہ آئندہ کی بابت بھی جو بات زبان اقدس سے نکلتی اس کو بھی رب کریم سچ کر دیتا تھا۔

آپؐ کی سچائی و راست بازی کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ ایک مرتبہ کفار مکہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوچھا کہ تم نے کیونکر محمد کو اللہ کا رسول مان لیا؟ انہوں نے فرمایا:

"یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں ہیں۔"

آپؐ کی یہ پاکیزہ صفت اتنی مشہور و معروف تھی کہ آپؐ کے دشمن اور مخالفین بھی اس کا کبھی انکار نہ کرتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جنگ بدر میں اخش بن شریق ابو جہل سے ملا اور اس سے کہنے لگا "اے ابو الحکم، میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں، یہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے، تو مجھے سچ سچ بتا کہ آیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے یا جھوٹا؟"

اس پر ابو جہل نے برملا یہ کہا "واللہ، بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچ بولتا ہے اور اس نے کبھی غلط بیانی نہیں کی۔"

بیہقی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نصیر بن حارث ایک دن آپؐ کے بارے میں اکابر قریش سے کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم میں نو عمر لڑکا تھا تب وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ کردار، راست گفتار اور امانت دار سمجھا جاتا تھا مگر جب اس کی داڑھی کے بال سفید ہو گئے اور اس نے تم سے وہ باتیں کہنی شروع کیں جو وہ کہتا ہے تو اب تم کہتے ہو کہ وہ جادوگر ہے۔ نہیں، خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہے۔ ہم نے جادوگروں کے شعبدے دیکھے ہیں، اور تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے تو واللہ وہ کاہن بھی نہیں ہے۔ ہم نے کہانت کے تماشے بھی دیکھے ہیں۔ اور تم کہتے ہو کہ وہ دیوانہ ہے تو واللہ وہ دیوانہ بھی نہیں ہے، ہم دیوانوں کی دیوانگی اور خبط بھی جانتے ہیں، اور تم کہتے ہو کہ وہ شاعر ہے، واللہ وہ شاعر بھی نہیں ہے، ہم شعر کے تمام اصناف سے بھی واقف ہیں۔ پس اے معشر قریش تم اس معاملے پر غور کرو، واللہ تم پر ایک امر عظیم واقع ہوا ہے۔

رحمت عالمؐ کی کامل صداقت اور امانت کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ ہجرت سے پہلے اگرچہ اہل مکہ آپؐ کے جانی دشمن تھے مگر پھر بھی ان کو آپؐ کی صداقت اور امانت پر اتنا اعتبار تھا کہ جس کسی کے پاس

کچھ بھی ایسا سامان ہوتا جس کے ضائع ہو جانے کا ڈر رہتا وہ اسے حضور اقدسؐ کے پاس امانت رکھ جاتا تھا۔ چنانچہ ہجرت کے وقت آپؐ کا حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر اور اپنے پیچھے چھوڑ جانے کا اصلی سبب یہی تھا کہ آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد وہ تمام امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔

رکانہ ایمان لے آیا

رکانہ بن یزید قریش کا مشہور پہلوان تھا۔ وہ حضور اقدسؐ سے سخت عدوات رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی پہاڑی میں آپؐ سے ملا تو آپؐ نے فرمایا "رکانہ تمہارے ایمان کا وقت آگیا ہے۔" کہنے لگا اگر آپؐ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو اپنی آدھی بکریاں دے دوں گا۔ اس پر آپؐ نے اسے پٹخ دیا۔ اس نے دوسری دفعہ لڑنے کو کہا' چنانچہ آپؐ نے اس دفعہ بھی اسے پٹخ دیا' اب اس نے کہا آپؐ اہل مکہ سے کیا کہیں گے؟ آپؐ نے فرمایا "میں یہ کہوں گا کہ میں نے رکانہ کو چت کر دیا اور آدھی بکریاں حاصل کیں۔" کہنے لگا ایسا نہ کیجئے' بلکہ یہ کہئے کہ اس نے مجھے دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا "جھوٹ کیوں بولوں۔" اس پر رکانہ نے کہا بے شک آپؐ جھوٹ نہیں بولتے اور یہ کہہ کر وہ ایمان لے آیا۔

قیصر روم ہرقل کا جواب

حضور اقدسؐ کی سچائی اور راست بازی کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ جب آپؐ نے قیصر روم ہرقل کے نام دین حق کی دعوت قبول کرنے ایک نامہ مبارک بھیجا تو ہرقل نے آپؐ کے سفیر دحیہ کلبیؓ کو دربار میں عزت سے بٹھایا اور آپؐ کے بارے میں بہت سی باتیں پوچھیں۔ پھر حکم دیا کہ مکہ کا کوئی تاجر ہو تو حاضر کیا جائے۔ اتفاق سے حضرت ابو سفیان چند ساتھیوں کے ساتھ تجارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ مشرکین کے سردار بھی تھے۔ حکم کے مطابق انہیں دربار میں پیش کیا گیا۔ اب ہرقل نے حضور اقدسؐ کے بارے میں چند سوال کئے اور حضرت ابو سفیان کو چار و ناچار سچ سچ کہنا پڑا۔ اس پر قیصر روم نے صاف صاف کہہ دیا کہ "جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر جھوٹ نہیں بولا تو ناممکن ہے کہ وہ اللہ پر جھوٹ بولے گا۔"

اس کے بعد وہ برملا یہ کہتا ہے "اے تاجر اگر تو نے سچ کہا ہے تو وہ ایک دن یہاں بیٹھا ہو گا جہاں آج میں بیٹھا ہوں اور بیت المقدس کا مالک ہو گا۔ کاش میں اس کے پاس جا سکتا' اس کے پاؤں دھوتا۔"

حضرت ابو سفیان کا کہنا ہے کہ قیصر کی زبان سے یہ سن کر مجھے اپنی ذلت کا احساس ہوا اور پہلی بار آپؐ کی عظمت کا نقش دل میں بیٹھ گیا۔

رحم و کرم دیکھئے

حضور اقدسؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ راہ خدا میں آپؐ کو اس قدر ستایا گیا کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن رحم و کرم کا یہ حال ہے کہ ہمیشہ معاف فرماتے رہے' دعائیں دیتے رہے۔

غزوۂ احد کے موقعہ پر جب آپؐ کے دندان مبارک شہید ہو گئے' چہرہ مبارک سخت زخمی ہو گیا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "آپؐ ان کے لئے بددعا فرمائیں۔" اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا:

"اے میرے اللہ' میری قوم کو ہدایت دے کہ ان کو خبر نہیں۔"

بالکل اسی طرح سفر طائف میں جب آپؐ پتھروں کی بارش سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تو ہوش میں آنے پر رب رحیم کی طرف سے ایک فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور اقدسؐ چاہیں تو اخشین نامی دونوں پہاڑوں میں ان سب کو کچل دیا جائے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

"نہیں' مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"

عام معافی کا اعلان

اس رحمت و درگزر کی اک جھلک فتح مکہ کے دن بھی نظر آتی ہے۔ اس دن اہل مکہ نہایت خوفزدہ تھے کہ ایسے میں حضور اقدسؐ تشریف لائے اور ان سے فرمایا' "اے گروہ قریش' تمہیں کچھ معلوم ہے کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔"

اس وقت سب اپنے ان اعمال کے پس منظر میں اس سوال کا جواب تلاش کر رہے تھے۔ پھر کسی نے ہمت کر کے کہا "آپؐ شریف النفس بھائی اور شریف الطبع بھائی کے فرزند ہیں۔ آپؐ سے خیر ہی کی امید ہے۔" پھر کیا تھا' آپؐ اسی وقت سب کو معاف کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں'

"آج تم سب کے سب آزاد ہو۔ آج تم پر کوئی باز پرس نہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی تم کو معاف

فرمائے۔ وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ آئندہ کے لئے نہ کوئی قول و قرار' نہ مال کے لئے کوئی شرط' نہ ماضی کا کوئی مواخذہ۔"

جب ان ظالموں اور جابروں نے جسم کی آزادی اور جان کی امان کی خوشخبری سنی تو آپ ہی آپ ان کے دل مسخر ہونے لگے۔

یہ رحمت و عطا دیکھئے

اب ایک اور پہلو سے حضور اقدسؐ کی شان رحیمی دیکھئے۔ یہ حقیقت ہے کہ رسول اکرمؐ کی آمد سے پہلے یہ دنیا گھٹاٹوپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انسان دنیا بھر میں یا خدا تھا یا غلام تھا۔ انسان کہیں نہیں تھا۔ قرآن مجید میں عرب معاشرہ کا یہ نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ "وہ آگ کے گڑھے پر پہنچ چکا تھا" کہ نبی رحمتؐ تشریف لائے اور اس کو بچالیا۔

یہی وجہ تھی کہ آپؐ دعوت و تبلیغ کے لئے ایک ایک شخص سے ملتے تھے' ان کے لئے دعائیں کرتے تھے' راتوں کو رب کریم کی جناب میں رو رو کر ان کی ہدایت کے لئے دعائیں مانگتے تھے تو کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی عطا بخشش ہے کہ بندہ اپنے مالک حقیقی سے مل جائے؟ بندہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے؟

تاریخ شاہد ہے کہ حضور اقدسؐ کی مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں صرف تیئس سال میں عرب میں جو انقلاب برپا ہوا اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انسان' انسان کی غلامی سے آزاد ہوا' اللہ اور بندے کے درمیان گہرا رابطہ قائم ہو گیا۔ اس کے درمیان کسی واسطے کی ضرورت نہ رہی' اللہ اور بندے کے درمیان نہ راجہ حائل رہا' نہ پروہت' نہ چاند و سورج حائل رہا اور نہ ہی پہاڑ و سمندر۔

تقویٰ' عزت و اکرام کا معیار ہے

حضور اقدسؐ نے لوگوں کو بتایا کہ قیادت و سعادت کے لئے وطن' رنگ و نسل کی برتری ہرگز ضروری نہیں۔ اس میں سب انسان پیدائش کے اعتبار سے برابر ہیں۔ سب انسان ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد ہیں' ہاں معزز و مکرم وہ ہے جس میں تقویٰ و پرہیزگاری کا جوہر ہے۔

رحمت عالمؐ نے دنیا والوں کو یہ بتایا کہ افراد کی ضروریات اور صلاحیتوں کی نشوونما معاشرے کے

ذمہ ہے۔ پوری قوم کی ضروریات حسن و خوبی سے پوری کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ چند افراد ذرائع پیداوار پر قبضہ جمالیں، دوسروں کی محنت سے غلط فائدہ اٹھائیں اور دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جائیں۔

رحمت ہی رحمت ہیں

رحمت عالمؐ کا یہ عظیم احسان ہے کہ آپؐ نے علم و عمل کے چشمے کھول دیئے۔ دنیا والوں کو اک پیاری تہذیب کا درس دیا۔ ہزاروں افراد کو پیاری زندگی عطا فرمائی۔ ان کے سینوں کو ربانی علوم سے بھر دیا۔ عدالت کو پاکیزہ انداز دیا کہ جہاں امیر و غریب، شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نہیں۔ جہاں امیر المومنین سے بھی کوئی امتیازی سلوک نہیں۔ آپؐ نے گھریلو زندگی کو پیار و محبت سے نوازا۔ میاں بیوی کے حقوق و فرائض واضح کر دیئے۔ ماں باپ کی خدمت کو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ فرمایا۔ جنگ و قتال کا ایک ضابطہ دیا۔ معاشرتی زندگی کو خوشگوار کرنے کی تاکید فرمائی اور صحابہ کرامؓ میں ایثار و قربانی کا وہ جذبہ پیدا فرمایا کہ کوئی تصور نہیں کر سکتا۔

رحمت عالمؐ نے سب سے پہلے غلامی کو مٹایا، نسلی و جغرافیائی امتیازات ختم کئے اور دنیا والوں کو ایک مرکز پر آنے کی دعوت دی۔ سب کا رشتہ اللہ سے ملایا۔ اس کی کبریائی تسلیم کرنے کی دعوت دی۔ غرور و تکبر کی تمام شکلوں کو مٹا دیا۔ آپؐ نے ایک ایسا مسلک عطا فرمایا کہ جس کا خلاصہ باہمی مساوات، باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت ہے، جس نے دنیا و آخرت میں سنگم پیدا کر دیا ہے۔

حضور اقدسؐ نے وراثتی بادشاہت اور پاپائی قسم کی مذہبی پیشوائی کی جڑیں اس وقت اکھاڑ دی جب ان باتوں سے کوئی واقف بھی نہیں تھا۔ رحمت عالمؐ نے اور آپؐ کی تربیت یافتہ جماعت نے خلافت الٰہی کی بنیاد رکھ کر امن و سلامتی، الفت و محبت کی وہ منزل بتائی ہے کہ اس کے سوا انسانیت کو کہیں راحت و چین نصیب نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ کہ آپؐ کی ایک ایک ادا دنیا والوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔

لطف و کرم دیکھئے

یہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں امراء و سلاطین رعایا کی ذرا سی بے ادبی اور گستاخی پر ان کو سخت سزائیں دیتے رہے ہیں' بلکہ ان کے قانون کی پہلی دفعہ یہی ہے کہ ذات شاہانہ ہر مواخذہ سے بری ہے۔ اس سے بھلا برا جو کچھ ہو وہ قانون کی گرفت سے باہر ہے۔ لیکن اسلام کے قانون میں امیر و مامور' حاکم و محکوم سب قانون کی گرفت اور سزا میں برابر ہیں۔

یہ پیش نظر رہے کہ رحمت عالمؐ معصوم ہیں۔ آپؐ کا ہر قول و فعل جائز حدود سے کبھی باہر نہیں ہو سکتا تھا' ہمیشہ احسن ہی ہوتا تھا۔ آپؐ کی ذات اقدس میں بھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کے باوجود جب بھی کسی ناواقف نے آپؐ سے سختی سے مطالبہ کیا تو آپؐ نے اس کے ساتھ بھی لطف و کرم فرمایا ہے۔ اس لئے کہ امراء اور حکام اظہار رائے کے دروازے کو امت کے لئے بند نہ کریں۔

ایک مرتبہ ایک بدو اونٹ کا گوشت بیچ رہا تھا۔ حضور اقدسؐ کو یہ خیال تھا کہ گھر میں چھوہارے موجود ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایک وسق چھوہاروں پر گوشت خرید لیا۔ گھر میں آکر دیکھا تو چھوہارے نہ تھے۔ باہر تشریف لا کر قصاب سے فرمایا کہ "میں نے چھوہاروں پر گوشت خریدا تھا لیکن چھوہارے میرے پاس نہیں ہیں۔" اس پر اس نے واویلا مچایا کہ ہائے بد معا ملگی! لوگوں نے سمجھایا کہ کیا رسول اللہؐ بد معا ملگی کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں' اس کو چھوڑ دو۔ اس کو کہنے کا حق ہے۔" پھر قصاب کی طرف خطاب کر کے وہی فقرہ ادا کیا' اس نے پھر وہی لفظ کہے۔ لوگوں نے پھر روکا تو آپؐ نے فرمایا " اس کو کہنے دو' اس کو کہنے کا حق ہے۔" اور اس جملہ کو کئی بار دہراتے رہے۔ اس کے بعد حضور اقدسؐ نے ایک انصاریہ کے یہاں اس کو بھجوا دیا کہ اپنے دام کے چھوہارے وہاں سے لے لے۔ جب وہ چھوہارے لے کر پلٹا تو آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس کا دل آپؐ کے حلم و عفو اور حسن معاملہ سے متاثر تھا۔ دیکھنے کے ساتھ کہنے لگا:

"محمد' تم کو اللہ جزائے خیر دے' تم نے قیمت پوری دی اور اچھی دی۔" (مسند احمد بن حنبل)

ابو محذورہؓ کی دنیا بدل گئی

ان کے مسلمان ہونے کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ مذاقاً اذان کی نقل کر رہے تھے کہ حضور اقدسؐ نے ان کی آواز سنی۔ ارشاد ہوا' انہیں حاضر کرو۔ جب وہ

سب حاضر ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا "تم میں وہ کون بلند آواز ہے جس کی صدا مجھ تک پہنچی۔" سب نے ابو محذورہ کی طرف اشارہ کیا۔ حکم ہوا باقی سب چلے جائیں۔ اس وقت ابو محذورہ کا یہ حال تھا کہ نہایت پریشان تھے' ڈر رہے تھے کے سخت سزا ہوگی' ایسے میں ارشاد ہوا' "اذان کہو۔"

ابو محذورہؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت میرا دل نفرت اور بغض سے بھرا ہوا تھا لیکن میں بے بس تھا۔ اب حضور اقدسؐ نے خود ایک ایک کلمہ پڑھانا شروع کیا۔ اذان ختم کر چکا تو میرے سر کے اگلے حصہ پر دست مبارک رکھا' چہرے سے سینہ تک پھیرا اور دعا فرمائی'

"اے اللہ اس کے اندر اور اس پر برکت نازل فرما۔"

دست مبارک کا یہ اثر ہوا کہ نفرت' ایمان و محبت میں بدل گئی۔ عرض کیا "مجھے مسجد حرام کا موذن بنا دیجئے۔" ارشاد ہوا' "اب مسجد حرام میں تم ہی اذان دیا کرو گے۔"

ان کی عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر سر کے اگلے حصے کے بال نہیں کٹوائے کہ اس جگہ دست رحمت رکھا گیا تھا۔

رحمت ہی رحمت

فتح مکہ کے موقعہ پر جب حضور اقدسؐ نے عورتوں سے بیعت لی تو عورتوں کے ہجوم میں حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی ہندہ بھی نقاب پہن کر آئی' آج اس کو اپنے پچھلے کرتوت پر جان جانے کا شدید خوف تھا۔ یہ وہی خاتون ہے جس کے اشارہ پر وحسی نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو احد میں شہید کیا تھا۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق اس کا قتل بھی مباح قرار دیا گیا تھا۔ جب وہ قریب آئی تو ارشاد ہوا'

"عہد کرو کہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہیں بناؤ گی۔"

ہندہ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" آپ میرے پچھلے اعمال پر مواخذہ تو نہیں فرمائیں گے؟" فرمایا" ان اعمال پر توبہ کرلو' اللہ غفور رحیم ہے۔" اس پر اس نے اپنا نقاب الٹ دیا اور عرض کیا "میں ہندہ ہوں۔" فرمایا "تو مسلمان ہوگئی' بہت اچھا ہوا۔" اس پر وہ کہنے لگی' "آج سے پہلے آپؐ کے خیمہ سے زیادہ مبغوض خیمہ کوئی نہیں تھا' اب آج سے اس سے بڑھ کر محبوب کوئی نہیں۔" عرض کیا "میں آپؐ کے دست مبارک میں ہاتھ دے کر بیعت کرنا چاہتی ہوں۔" حضور اقدسؐ نے فرمایا' "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔"

بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ پر فیضانہ نظر

رحمت عالمؐ نے نجد کی طرف کچھ سواروں کی ایک مہم روانہ فرمائی تھی۔ یہ لوگ واپس ہوئے تو اپنے ساتھ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو قیدی بنا کر لائے اور ان کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ جب رسول اکرمؐ ادھر سے گزرے تو آپؐ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "ثمامہ کچھ کہنا تو نہیں ہے؟" انہوں نے جواب دیا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کی گردن پر خون ہے' اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار اور احسان شناس پر احسان کریں گے اور اگر آپ کو مال و دولت مطلوب ہے تو بتائیں' آپ جو مطالبہ بھی رکھیں گے وہ پورا کیا جائے گا۔" یہ سن کر حضور اقدسؐ آگے بڑھ گئے۔

پھر دوسری مرتبہ جب آپؐ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپؐ نے اس سے یہی سوال کیا اور اس نے یہی جواب دیا اور آپؐ نے وہی رویہ اختیار فرمایا جو پہلے فرمایا تھا۔ پھر تیسری بار جب آپؐ ادھر تشریف لائے تو حکم دیا کہ ثمامہ کو رہا کر دو' چنانچہ اس کو رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد ثمامہ نے مسجد کے قریب کے ایک کھجور کے باغ میں جا کر غسل کیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور عرض کیا "اللہ کی قسم' ایک وقت تھا کہ مجھے آپؐ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ برا نہ لگتا تھا۔ لیکن آج آپؐ کا چہرۂ انور مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے اور اللہ کی قسم' آپؐ کے دین سے زیادہ پوری روئے زمین پر مجھے کسی اور دین سے بغض نہ تھا لیکن آج آپؐ کا دین سارے مذاہب سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔"

کعب بن زہیر سے حسن سلوک

فتح مکہ کے موقعہ پر جن دشمنان اسلام کی گردن اڑا دینے کا حکم عام تھا ان میں یہ نامی گرامی شاعر بھی تھے۔ اعلان قتل سن کر وہ مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور ادھر ادھر خاک چھانتے رہے۔ آخر وہ دن بھی آیا کہ ان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اللہ کے پیارے رسولؐ سے اس قدر محبت ہو گئی کہ "قصیدہ بانت سعاد" لکھا اور چپکے سے دیار حبیب کی راہ لی اور مدینہ میں اپنے ایک دوست کے گھر میں پناہ لی۔

دوسرے دن صبح سویرے مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے اور نماز فجر کے بعد دست مبارک تھام کر ایک اجنبی کی حیثیت سے عرض کیا "اگر کعب بن زہیر امن کا طالب ہو اور اپنی پچھلی لغزشوں پر نادم ہو

تو کیا آپؐ اس کو معاف فرمائیں گے۔" ارشاد ہوا "ہاں۔" اس پر انہوں نے سر جھکا کر عرض کیا "وہ گنہگار آپؐ کا دست مبارک تھامے ہوئے ہے۔" یہ سن کر ایک انصاری نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے کہ اس دشمن خدا کا سر تن سے جدا کردوں۔" فرمایا "تم اس سے دور رہو۔ یہ پچھلے گناہوں پر شرمسار ہے' توبہ کے ساتھ معافی کا طالب ہے۔" اس کے بعد کعب بن زہیر نے اپنا مشہور لامیہ قصیدہ "بانت سعاد" حضور اقدسؐ کی خدمت میں پڑھ کر سنایا۔ اس سے آپؐ اس قدر خوش ہوئے کہ اس وقت آپؐ جو بردیمانی اوڑھے ہوئے تھے انہیں عطا فرمائی اور اسی وجہ سے اس قصیدہ کا نام قصیدۂ بردہ (چادر) مشہور ہوا۔ یہ قصیدہ جاہلی شاعری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

حضرت کعبؓ بن زہیر کے لئے حضور اقدسؐ کی ردائے مبارک بہت بڑا اعزاز تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو دس ہزار درہم میں خریدنا بھی چاہا لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ زندگی بھر بردۂ رسولؐ کو آنکھوں سے لگائے رکھا۔

بنی ہوازن کے قیدیوں کی رہائی

بنی ہوازن کے مال غنیمت اور قیدیوں کی تقسیم عمل میں آچکنے کے بعد ان کا ایک وفد حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "ہم پر جو مصیبت آئی ہے' اس میں آپؐ ہم پر احسان کریں۔" اس پر حضور اقدسؐ نے ان سے فرمایا "جب میں ظہر کی نماز پڑھا چکوں تو تم اٹھ کر کہنا' رسول اللہؐ کے طفیل اور رسول اللہؐ سے مسلمانوں کی بدولت ہم شفاعت کے امیدوار ہیں۔" چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر رسول اللہؐ کھڑے ہوئے ایک خطبہ دیا' اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا'

"تمہارے یہ بھائی توبہ کر کے تمہارے پاس آئے ہیں' میری رائے ہے کہ میں اپنے قیدی انہیں واپس کردوں پھر جو شخص خوشی سے اپنا قیدی چھوڑ دے' ایسا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اجر کا مستحق ہوگا۔" اس کے بعد رسول اللہؐ نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ کے بنی ہوزان کے لونڈی غلام انہیں واپس فرمادیئے۔ یہ دیکھ کر مہاجرین نے کہا "جو ہمارے حصہ میں آئے ہیں وہ ہم نے رسول اللہؐ کو دیئے۔" اس کے ساتھ انصار نے بھی ان کی پیروی کی۔

شفقت و محبت

حضور اقدسؐ کی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک کے لئے یہ چاہتے تھے کہ وہ صراط مستقیم پر

آجائے۔ آپؐ کے قلب مبارک میں اللہ کے بندوں کی ہدایت کے لئے جو غم و تڑپ تھی اس کا اس آیت مبارکہ سے بھی اندازہ ہو گا' ارشاد ہے'

فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یومنو ابھذا الحدیث اسفا۔ (اور آپ ان پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس تعلیم پر ایمان نہ لائیں تو غم سے اپنی جان دے دیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ ہلاکت کے قریب کردے۔)

امت سے محبت

حضور اقدسؐ کو اپنی امت سے اس قدر محبت تھی کہ فرماتے ہیں'

" میری حالت اس شخص جیسی ہے کہ جس نے آگ روشن کی جس میں پروانے گرنے لگے اور وہ ان کو ہٹاتا ہے مگر وہ اس کی نہیں مانتے اور آگ میں دھنسے جاتے ہیں۔ اس طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر (دوزخ کی) آگ سے ہٹاتا ہوں اور تم اس میں گھسے جاتے ہو۔" (بخاری شریف)

یہی وہ محبت تھی کہ راتوں کو رب کریم کی جناب میں امت کی بخشش کے لئے دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ پوری رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت مبارکہ پڑھتے رہے:

ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔

" اے اللہ' اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمائیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے اور حکمت والے ہیں۔"

یہ شفقت' یہ تڑپ و محبت تمام امت کے لئے تھی جس میں اس وقت تو بہت کم لوگ تھے جبکہ زیادہ وہ تھے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی اولاد کے لئے مال و متاع جمع کرتا ہے کہ آئندہ ان کے کام آئے۔

ایک مرتبہ آپؐ نے یہ دعا فرمائی' اے اللہ' میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کرنا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ پھر آپؐ نے دوسری دعا فرمائی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کرنا جو ان کا استیصال کردے تو یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ پھر آپؐ نے تیسری دعا فرمائی کہ ان میں نااتفاقی نہ ہو' مگر یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

اس سے واضح ہے کہ حضور اقدسؐ کو ہماری ہر تکلیف سے کس قدر رنج و غم تھا۔ آپؐ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں "نماز پڑھتے ہوئے بعض مرتبہ ارادہ کرتا ہوں کہ لمبی سورت پڑھوں گا مگر کسی

بچہ کے رونے کی آواز سن کر چھوٹی سورتیں پڑھتا ہوں کہ اس کی ماں زیادہ دیر بے چین ہو جائے گی۔"

اس شفقت و محبت کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپؐ اپنی امت پر عبادت کا بار بھی حتی الامکان بہت ہی کم ڈالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپؐ خود اس خیال سے نوافل پر مداومت نہیں فرماتے تھے کہ کہیں لوگ ان عبادتوں کو اپنے اوپر لازم نہ کر لیں۔

اولاد سے محبت

حضور اقدسؐ کو اپنی اولاد سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی اقرع بن حابس خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ حضور اقدسؐ حضرت حسنؓ کو پیار کرتے تھے۔ یہ بات اس کو ادب و وقار کے خلاف معلوم ہوئی۔ چنانچہ اس نے عرض کیا "آپؐ بچوں کو پیار کرتے ہیں، میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔" اس پر حضور اقدسؐ نے اس کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا،

"اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم و شفقت کو نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

رحمت عالمؐ کو اپنی نواسی حضرت امامہ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو نماز کی حالت میں بھی جدا نہ کرتے تھے۔ نماز میں آپؐ ان کو گود میں لئے رہتے تھے، رکوع کرتے وقت بٹھا دیتے اور کھڑے ہوتے وقت پھر اٹھا لیتے تھے۔" (بخاری شریف)

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ ایک زانو پر مجھ کو اور دوسرے زانو پر حضرت حسنؓ کو بٹھا لیتے تھے پھر دونوں زانو کو ملا کر فرماتے تھے "الٰہی ان دونوں پر رحم کر کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔" (بخاری شریف)

بچوں سے محبت

حضورؐ کو بچوں سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، پیار کرتے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے۔ ننھے بچے خدمت اقدسؐ میں لائے جاتے تو ان کو گود میں لے لیتے۔ ایک بار ایک معصوم بچہ کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا، "یہ بچے تو اللہ کے باغ کے پھول ہیں۔"

آپؐ بچوں کے نام تجویز کرتے' ان کو قطار میں جمع کر کے دوڑ لگواتے کہ دیکھیں کون ہمیں پہلے چھو لیتا ہے۔ بچے دوڑتے ہوئے آتے تو کوئی سینہ پر گرتا' کوئی پیٹ پر۔ آپؐ بچوں سے دل لگی بھی کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کو کبھی پیار سے یہ کہتے "یاذ الا ذنین۔ "اے دو کانوں والے۔"

حضرت انسؓ کے بھائی ابو عمیر کا پالا ہوا مولا مر گیا تو وہ اداس بیٹھا تھا۔ حضورؐ آئے تو پکار کر فرمایا' یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔ "اے ابو عمیر' یہ تمہارے مولے نے کیا کیا۔"

حضور اقدسؐ جب سفر سے آرہے ہوتے تو راستہ میں جو بچہ ملتا اسے سواری پر بیٹھا لیتے۔ چھوٹا ہوتا تو آگے' بڑا ہوتا تو پیچھے۔ فصل کا میوہ پہلی بار آتا تو دعائے برکت مانگ کر کم عمر بچے کو دے دیتے۔

شفقت و محبت کے بارے میں آپؐ کا یہ ارشاد ہمیشہ پیش نظر رہے:

"جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔"

اس سے یہ مراد ہے کہ ایمان کی تکمیل کے لئے یہ ترازو ٹھیک اور سیدھی رہے۔ پھر ہر انسانی جماعت میں چھوٹوں' بڑوں' آقاؤں' نوکروں' افسروں' ماتحتوں کے درمیان کبھی کسی قسم کی ناگواری اور رنجش پیدا نہ ہوگی۔

گنہگاروں سے شفقت فرمانا

حضور اقدسؐ کا مبارک ارشاد ہے "گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا وہ جس کا گناہ نہ ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے گنہگاروں کے ساتھ بھی شفقت فرمائی ہے اور ان کی طرف رحمت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ایک صحابی شراب پینے کی وجہ سے بار بار سزا بھگتتے تھے۔ ایک مرتبہ پھر اس جرم میں پکڑے گئے تو کچھ صحابہ کرامؓ نے کہا "اللہ اس پر لعنت کرے کہ بار بار لایا جاتا ہے۔" جب حضور اقدسؐ نے یہ سنا تو فرمایا:

"تم اس پر لعنت نہ بھیجو۔ اللہ کی قسم مجھے اس کے بارے میں جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو چاہتا ہے۔" (بخاری شریف)

حضرت ماعز بن مالک بشری کمزوری سے زنا کے مرتکب ہوئے۔ پھر انہیں احساس ہوا تو اسی وقت خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور سزا کی درخواست کی۔ اس وقت حضور اقدسؐ نے کئی مرتبہ ان کی درخواست رد فرمائی اور تحقیق فرمائی کہ یہ پاگل تو نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ اس کے

بعد آپؐ نے ان پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ میدان میں کھڑے کئے گئے اور ان پر لوگوں نے ہر طرف سے سنگ باری کی۔ آخر اسی حال میں انہوں نے جان دی۔ اس وقت بھی جب آپؐ نے ان کے بارے میں کچھ برا سنا تو فرمایا'

"ماعز کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگو کہ اس نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر وہ کسی پوری قوم میں بانٹی جائے تو اس میں سب کی گنجائش ہو سکتی ہے۔" (مسلم شریف)

اس طرح قبیلہ غامد کی ایک حاملہ خاتون نے آکر خود اپنے جرم کا اقرار کیا اور سزا کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا "وضع حمل کے بعد آنا۔" وہ اس کے بعد آئی تو فرمایا "بچہ کی پرورش کرلو' جب بچہ دودھ چھوڑ دے تو آنا۔" وہ کچھ عرصہ کے بعد پھر آئی اور اب بھی اس کے گناہ کا احساس کم نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد حضور اقدسؐ نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا' چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس وقت اس کے خون کے چھینٹیں اڑ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کے منہ پر پڑیں تو انہوں نے اس خاتون کو برا کہا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

"خالد خاموش رہو' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اس نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر شاہی محصول لینے والا بھی وہ توبہ کرتا تو بخشا جاتا۔" (مسلم شریف)

یہ اسلامی تعلیم و تربیت کا ثمرہ تھا کہ خود مجرم سزا دینے کا تقاضا کرتے تھے اور آپؐ حتی الامکان حد جاری کرنے سے بچتے تھے۔ پھر جن پر حد جاری ہوتی ان کی توبہ کو سراہتے تھے۔ ان کے لئے دعا کی درخواست کرتے تھے۔

حیوانات سے شفقت و محبت

ایک زمانہ تھا کہ لوگ جانوروں پر طرح طرح سے ظلم کرتے تھے۔ ان میں عربوں کی یہ حالت تھی کہ ان میں نشانہ بازی کا یہ طریقہ رائج تھا کہ اونٹ وغیرہ کو پہلے باندھ دیتے اور پھر تاک تاک کر اس پر نشانہ لگاتے' یہاں تک کہ جانور بے چارہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا' اس پر وہ بڑا فخر کرتے تھے۔ وہ گوشت کھانے کے لئے زندہ جانوروں کے اعضاء کاٹ لیتے تھے یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔

یہ ظالم ان سے ضرورت سے زیادہ کام لیتے تھے' ان کو کھانے پینے کو نہ دیتے تھے۔ ان کا نام لے کر گالیاں بکتے اور لعنت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان میں جانوروں کو داغنے کا طریقہ بھی رائج تھا۔

رحمت عالمؐ نے جہاں انسانوں سے صلہ رحمی کا درس دیا ہے وہاں جانوروں کے ساتھ بھی ظالمانہ سلوک کرنے سے روکا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے'

"جو نشانہ لگا کر جانوروں کو مارے وہ معلون ہے۔" (ترمذی شریف)

"جو زندہ جانور کا گوشت کھاتا ہے' وہ مردار کھاتا ہے۔" (بخاری شریف)

عربوں کی یہ بھی عادت تھی کہ وہ جانور کو ذبح کرتے وقت بڑی تکلیف دیتے تھے۔ ان میں عام طریقہ گو چھری سے ذبح کرنا تھا مگر کبھی کبھی ذبیحہ کی گردن پر بھاری پھل دار پتھر بھی مارتے تھے۔ اسی طرح کبھی لکڑی یا کسی اور دھار دار چیز سے گردن کاٹا کرتے تھے۔

رحمت عالمؐ نے ذبح کا یہ طریقہ بتلایا کہ جس سے جانور کو کم سے کم تکلیف پہنچے۔ آپؐ نے فرمایا'

"اگر ذبح کی ضرورت ہی ہو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو۔ تم میں سے ہر شخص اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے کیونکہ اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔" (مسلم شریف)

رحمت عالمؐ نے جانوروں کو پوری خوراک دینے کا حکم دیا ہے۔ گھریلو اور جنگلی ہر قسم کے جانوروں کو آرام پہنچانے کی ہدایت فرمائی ہے' پالتو جانوروں کے لئے رہائش گاہیں بنانے کا حکم دیا ہے' چڑیوں کے گھونسلوں کو برباد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے' پرندوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑنے سے روکا ہے۔ جہاں چیونٹیاں ہوتی تھیں وہاں آگ جلانے سے منع کرتے تھے۔ آپؐ نے جانوروں کو کھلانے پلانے اور صحیح نگہداشت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے'

"جو جانوروں کو پانی پلانے کا انتظام کرتا ہے اللہ اسے ثواب دیتا ہے۔" (بخاری شریف)

آپؐ کے ایک ارشاد کا یہ مفہوم ہے کہ "ایک فاحشہ عورت کو اللہ نے اس وجہ سے بخش دیا کہ اس نے اپنے دوپٹہ کو تر کر کے کتے کو پانی پلایا۔" (حنبل)

رسول اقدسؐ سے مروی ہے کہ "ایک عابدہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے عذاب دیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر بھوکا مار ڈالا۔" (بخاری شریف)

ایک مرتبہ ایک دبلے پتلے اونٹ کو دیکھا تو فرمایا' "لوگو! تم ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو' اگر رکھو تو اچھی حالت میں رکھو اور کھاؤ تو اچھی حالت میں کھاؤ۔" (حنبل)

ایک مرتبہ رسول اقدسؐ کی خدمت میں ایک شخص بوریا لئے ہوئے آیا اور عرض کیا'

"یا رسول اللہؐ میں جنگل سے گزر رہا تھا کہ چڑیا کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے انہیں پکڑ کر تھیلے میں رکھ لیا' اب کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی ماں میرے سر کے گرد منڈلاتی ہوئی چلی آ رہی ہے۔"

اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا' "ان کو نکال کر زمین پر رکھو۔" جب انہوں نے ایسا کیا تو چڑیا فوراً اپنے بچوں کے پاس آ گئی۔

ایک حدیث پاک میں کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایک اونٹ حضور اقدسؐ کی خدمت میں بلبلاتا ہوا آیا' اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی آپؐ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بلبلاتا رہا' یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا "اس کے مالک کو بلاؤ۔" چنانچہ مالک حاضر کیا گیا۔ ارشاد فرمایا "یہ اونٹ تیری شکایت کر رہا ہے کہ تو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر لادتا ہے۔" اس نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ شکایت بجا ہے' واقعی میں اس جرم کا مرتکب ہوں اور توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔"

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ کسی سفر کے پڑاؤ میں تھے۔ اس وقت آپؐ ضرورت سے کہیں تشریف لے گئے تھے۔ جب واپس آئے تو دیکھا کہ ایک صاحب نے اپنا چولھا ایسی جگہ جلایا ہے جہاں زمین میں یا درخت پر چیونٹیوں کا سوراخ تھا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے دریافت فرمایا "یہ کس نے کیا ہے؟" ان صاحب نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ یہ میں نے کیا ہے۔" آپؐ نے فرمایا "بجھاؤ' بجھاؤ۔" اس سے آپؐ کا یہ مقصد تھا کہ ان چیونٹیوں کو تکلیف نہ ہو' وہ جل نہ جائیں۔

ایک ہرنی کی فریاد

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپؐ نے ایک دیہاتی کے یہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی جو آپؐ کو دیکھ کر چلائی "اے اللہ کے رسولؐ یہ دیہاتی مجھے پکڑ کر لایا ہے اور سامنے پہاڑی میں میرے بچے بھوکے تڑپ رہے ہیں۔ آپؐ مجھے تھوڑی دیر کے لئے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا آؤں۔" آپؐ نے فرمایا "تو وعدہ خلافی تو نہ کرے گی؟" عرض کیا "یا رسول اللہؐ سچا وعدہ کرتی ہوں۔" اس پر آپؐ نے اسے کھول دیا اور وہ وعدہ کے مطابق دودھ پلا کر فوراً واپس آ گئی۔ پھر آپؐ نے اس کے گلے میں وہی رسی ڈال دی اور اسے بدستور باندھ دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس دیہاتی کو واقعہ سنا کر سفارش فرمائی کہ اسے کھول کر آزاد کر دے۔ چنانچہ اس نے اس کو کھول دیا اور وہ اچھلتی کودتی حضور اقدسؐ کو دعائیں دیتی ہوئی پہاڑ میں اپنے بچوں سے جا ملی۔

اس واقعہ سے بھی واضح ہے کہ حضور اقدسؐ نے سب کے حقوق کی رعایت فرمائی ہے۔ جانور کی رعایت تو اس کے کھول دینے سے فرمائی تاکہ ہرنی کی مامتا کی رعایت ہو اور بچوں کو بھوکا مرتے دیکھ کر اس کا دل نہ دکھے۔ بچوں کی رعایت ان کی جان بچا کر فرمائی کہ وہ ضائع نہ ہوں۔ انسانی حقوق کی یہ رعایت ہوئی کہ ہرنی کو واپس ہونے پر باندھ دیا تاکہ یہ واضح ہو کہ ایک انسان کو جنگل سے جانور پکڑ لانے اور اسے پالنے یا استعمال کرنے کا حق ہے۔ ساتھ ہی اس میں وفائے عہد کی بھی یہ تعلیم ہے کہ جب جانوروں تک سے وفائے عہد لازم ہے تو اس عقلمند انسان پر کیوں نہ ہوگا؟ پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جب وفائے عہد کا ثمرہ جانور کے حق میں نجات ہے کہ ہرنی کو آزادی مل گئی تو انسان کے لئے دنیا و آخرت میں کیوں نجات نہ ہوگی؟

یہ ہے میرے پیارے رسولؐ کا اسوۂ حسنہ کہ آپؐ کی اک ادا میں تعلیم و تربیت کے نہ جانے کتنے باب موجود ہیں۔

عدل و انصاف

رحمت عالمؐ کی عدل و دانشمندی کا اس سے خوب اندازہ ہوگا کہ نبوت ملنے سے پہلے آپؐ کے طفیل قریش ایک خونریز جنگ سے بچ گئے۔

ہوا یوں کہ قریش نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس کے لئے یہ اعلان کیا کہ سب اپنی پاک کمائی اس گھر کی تعمیر میں لگائیں گے۔ پھر جب سرمایہ جمع ہوگیا تو سب خاندانوں نے آپس میں کام تقسیم کرلیا۔ اب جب دیواریں اس حد پر پہنچیں جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا تو ہر قبیلہ کی انا نے سر اٹھایا۔ سب یہ چاہتے تھے کہ یہ اعزاز انہی کو حاصل ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مارنے مرنے پر تل گئے۔ دعوے کی شدت کو اس طرح ظاہر کیا کہ خون کی لگن میں ہاتھ ڈال کر عہد و پیمان کو پختہ کیا۔ جب یہ کیفیت پیدا ہوئی تو تعمیر کا کام بھی چار پانچ دن کے لئے رک گیا۔ پھر اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہ اس بات کا فیصلہ کرے گا۔

دوسرے دن سب نے یہ دیکھا کہ رسول اقدسؐ حرم میں داخل ہوئے۔ اس پر سب نے خوشی سے بے ساختہ کہا "لو محمد آگئے' اس کے فیصلے پر تو ہم سب خوش ہیں۔"

پھر وہ معاملہ آپؐ کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے اپنی ردائے مبارک اتاری اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کے درمیان رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ چادر کا ایک کونہ پکڑ کر اٹھائے۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ سب اس جگہ کے قریب پہنچے جہاں اس کو نصب کرنا تھا تو حضور اقدسؐ آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے اٹھا کر حجر اسود کو اس جگہ رکھ دیا۔

اس طرح آپؐ کی فراست کی بدولت قریش کا یہ کٹھن مرحلہ حسن و خوبی سے طے ہوگیا۔

ادنیٰ اعلیٰ میں کوئی امتیاز نہ تھا

رحمت عالمؐ کے اسوۂ حسنہ سے واضح ہے کہ آپؐ ادنیٰ اعلیٰ سب کے ساتھ انصاف فرماتے تھے۔ اگر کسی کا جرم ثابت ہو جاتا تو کبھی رعایت نہیں برتتے تھے۔

فتح مکہ کے بعد بنی مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ بنت الاسود چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی اور اس کا جرم ثابت ہوگیا تو حضور اقدسؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ شرفائے قریش کو یہ معلوم ہوا تو انہیں ناگوار ہوا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ آپؐ سے سفارش کر کے اس خاتون کو سزا سے بچالیں۔ مگر کسی کی جرات

نہ تھی کہ آپؐ سے اس کے متعلق عرض کرے۔ آخر انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ حضور اقدسؐ سے سفارش کریں۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا' اسامہ' تم اللہ کی مقرر کردہ سزا میں سفارش کو دخل دیتے ہو۔ پھر آپؐ اٹھے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا' "لوگو' تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہو گئیں کہ جب ان میں کوئی بڑا خاندانی شخص چوری کرتا تھا تو لوگ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اسے سزا دیتے تھے۔ اللہ کی قسم' اگر فاطمہ بنت محمد نے چوری کی ہوتی تو یقیناً میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (بخاری شریف)

آؤ اور مجھ سے قصاص لو.....

ایک مرتبہ رسول اقدسؐ صحابہ کرامؓ کو مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص حرص کے مارے حضور اقدسؐ کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ اس وقت آپؐ کے دست مبارک میں کھجور کی ایک چھڑی تھی جس سے آپؐ نے اس سے کونچ دیا تو اس کے چہرے پر زخم آگیا یہ دیکھ کر آپؐ نے اسی وقت فرمایا "آؤ اور مجھ سے قصاص لو۔" لیکن اس نے کہا "یا رسول اللہؐ میں نے معاف کر دیا۔" (ابو داؤد: ج ۲)

حضرت فاطمہؓ کی درخواست

ایک مرتبہ رحمت عالمؐ کے پاس بہت سی لونڈیاں آئیں' اس وقت حضرت فاطمہؓ کہ جن کے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے چھالے پڑ گئے تھے' حاضر ہوئیں اور اپنے ہاتھ دکھاتے ہوئے عرض کیا کہ گھر کے کام کاج کے لئے ان میں سے ایک لونڈی عنایت فرمائیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "بدر کے یتیم تم سے زیادہ اس کے حقدار ہیں۔"

ازواج مطہراتؓ سے حسن سلوک

عدل و انصاف کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اپنے گھر کے لوگوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا جائے' ان کے حقوق ادا کئے جائیں اور ان سے دل و جان سے محبت کی جائے۔ اس سلسلہ میں رحمت عالمؐ کے اعلیٰ مقام کا اس سے اندازہ لگائیں کہ آپؐ فرماتے ہیں' "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے سب سے بہتر ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل و عیال کے لئے بہتر ہوں۔"

حضور اقدسؐ کا یہ معمول تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو خود "السلام علیکم" فرمایا کرتے تھے۔

رات کے وقت آہستہ سلام فرماتے کہ اہلیہ جاگتی ہوں تو سن لیں اور سو گئی ہوں تو جاگ نہ جائیں۔

عموماً عصر کے بعد ہر ایک مکان پر تشریف لے جاکر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور مغرب کی نماز کے بعد سب ازواج مطہراتؓ سے ایک مکان پر مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو باری باری ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے تھے۔ سفر پر روانہ ہوتے وقت قرعہ اندازی کی جاتی پر جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیتے۔ فتح خیبر کے بعد حضور اقدسؐ نے ہر ایک اہلیہ کے لئے ۸۰ وسق کھجور کے اور ۲۰ وسق جو کے سالانہ مقرر کر دیئے تھے' دودھ کے لئے ہر ایک کو ایک ایک شیردار اونٹنی ملا کرتی تھی۔ لیکن ان کی یہ شان و عظمت ہے کہ بقدر ضرورت رکھ کر باقی سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتی تھیں۔

حضور اقدسؐ کی گھریلو زندگی کی پاکیزگی کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ پچپن سال کی عمر کے بعد آپؐ کے گھر میں نو ایسی بیویاں یکجا ہوتی ہیں جو مختلف عمر کی ہیں' مختلف قبائل کی ہیں' مختلف تمدن کی ہیں' مختلف مزاج کی ہیں اور اس کے ساتھ گھروں میں فقر و فاقہ بھی ہے' اس کے باوجود ساری زندگی میں آپس میں کبھی کوئی رنجش نہیں ہوتی۔

اولاد سے محبت

رحمت عالمؐ اپنے بچوں سے بھی بڑی شفقت و محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ اس حال میں گھر سے نکلے کہ سخت بھوک لگی تھی۔ اس وقت حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ اسی وقت نخلستان سے کھجور توڑ لائے اور کھانے کا سامان تیار کیا۔ جب کھانا سامنے آیا تو آپؐ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا'

" یہ فاطمہ کو بھجوا دو' کئی دن سے اس کو کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔"

حضرت ابراہیمؓ

یہ حضور اقدسؐ کی آخری اولاد تھی۔ جب یہ پیدا ہوئے تو آپؐ نے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کئے اور بچے کا سر منڈوایا۔ بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ فرمائی اور بال زمین میں دفن کر دیئے گئے۔

ولادت کے ۸ ماہ بعد حضور اقدسؐ کی گود ہی میں رحلت فرمائی۔ اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ آپؐ بھی

روتے ہیں؟" فرمایا: "یہ تو رحمت ہے۔"

حضرت امامہؓ اور حضرت علیؓ

یہ حضور اقدسؐ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے لخت جگر تھے۔ آپؐ ان سے بڑی محبت کرتے تھے۔ حضرت زینبؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ حضور اقدسؐ کی کفالت اور تربیت میں پروان چڑھے۔ فتح مکہ کے دن جب رسول اقدسؐ فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت علیؓ آپؐ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔

اس طرح حضرت امامہؓ بھی حضور اقدسؐ کو بڑی محبوب تھیں۔ لکھا ہے کہ مکی زندگی میں جب آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تو انہیں اپنے دوش مبارک پر سوار کر لیتے، رکوع میں جاتے تو اتار دیتے اور سجدے سے سر اٹھاتے تو پھر کندھے پر بٹھا لیتے تھے۔ ایک بار مدینہ میں ایک سونے کا ہار ہدیہ میں آیا تو حضور اقدسؐ نے فرمایا "میں اس کو اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔" سب یہ سمجھے کہ حضرت عائشہؓ کو دیں گے لیکن آپؐ نے حضرت امامہؓ کو بلا کر خود اپنے دست مبارک سے ان کے گلے میں ڈالا۔

حضرت حسینؓ

حضور اقدسؐ کو ان سے جو محبت تھی وہ سب پر ظاہر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسینؓ بچہ ہی تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اس وقت حسینؓ کے قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر تھے۔ پھر فرمایا "چڑھو، چڑھو۔" حسینؓ اوپر کو چڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کے پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا "منہ کھولو۔" انہوں نے منہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ چوما اور ارشاد فرمایا "الٰہی، میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔"

خادموں سے محبت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور اقدسؐ کی خدمت کی ہے۔ مجھے کبھی کسی بات پر آپؐ نے اف تک نہیں فرمایا، نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا "کیوں کیا۔" حضور اقدسؐ اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے۔ میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں

چھوئی جو حضور اقدسؐ کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور اکرمؐ کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔" (شمائل ترمذی)

آپؐ اپنے خادموں سے اپنے بیٹوں کی طرح پیش آتے تھے۔

کعبہ کی کنجی

رحمت عالمؐ کی یہ شان ہے کہ آپؐ اپنے مخالفوں سے بھی پیار کرتے تھے۔ ایک زمانہ تھا کہ حضور اقدسؐ کا کعبتہ اللہ میں داخلہ بھی ان ظالموں کو پسند نہ تھا۔ ان دنوں ہر پیر اور جمعرات کو بیت اللہ کا دروازہ کھولا جاتا تھا اور لوگ اندر داخل ہوتے تھے۔ ایک دن حضور اقدسؐ نے بھی لوگوں کے ساتھ اندر جانا چاہا تو عثمان بن طلحہ' جو کعبہ کی کنجی رکھتے تھے' اس نے آپؐ کو اندر جانے سے روک دیا اور بڑی سختی سے پیش آیا' اس وقت آپؐ نے اس سے فرمایا' "عثمان' تو دیکھے گا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔"

اس پر عثمان نے ترشی سے کہا' ایسا ہوا تو وہ دن سارے قریش کی بڑی ذلت اور تباہی کا دن ہوگا۔

آپؐ نے فرمایا' "نہیں بلکہ وہ قریش کی عزت کا اصلی دن ہوگا اور وہ آباد اور باعزت ہوں گے۔"

اس کے ایک عرصہ بعد رب کریم کے فضل و کرم سے مکہ فتح ہو گیا' اب طواف کعبہ کے موقع پر عثمان کو بیت اللہ کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا۔ اس وقت چابی ان کی ماں کے پاس تھی۔ وہ لینے گئے تو ماں نے دینے سے انکار کر دیا۔ مگر وہ بڑی مشکل سے لے آئے اور حضور اقدسؐ کو پیش کر دی۔ اس کے بعد آپؐ حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور تطہیر کعبہ کے بعد باہر تشریف لائے۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے عرض کیا' سقایہ کے ساتھ کعبہ کی دربانی بھی بنی ہاشم میں جمع فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا "عثمان ابن طلحہ کہاں ہیں؟" اس پر وہ فوراً حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا'

"یہ لو اپنی کنجی' آج حسن سلوک اور پاس وفا کا دن ہے۔ اسے ظالم کے سوا کوئی اور تم سے نہیں لے گا۔ اللہ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنایا ہے اس گھر سے جو آئے وہ نیکی ساتھ کھاؤ۔"

عثمان کہتے ہیں کہ میں سراپا شکر جانے لگا۔ کچھ دور گیا تھا کہ آپؐ نے آواز دی۔ قریب پہنچا تو فرمایا "کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب میں نے کہا تھا کہ تو دیکھے گا کہ یہ کنجی ایک دن میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔" اس پر ان کی دنیا ہی بدل گئی اور وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

یہ چند واقعات اس غرض سے پیش کئے گئے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اسلام نے عدل و احسان کا جو حکم دیا ہے وہ اخلاق' معاشرت اور سیاست ہر ایک گوشے پر محیط ہے۔

مساوات کا عملی درس دیا ہے

رحمت عالمؐ نے دنیا والوں کو جو یہ پیغام دیا ہے کہ "عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے' نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے' تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے" تو اس مساوات اور برابری کا اتم نمونہ آپؐ کی زندگی میں بھی نظر آتا ہے۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو رہی ہے۔ صحابہ کرامؓ بنیادیں کھود رہے ہیں' پتھر اور گارا اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں تو اللہ کے محبوبؐ بھی ان کے ساتھ کام میں برابر کے شریک ہیں۔

غزوۂ خندق کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضور اقدسؐ بھی ہاتھ میں کدال لئے خندق کھودنے میں مصروف ہیں' گیسوئے عنبریں پر مٹی گر رہی ہے' چہرۂ انور گرد آلود ہے' اس حال میں مجاہدین یہ شعر پڑھتے ہیں: "نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما بقینا ابدا۔ "ہم وہ جانفروش ہیں جنہوں نے محمد مصطفیٰؐ کے دست مبارک پر تادم واپس جہاد کرنے کی بیعت کی ہے۔" اس وقت ان کے جوش ایمانی کو دیکھ کر حضور اقدسؐ جواباً فرماتے ہیں'

اللهم لاعیش الاعیش الاخره فاغفر الانصار و المهاجرین۔

"اے اللہ' زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ الٰہی میرے انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔"

اب یہ منظر بھی دیکھئے۔ اسلامی لشکر میدان بدر کی طرف کوچ کر رہا ہے' تین تین سپاہیوں کے لئے سواری کا انتظام ہو چکا ہے۔ اس وقت حضور اقدسؐ نے بھی اپنی سواری میں حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کو شریک کر لیا ہے۔ مدینہ سے جب یہ لشکر نکلتا ہے تو حضور اقدسؐ اونٹنی پر سوار ہیں' ایک مقررہ مسافت طے کرنے کے بعد آپؐ اتر جاتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیتے ہیں کہ اب ان میں سے ایک سوار ہو جائے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ان کی باری بھی حضورؐ ہی سوار رہیں' آپؐ خوب جانتے تھے کہ یہ پیشکش صدق دل سے کی جا رہی ہے لیکن اس کو قبول نہیں کرتے اور فرماتے ہیں' "نہ تم مجھ سے طاقتور ہو اور نہ یہ بات ہے کہ تمہیں مجھ سے زیادہ اجر و ثواب کی ضرورت ہے۔"

اس وقت یہ عجیب منظر تھا کہ امت کے پیشوا' سالار لشکر' اونٹنی کی نکیل ہاتھ میں لئے پیدل چل

رہے ہیں اور ایک سپاہی اونٹنی پر سوار ہے۔

قریش کی پیشکش رد فرمادی

رحمت عالمؐ نے رب کریم کے حکم سے جب دین کی تبلیغ کا آغاز کیا تو آپؐ کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا ہوا۔ اس وقت آپؐ کو ڈرایا گیا' دھمکایا گیا' پھر طرح طرح کی لالچیں بھی پیش کی گئیں۔ لیکن آپؐ نے کسی کی پرواہ نہ کی' آپؐ نے تمام پیشکشوں کو ٹھکرادیا۔ پھر قریش کے سرداروں نے یہ پیشکش کی کہ' "ہم تمہارے پاس کیسے آکر بیٹھیں کہ تمہاری مجلس میں تو ہر وقت غریب' مفلس اور نچلے طبقے کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں' ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹاؤ تو ہم آکر بیٹھیں۔"

مگر وہ بلند ہستی جو رنگ و نسل' خاک و خون کے بتوں کو توڑنے کے لئے آئی تھی وہ کب یہ گوارا کرتی۔ چنانچہ حضور اقدسؐ نے ان سرداروں کی خاطر اپنے غریب ساتھیوں کو دور رکھنے سے صاف انکار کردیا۔

عفوودرگزر

رحمت عالمؐ کو رب کریم نے اس نعمت سے اس قدر نوازا تھا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "حضور اقدسؐ نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اس نے اللہ کے کسی حکم کو توڑا ہے تو اس کو (قانوناً) سزا ملی ہو۔"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے آپؐ کی خدمت میں قصاص کا کوئی مقدمہ پیش ہوتے نہیں دیکھا لیکن یہ کہ آپؐ نے معاف اور درگزر کرنے کا مشورہ دیا۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کوہ تنعیم سے ۸ شخص یہ ارادہ کرکے اترے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیں (اس وقت حضور اقدسؐ دامان کوہ میں اترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لئے نماز صبح کا وقت پسند کیا تھا (کہ جس میں حضورؐ لمبی قرات پڑھا کرتے تھے)۔ وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبیؐ نے سب کو چھوڑ دیا۔ (مسلم شریف)

میری دنیا ہی بدل گئی

ایک مرتبہ اللہ کے پیارے رسولؐ طواف کر رہے تھے کہ فضالہ بن عمیر بن ملوح' حضور اقدسؐ

کے قتل کے ارادے سے آیا اور ساتھ ساتھ طواف کرنے لگا۔ جب آپؐ اس کے قریب پہنچے تو فرمایا" کون ہے؟" اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا "دل میں کیا سوچ رہا تھا؟" کہنے لگا "کچھ نہیں، حمد و ثنا کر رہا تھا۔" آپؐ نے مسکرا کر فرمایا "استغفار کر استغفار کر۔" پھر حضور اقدسؐ نے اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ میری دنیا ہی بدل گئی دست مبارک کی برکت سے میرا دل آپؐ کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ پھر مجھے کوئی ہستی آپؐ سے زیادہ محبوب نہ تھی۔ (زاد المعاد)

اپنوں نے جو زخم دیئے تھے

رحمت عالمؐ کو جن لوگوں نے بہت ستایا تھا ان میں آپؐ کے دو قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ ایک آپؐ کا چچازاد اور دودھ شریک بھائی ابو سفیان بن حارث اور دوسرا عبداللہ بن ابی امیہ جو آپؐ کا پھوپھی زاد بھائی اور حضرت ام سلمہؓ کا سوتیلا بھائی تھا۔

ابو سفیان اعلان نبوت سے پہلے حضور اقدسؐ سے بے حد محبت کرتا تھا لیکن پھر ایسا دشمن ہوا کہ بیس سال تک برابر اپنے جلیل القدر بھائی کی ہجو میں شعروں کے ایسے کاری تیر چلائے کہ رحمت عالمؐ کا قلب اطہر چھلنی ہو گیا۔ اس طرح عبداللہ بن امیہ نے بھی ظلم و ستم کا کوئی موقع جانے نہ دیا تھا۔ انہوں نے وہ ظلم ڈھائے تھے کہ جب ان کے دل کی حالت بدلی اور وہ آپؐ سے ملنے حاضر ہوئے تو آپؐ نے شروع میں ان سے ملنے سے انکار فرما دیا۔

اس موقع پر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے ان کی سفارش کرتے ہوئے عرض کیا "اگر آپؐ نے اعراض فرمایا اور انہیں معاف نہ کیا تو یہ "اشقی الناس" ہو جائیں گے۔" اس وقت ابو سفیان کا یہ حال تھا کہ کہنے لگا کہ اگر میرا قصور معاف نہیں ہوا تو میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ صحرا میں نکل جاؤں گا اور بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دوں گا۔

یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے انہیں مشورہ دیا کہ تم بھی حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح آپؐ کے سامنے جا کر اسی انداز سے وہی کہو جو انہوں نے کہا تھا کہ شاید حضور اقدسؐ کے دل میں تمہارے لئے محبت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ دونوں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم قصوروار ہیں اب آپؐ جو چاہیں کریں۔"

یہ سننا تھا کہ اسی وقت دریائے کرم کی لہر جوش میں آئی اور وہی کلمات زبان اقدسؐ پر جاری ہوئے

جو حضرت یوسفؑ کی مبارک زبان سے ادا ہوئے تھے کہ.....

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

"آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔"

اس کے بعد ان کی یہ حالت رہی کہ زندگی بھر آنکھ اٹھا کر آپؐ کو نہیں دیکھا' ہمیشہ مجلس اقدسؐ میں سر جھکائے' نظریں نیچی کئے بیٹھے رہتے تھے۔

جانی دشمنوں پر بھی یہ کرم تھا

عبداللہ بن ابی' جو منافقوں کا سردار تھا' اس نے حضور اقدسؐ کو اور مسلمانوں کو اس قدر ستایا تھا کہ کسی طرح بھی قابل معاف نہیں تھا۔ اس کے باوجود جب وہ بیمار ہوا تو اس کے بیٹے کی درخواست پر حضور اقدسؐ اسی وقت اس کے ساتھ چل دیئے۔ جب اس نے آپؐ کو دیکھا تو رونے لگا اور کہنے لگا مجھ پر رحم فرمائیں' یہ سن کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا "کیا چاہتے ہو؟" کہنے لگا میری موت کا وقت قریب ہے' جب میں مرجاؤں تو میرے غسل دینے میں آپؐ موجود رہیں اور اپنے ملبوس میں مجھے کفن دیں اور میرے جنازہ کے ساتھ قبر تک جائیں اور میری نماز جنازہ پڑھیں۔ اس پر حضور اقدسؐ نے اس کی ساری درخواستیں قبول فرمائیں۔ اپنا کرتہ مبارک اتار کر اس کو کفن کے لئے مرحمت فرمایا اور دوسری درخواستیں بھی پوری فرمائیں لیکن اس کے کفر و نفاق کی وجہ سے اس کو کچھ کار آمد نہ ہو سکیں۔

یہ جان لیں کہ رحمت عالمؐ کی پوری زندگی عفو و کرم کا بے مثال نمونہ ہے۔ کاش ہمیں بھی اس کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے۔

سخاوت و فیاضی

رحمت عالمؐ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ.....

رسول اللہؐ سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپؐ نے دینے سے انکار فرمایا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں'

" رسول اللہؐ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا یا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی چیز کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔"

ایک مرتبہ رحمت عالمؐ نے ابوذر غفاریؓ سے فرمایا'

"اے ابوذر' مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی بھی میرے پاس رہ جائے مگر یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کو رکھ چھوڑوں۔ میں کہوں گا کہ اس کو اللہ کے بندوں میں ایسے ایسے داہنے بائیں پیچھے بانٹ دو۔" پھر فرمایا "ہاں' جن کے پاس یہاں زیادہ ہے ان ہی کے پاس وہاں قیامت میں کم ہوگا لیکن یہ کہ وہ کہے کہ ایسے ایسے داہنے بائیں پیچھے بانٹ دو۔" (بخاری شریف) حضور اقدسؐ یہ بھی فرماتے ہیں'

"جو مسلمان قرض چھوڑ کر فوت ہوگا تو میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ کر فوت ہوگا اسے اس کے وارث سنبھالیں گے۔" (صحیحین)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں' "آپؐ نہایت فیاض' بڑے سخی' راست گو' نہایت نرم خو تھے۔ لوگ آپؐ کی صحبت میں بیٹھتے تو خوش ہو جاتے۔ آپؐ کو پہلی مرتبہ جو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا لیکن جیسے جیسے وہ آپؐ سے ملتا' آپؐ سے محبت کرنے لگتا۔" (شمائل ترمذی)

نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا

ایک مرتبہ بحرین سے خراج کا لدا ہوا خزانہ آیا' فرمایا' صحن مسجد میں میں ڈال دیا جائے۔ پھر جب صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپؐ نے خزانہ کے انبار کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ نماز کے بعد آپؐ ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب سب ختم ہو گیا تو دامن جھاڑ کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ یہ گویا کوئی غبار تھا جو دامن مبارک پر پڑ گیا تھا۔

ایک مرتبہ فدک سے چار اونٹوں پر غلہ لد کر آیا' اس میں سے کچھ قرض تھا وہ ادا کیا گیا' کچھ لوگوں کو دیا گیا۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا "اس میں کچھ بچ تو نہیں رہا۔" عرض کیا "اب کوئی لینے والا نہیں ہے اس لئے کچھ بچ رہا ہے۔" اس پر آپؐ نے فرمایا "جب تک دنیا کا یہ مال باقی ہے میں گھر نہیں جا سکتا۔" چنانچہ آپؐ نے رات مسجد میں بسر کی۔ صبح کو حضرت بلالؓ نے آکر یہ بشارت دی "یا رسول اللہؐ" اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سبکدوش کر دیا ہے۔" یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم ہو گیا ہے۔ اس پر آپؐ نے اللہ

کا شکر ادا کیا۔

ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول فوراً گھر میں تشریف لے گئے اور پھر باہر آگئے۔ صحابہ کرامؓ کو تعجب ہوا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا "مجھ کو نماز میں یاد آیا کہ سونے کا چھوٹا سا ٹکڑا گھر میں پڑا رہ گیا ہے۔ خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رات آجائے اور محمد کے گھر میں پڑا رہ جائے۔"

آپؐ نے اسی وقت وہ چادر دے دی

سید المرسلینؐ کے جذبہ سخاوت و ایثار کا اس واقعہ سے بھی اندازہ ہوگا کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک بنی ہوئی چادر آپؐ کو پیش کی، جس کی خوب صورت کور تھی۔ اس نے عرض کیا "میں نے اپنے ہاتھ سے بنا ہے اور میں اسے خود لے کر آئی ہوں تاکہ آپؐ کو پہناؤں۔" آپؐ کو اس وقت چادر کی ضرورت بھی تھی اور یوں بھی آپؐ ادنیٰ سے ادنیٰ ہدیہ بھی رد نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے وہ چادر لے لی اور اسی کو تہبند کے طور پر باندھ کر باہر تشریف لائے۔

اس وقت ایک شخص نے اس کی بہت تعریف کی اور آپؐ سے وہ چادر مانگی تو آپؐ نے فوراً اس کے حوالے کردی۔ یہ دیکھ کر حاضرین نے اس سے کہا "تو نے بہت برا کیا، رسول اللہؐ کو اس کی سخت ضرورت تھی، اس لئے آپؐ نے اسے زیب تن فرمایا تھا اور تم نے اسے مانگ لیا حالانکہ تم جانتے تھے کہ آپؐ کبھی انکار نہیں فرماتے۔"

اس نے کہا "اللہ گواہ ہے کہ میں نے پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ اس لئے لی ہے کہ یہ میرا کفن ہو۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (بخاری شریف)

رمضان المبارک میں

حضور اقدسؐ کی سخاوت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں،

"حضورؐ ہر وقت تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور خاص طور سے رمضان المبارک میں تمام مہینہ آخر تک بہت ہی فیاض رہتے تھے اور اس مہینہ میں بھی کہ جس وقت حضرت جبریلؑ تشریف لاکر آپؐ کو کلام اللہ سناتے، اس وقت آپؐ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔" حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، "حضور اقدسؐ نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر

انکار نہیں فرمایا۔"

یہ آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر اس وقت کچھ موجود ہوتا تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیتے یا اس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کو کسی اور طریقہ سے عطا فرمائے۔

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں

ایک مرتبہ کسی نے حضرت بلالؓ سے پوچھا' حضورؐ کے اخراجات کی کیا صورت تھی؟ انہوں نے فرمایا' "حضور اقدسؐ کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہ تھا' میں ہی آخر تک اس کا منتظم تھا۔ آپؐ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوتا اور آپؐ اس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے۔ میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام کرتا تھا۔"

حضور اقدسؐ کی فیاضی کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ بعض اوقات جب آپؐ کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا اور کوئی حاجت مند آجاتا تو قرض لے کر بھی اس کی حاجت پوری فرماتے تھے اور عموماً آپؐ پر اسی قسم کے قرض تھے ورنہ آپؐ اپنی ذاتی ضرورتوں کو قرض لے کر پورا کرنے سے بالکل بے نیاز تھے۔

شکر ادا کرنا

رحمت عالمؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ اپنے خالق حقیقی کی بے حساب نعمتوں کی دل و جان سے قدر فرماتے تھے' آپؐ اس کی ہر نعمت کا خوب شکر ادا کرتے تھے۔

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ نماز میں اس قدر قیام فرماتے تھے کہ دونوں پاؤں یا دونوں پنڈلیوں پر ورم آجاتا تھا' اگر آپؐ سے کہا جاتا (کہ اس قدر عبادت نہ کیجئے) تو فرماتے تھے'

"کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

اندازہ لگائیں کہ ہر گھڑی رب کریم کا ذکر کرتے ہوئے بھی یہ تمنا ہے کہ میں کیوں اس کی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا نہ کروں۔

اس جذبہ کا یہ عالم تھا کہ آپؐ اپنے ساتھیوں اور اپنے چاہنے والوں کے احسانات کا بدلہ بھی برابر چکاتے رہتے تھے۔ آپؐ ان کی بھی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپؐ خود فرماتے ہیں'

"جو لوگوں کا شکر ادا نہ کرے گا' وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہ کرے گا۔" (ترمذی شریف)

چنانچہ آپؐ کے قلب اطہر میں یہ جذبہ اس قدر گہرا تھا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب کفار مکہ قید ہو کر حاضر ہوئے تو انہیں دیکھ کر فرمایا، "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان کفار کی بابت بات کرتے تو میں ان کی خاطر چھوڑ دیتا۔"

اور بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ "کان لشکر لہ" یعنی ان کی شکر گزاری کے لئے۔

اس کی یہ وجہ تھی کہ جس وقت حضور اقدسؐ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے باشندے مسلمان ہو جائیں تو انہوں نے بھی آپؐ کی قدر نہ کی بلکہ نہایت گستاخی سے پیش آئے۔ چنانچہ آپؐ بد دل ہو کر پھر مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور مطعم بن عدی کو اطلاع فرمائی کہ اگر اہل مکہ مجھے امن دیں تو شہر میں آؤں ورنہ کسی دوسری جگہ چلا جاؤں۔

اس وقت مطعم بن عدی نے اہل مکہ سے کہا "محمدؐ کو میں نے پناہ دی ہے۔ خبردار کوئی ان کو ہاتھ نہ لگائے۔" چنانچہ ہجرت مدینہ تک حضور اقدسؐ مطعم بن عدی کی پناہ کی وجہ سے مکہ میں تشریف فرما رہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور اقدسؐ ان کی اس ہمدردی کا ہمیشہ شکریہ ظاہر فرماتے تھے۔

حلم و بردباری

رحمت عالمؐ کی حیات طیبہ سے ہمیں حلم و بردباری کا بھی سبق ملتا ہے۔ یہ وہ پاکیزہ صفت ہے جو حلم، عفو و درگزر، رفق و ملاطف اور صبر و استقلال کا مجموعہ ہے۔ اب ذرا ان واقعات پر غور فرمائیں:

حضرت زید بن سعنہ ایک یہودی عالم تھے۔ وہ مختلف علامات کی روشنی میں حضور اقدسؐ کے دعوائے نبوت کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ "ایک بدو آیا اور حضور اقدسؐ سے ملا۔ اس نے کہا کہ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان کو دعوت دیتے ہوئے کہا تھا کہ تم اگر اسلام لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم کو بھرپور رزق دے گا، لیکن الٹا قحط پڑ گیا ہے۔

اس وقت حضور اقدسؐ نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا، انہوں نے عرض کیا کہ "اس وقت کچھ بھی موجود نہیں ہے۔" یہ دیکھ کر حضرت زید بن سعنہ نے کہا کہ مجھ سے ۸۰ مثقال سونا لے لیں اور اس کے عوض میں وقت معین پر کھجوریں دے دیں۔ چنانچہ یہ معاملہ طے ہو گیا اور آپؐ نے سونا لے کر بدوی کے حوالے کر دیا۔

حضرت زید بن سعنہ کا بیان ہے کہ مقررہ میعاد میں جب دو تین دن باقی رہ گئے تو وہ آپؐ سے اس

حالت میں دوچار ہوئے کہ آپؐ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کسی جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس وقت زید نے حضور اقدسؐ کے کرتے اور چادر کے پلوؤں کو کھینچتے ہوئے نہایت ترش روئی سے کہا' اے محمدؐ" میرا قرض ادا نہیں کرتے' خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ پکے نادنید ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے زید کو گرم نگاہوں سے گھورا اور کہا "او خدا کے دشمن' کیا بکتا ہے' خدا کی قسم مجھے (حضورؐ سے) اندیشہ نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔" یہ دیکھ کر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو سمجھایا کہ ایسے موقع پر آپ کو چاہئے کہ ایک طرف مجھے حسن و خوبی سے ادائے حق کرنے کی تلقین کرتے اور دوسری طرف اس شخص کو مطالبہ کرنے کے بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا "اب جاؤ اور جا کر اس کا حساب ادا کر دو اور اس کو ڈانٹنے کے بدلہ میں بیس صاع کھجوریں زیادہ دو۔"

یہ حضرت زید بن سعنہ کی طرف سے صاحب نبوت کا آخری امتحان تھا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کو گواہ بنا کر اسلام قبول کر لیتے ہیں اور اپنا آدھا مال ملت اسلامیہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

اللہ نے مجھے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے

اب ذرا غزوۂ احد کے منظر کو بھی سامنے رکھیں کہ کس قدر سخت عالم تھا۔ حضور اقدسؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے ہیں' آپؐ کے چہرۂ اقدس سے خون جاری ہے' یہ دیکھ کر صحابہ کرامؓ سخت رنجیدہ ہیں' وہ عرض کرتے ہیں' آپؐ ان لوگوں کے لئے بد دعا فرمائیں تاکہ یہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ جواب میں رحمت عالمؐ فرماتے ہیں' "میں لعنت اور بد دعا کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ راہ راست کی طرف بلانے آیا ہوں' اور اللہ نے مجھے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" پھر آپؐ نے اللہ سے دعا فرمائی' "الٰہی' میری قوم کو بخش دے اور ان کو راہ راست کی ہدایت کر کیونکہ وہ جانتے نہیں۔"

ایک بدوی کی سختی کے جواب میں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہؐ کے ہم رکاب تھا۔ آپؐ اس وقت چادر اوڑھے ہوئے تھے' جس کی کور بہت موٹی تھی۔ ایک بدوی نے چادر کا کنارہ پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ اس کی موٹی کور کی رگڑ سے آپؐ کے شانے اور گردن پر نشان پڑ گیا۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ

ہوئے تو اس نے کہا "اے محمدؐ! اللہ کے اس مال میں سے جو تیرے پاس ہے میرے دونوں اونٹوں پر لاد دے، کیونکہ اس میں سے جو کچھ تو مجھے دے گا وہ کچھ تیرا یا تیرے باپ کا مال نہیں ہے۔"

یہ سخت بات سن کر پہلے تو حضور اقدسؐ فرط حلم و کرم سے خاموش رہے، پھر آپؐ نے فرمایا،

"بے شک مال تو اللہ کا ہے، اور میں اس کا بندہ ہوں مگر اے اعرابی، یہ تو کہہ کہ اب تیرے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے؟" اس نے کہا "نہیں۔" آپؐ نے پوچھا "کیوں نہیں؟" اس نے کہا "اس لئے کہ تو برائی کے عوض میں برائی نہیں کرتا۔" یہ سن کر حضور اقدسؐ ہنسنے لگے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا "اس کے ایک اونٹ پر جو اور ایک پر کھجوریں بار کر کے اسے دے دیں۔"

عفو و کرم دیکھئے

رحمت عالمؐ کے عفو و درگزر، رحم و کرم کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی فتح مکہ کے بعد بھاگ کر طائف چلا گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اہل طائف کے چند قاصدوں کے ساتھ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپؐ کی نظر اس پر پڑی تو اس سے پوچھا "کیا تو وحشی ہے؟" عرض کیا "ہاں۔" آپؐ نے پوچھا "کیا تو نے ہی حمزہ کو قتل کیا تھا؟" عرض کیا "آپؐ نے جو کچھ سنا ہے وہ درست ہے۔" اس وقت آپؐ نے اس سے صرف اتنا کہا کہ وہ آپؐ کے سامنے نہ آئے۔ اور اس میں بھی اس کا اپنا ہی بھلا تھا کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں نہ آجائے۔

تواضع و خاکساری

رسول اقدسؐ فرماتے ہیں، "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی بھیجی ہے کہ خاکساری اختیار کرو تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور کوئی کسی کے مقابل تکبر نہ کرے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خاکساری کا مقصد معاشرتی زندگی میں خوشگوار لطافت پیدا کرنا ہے اور یہی لطافت ہے جو ایک خاکسار شخص کی چال ڈھال، بات چیت اور برتاؤ سے برابر ظاہر ہوتی رہتی ہے۔

اب رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی پر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ یہ خاکساری ہی تھی کہ آپؐ غریبوں مسکینوں کے برابر جا بیٹھتے تھے۔ خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے، گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ خچر اور حمار پر سوار ہوتے تھے اور دوسروں کو اپنے ساتھ سوار بھی کر لیتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ (میری عیادت کے لئے) تشریف لائے تو نہ خچر پر سوار تھے' نہ ترکی گھوڑے پر (بلکہ پیادہ تشریف لائے)۔

حضرت یوسف بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے میرا نام یوسف تجویز فرمایا اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا اور میرے سر پر دست مبارک پھیرا تھا۔

کمال تواضع

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ایک کجاوہ پر حج کیا جس پر ایک کپڑا تھا جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم ہوگی۔ آپؐ یہ دعا کرتے تھے 'الٰہی اس حج کو ریا اور شہرت سے مبرا فرما۔

یہ حضور اقدسؐ کا کمال تواضع اور عبودیت ہے کہ آپؐ میں ریا و شہرت کا شائبہ بھی نہ تھا لیکن پھر بھی اپنے رب سے یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اس حج کو ریا و شہرت سے محفوظ رکھ۔ اس کے علاوہ آپؐ کے مبارک بدن پر یا پالان پر جو کپڑا تھا وہ بھی نہایت معمولی تھا اور یہ بھی اسی غایت تواضع کا اثر تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک حضور اقدسؐ سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود وہ حضور اقدسؐ کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ آپؐ کو یہ پسند نہیں تھا۔

یہ بھی نبی کریمؐ کی غایت تواضع کا اثر تھا کہ آپؐ کو یہ پسند نہ تھا کہ صحابہ کرامؓ آپؐ کی تعظیم کے لئے کھڑے رہیں۔

ایک مرتبہ کسی سفر میں صحابہ کرامؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرما لیا' ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا' دوسرے نے کھال نکالنا' کسی نے پکانا۔ اس موقع پر حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی جمع کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "حضورؐ یہ کام ہم خود کرلیں گے۔" آپؐ نے فرمایا' "یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ خوشی سے اس کو کرلو گے لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ میں مجمع میں ممتاز رہوں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کو پسند نہیں فرماتا۔"

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے یہ ارشاد فرمایا' "میری ایسی مبالغہ آمیز تعریف نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی تعریف میں مبالغہ کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔" (یعنی ایسی تعریف نہ کرو جو بندگی کے خلاف ہو کہ بندہ بہرحال بندہ ہے)

حضور اقدسؐ فرمایا کرتے تھے کہ

"میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا' میں بندہ ہوں غلاموں کی طرح کھاتا ہوں یعنی خاکساری سے۔"

میرے دل نے گواہی دی

حضرت عدیؓ بن حاتم کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کو رسول اللہؐ سے سخت بغض تھا۔ لیکن جب ان کی بہن کے ساتھ رحمت عالمؐ کے حسن سلوک کو دیکھتے ہیں تو آخر بہن ہی کے مشورہ سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ پہنچا تو آپؐ مسجد میں ملے۔ اس کے بعد آپؐ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ راستہ میں ایک ضعیف عورت نے آپؐ کو روک لیا' وہ بڑی دیر تک اپنا حال سناتی رہیں اور آپؐ برابر سنتے رہے۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا "یہ بادشاہ نہیں ہیں۔" بوڑھی عورت نے فارغ کیا تو گھر تشریف لائے' مجھے اصرار کے ساتھ چمڑے کے گدے پر بٹھایا جس میں خشک گھاس بھری تھی اور آپؐ خود زمین پر بیٹھ گئے۔ اس وقت بھی میرے دل نے گواہی دی کہ یہ عمل بادشاہوں جیسا نہیں ہے۔ آخر حضرت عدیؓ نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ منورہ میں ایک انصاری کے گھر میں قیام کیا۔ پھر آپؐ سے وہ محبت پیدا ہوئی کہ دن میں دو مرتبہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

فتح مکہ کے وقت

رحمت عالمؐ کی خاکساری کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ فتح مکہ کے وقت اس شان سے شہر میں داخل ہوئے کہ سر مبارک اتنا جھکا ہوا تھا کہ کاٹھی کے سامنے کے حصہ سے لگا جاتا تھا۔ اس وقت آپؐ اپنی اونٹنی قصویٰ پر جلوہ افروز تھے اور آپؐ کے خادم حضرت اسامہؓ قصویٰ پر ردیف تھے۔ اس وقت زبان اقدسؐ پر سورہ فتح تھی' سر نیاز بارگاہ حق میں جھکا ہوا تھا۔ سر پر کالا عمامہ تھا اور کاندھوں پر ایک چادر تھی۔ سرخ یمانی چادر کی ایک دھجی عمامے سے بندھی تھی۔ بندگی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ کجاوے کی پٹی ہی پر حضور اقدسؐ سجدہ ریز تھے۔

اس شاندار فتح پر سردار دو جہاںؐ نے جس انکساری کا نمونہ پیش کیا ہے' تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ورنہ فاتحین نے تو نشہ حکومت میں خون کی ندیاں بہادی ہیں۔

رحمت عالمؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ رب کریم سے یوں دعا فرمایا کرتے تھے "اے اللہ جیسے تو نے مجھے حسن صورت عطا فرمائی ہے، حسن اخلاق بھی عطا فرما۔"

حالانکہ رب کریم نے اپنے مقدس کلام میں بھی آپؐ کے خلق عظیم کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی جناب میں اس طرح دعا مانگنا آپؐ کی خاکساری کی بڑی دلیل ہے۔

خاکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنے قریب بیٹھے ہوئے کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ جاتے، ہمیشہ سلام میں پہل فرماتے اور مصافحہ میں ابتدا کرتے تھے۔ آپؐ کبھی اپنے ساتھیوں کے سامنے پیر لمبے نہ کرتے تھے۔ آپؐ کے پاس جو آتا اس کی تعظیم کرتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ اگر کوئی حاجتمند آتا اور آپؐ نماز میں ہوتے تو نماز مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت پوری فرما کر پھر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے، آپؐ کسی سے تعلق نہیں توڑتے تھے۔

آپؐ آزاد اور غلام سب کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور ہدیہ کو قبول فرماتے اگرچہ وہ دودھ کا ایک گھونٹ یا خرگوش کی ایک ران ہی ہو اور پھر ہدیہ کا بدلہ دیتے تھے اور ہدیہ کی چیز کو تناول فرماتے، معمولی کنیز اور مسکین کی دعوت سے انکار نہ فرماتے تھے۔

حضور اقدسؐ کا دعوت قبول فرمانا

رحمت عالمؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ کبھی کسی غریب کی دعوت ٹھکراتے نہیں تھے۔ خوشی سے قبول فرما لیتے تھے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ آپؐ غریب تھے بلکہ آپؐ تو بہت کچھ رکھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ نے اپنی طرف سے سو اونٹ ذبح فرمائے تھے۔ اس کے ساتھ وہ بلند مقام رکھتے تھے کہ صلح، جنگ و قتال وغیرہ سب آپؐ ہی کے حکم سے ہوتا تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدسؐ کی دعوت کی، کھانے میں ثرید تھا اور اس پر کدو پڑا ہوا تھا۔ حضور اکرمؐ کو کدو پسند تھا اس لئے آپؐ اس پر سے کدو نوش فرمانے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا تیار نہیں کیا گیا کہ جس میں مجھے کدو ڈلوانے کی قدرت ہو اور کدو اس میں نہ ڈالا گیا ہو۔

یہ عشق و محبت کی بات ہے کہ محبوب کی ہر ادا محبوب ہو جاتی ہے۔

حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت

کئے جاتے تو آپؐ (اس کو بھی بے تکلف) قبول فرمالیتے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا "اگر مجھے بکری کا ایک پیر بھی دیا جائے تو میں قبول کروں اور اگر اس کی دعوت کی جائے تو میں ضرور جاؤں۔" (شمائل ترمذی)

اس سے یہ مراد ہے کہ مجھے ہدیہ قبول کرنے میں اور کسی جگہ جانے میں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ اتنی ذرا سی چیز کے لئے کیا جاؤں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اس کو کمال رغبت سے قبول کرتا ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دعوت قبول کرنے میں وہ کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ دعوت کرنے والے کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔

دیگچی سے سالن نکلتا رہا اور آٹے سے روٹیاں پکتی رہیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (غزوۂ خندق کے موقع پر) حضور اقدسؐ پر بھوک کا اثر محسوس کیا تو گھر جا کر پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک بکری کا بچہ ہے اور تھیلی میں تھوڑے سے جو ہیں۔ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھا اور گوشت دیگچی میں پکنے کے لئے رکھ کر میں نے حضور اقدسؐ سے چپکے سے عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا موجود ہے، آپؐ اور چند رفقاء آپؐ کے ساتھ تشریف لے چلیں۔ یہ سن کر حضور اقدسؐ نے تمام اہل خندق کو، جو تقریباً ایک ہزار تھے، اعلان فرمادیا کہ جابر کے یہاں دعوت ہے سب چلیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں دیگچی کو چولہے سے نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا۔ جب حضور اکرمؐ تشریف لے گئے تو آٹے اور دیگچی پر دم کیا، جس کی وجہ سے اس قدر برکت ہوئی کہ اس دیگچی سے برابر سالن نکلتا رہا اور آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔ اللہ کی قسم، ایک ہزار آدمی کھا کر چلے گئے اور دیگچی میں سالن جوش مارتا رہا اور اس آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔ (شمائل ترمذی)

صبر و استقامت

رحمت عالمؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ بے انتہا صابر تھے۔ یہ آپؐ ہی کا جگر تھا کہ مشرکین مکہ کی ایذائیں برداشت کرتے ہیں اور کبھی اپنے فرض کی بجا آوری میں پیچھے نہیں ہٹتے اور نہ اپنے رب سے شکایت کرتے ہیں۔

ایک بار عروہ بن زبیر نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا "یہ تو بتاؤ کہ مشرکوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ سب سے زیادہ کیا بد سلوکی کی تھی؟" انہوں نے فرمایا'

"ایک روز آپؐ کعبے میں نماز ادا فرماتے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے گردن مبارک میں ایک کپڑا لپیٹ کر بڑی سختی سے آپؐ کا گلا گھونٹنا شروع کیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ وہاں آپہنچے اور انہوں نے عقبہ کے کندھے کو پکڑ کر اسے پیچھے ہٹایا اور کہا' "کیا تم ایک شخص کو محض اتنی بات پر جان سے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔" اس پر اس نے آپؐ کو تو چھوڑ دیا لیکن حضرت ابو بکرؓ اس حال میں گھر واپس ہوئے کہ ان کو ہوش بھی نہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ قریش نے ایذا رسانی میں بے رحمی کی انتہا کر دی تھی' نہ قرابت اور رشتہ کا پاس رکھتے ہیں اور نہ انسانیت کا لحاظ۔

ظلم و ستم کی انتہا

حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں دو بد ترین پڑوسیوں کے درمیان رہتا تھا' ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط' یہ دونوں میرے گھر میں گندگی پھینکا کرتے تھے۔ عقبہ کا یہ حال تھا کہ ابو جہل کے ساتھ مل کر آپؐ کی شان میں گستاخی بھی کیا کرتا تھا اور آپؐ کو ایذائیں بھی پہنچاتا تھا۔ ایک دن جب حضور اقدسؐ حرم کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ اس ظالم نے ابو جہل کے کہنے پر اونٹ کا اوجھ اٹھا لے آیا اور عین اس وقت جب کہ حضورؐ سر بسجود تھے کہ اس بد بخت نے یہ گندگی آپؐ کی گردن مبارک پر رکھ دی۔ جس کے بوجھ سے حضورؐ سر بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ یہ دیکھ کر سب مشرکین قہقہہ لگانے لگے۔ اس وقت کسی نے اس کی گھر اطلاع کر دی تو حضرت فاطمہؓ دوڑی آئیں اور اس اوجھ کو ہٹایا۔

ذہنی اذیت

حضور اقدسؐ فرماتے ہیں' "میں اللہ کے راستہ میں اس وقت خوف دلایا گیا ہوں جس وقت کوئی

بھی نہیں ڈرایا گیا اور اس قدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی نہیں ستایا گیا مجھ پر تیس شب و روز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے کھانے کے لئے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے سوائے اس تھوڑی سی مقدار کے جو بلالؓ کے بغل میں چھپی ہوئی تھی۔"

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپؐ تنہا تھے اور یہ حقیقت ہے کہ تنہائی میں تکلیف کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ اس ابتدائی زمانہ میں آپؐ کو یہ تکلیف بھی دی گئی کہ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے اسلام کی عداوت میں آپؐ کی صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ جو ان کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب تھیں، ان پر دباؤ ڈال کر یہ نسبتیں توڑ دیں۔ یہ ایک ایسی بری حرکت تھی کہ کوئی شریف گھرانہ اس کو پسند نہیں کرتا۔

اس کے ساتھ ان ظالموں نے حضرت ابو العاصؓ پر بھی اسی طرح کا دباؤ ڈالا کہ وہ آپؐ کی لخت جگر حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

حضور اقدسؐ کے صاحبزادے کا انتقال

ان ہی دنوں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ حضور اقدسؐ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بچپن میں انتقال فرما گئے۔ اس پر یہ ظالم خوشیاں مناتے ہیں اور ان کا ایک سردار عاص بن وائل نعوذ باللہ یہ کہتا ہے، محمد ابتر ہیں۔ ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو ان کا قائم مقام بنے، جب یہ چلے جائیں گے تو ان کا نام و نشان دنیا سے مٹ جائے گا اور ان سے تمہارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔

غور فرمائیں کہ اس سے آپؐ کے دل پر کیا گزری ہوگی۔

قریش کی دھمکی

پھر یہ بھی ہوا کہ ایک دن قریش شکایت لے کر حضرت ابو طالب کے پاس آئے، کہنے لگے:

"یا تو آپ اپنے بھتیجے کو اس کام سے روک دیں یا پھر درمیان سے ہٹ جائیں، یہاں تک کہ دونوں گروہوں میں سے کوئی ایک برباد ہو جائے۔" یہ کہہ کر وہ چلے گئے تو حضرت ابو طالب نے حضور اقدسؐ کو بلایا اور کہا "قوم کے معزز سرداروں سے میں مقابلہ نہیں کر سکتا، مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اٹھا نہ سکوں۔" اس پر آپؐ نے فرمایا "خدا کی قسم، اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں

ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو یہ ممکن نہیں ہے۔ اب یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب فرمادے گا یا میں اس راہ میں قربان ہو جاؤں گا۔"

یہ دیکھ کر حضرت ابو طالب نے کہا "جاؤ اور جو چاہو کرو۔ میں کسی قیمت پر تمہیں ان کے حوالے نہیں کر سکتا۔"

عتبہ کی پیشکش

پھر جب قریش نے دیکھا کہ حضور اقدسؐ کے حامیوں اور ایمان لانے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو عتبہ بن ربیعہ نے یہ تجویز پیش کی کہ آپؐ سے گفتگو کے ذریعہ مفاہمت کی راہ پیدا کی جائے۔ چنانچہ قریش کی اجازت سے وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

"بھتیجے، اگر اس نئی دعوت سے تمہارا مقصود مال و دولت ہے تو ہم تمہارے لئے اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ اگر عزت اور ناموری چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار تسلیم کر لیں گے اور کوئی فیصلہ تمہاری مرضی کے بغیر نہیں کریں گے، اگر بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تم کو بادشاہ بنا لیں گے۔"

جب عتبہ کہہ چکا تو رحمت عالمؐ نے اس کے جواب میں سورۂ فصلت کی کچھ آیتیں سجدہ تک تلاوت فرمائیں، جن کو سن کر عتبہ حیرت میں آگیا اور واپس آکر قریش سے کہنے لگا "میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا، خدا کی قسم وہ نہ شاعری ہے، نہ جادو ہے اور نہ کاہنوں جیسی باتیں ہیں۔ میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔" اس پر وہ کہنے لگے "واللہ اس کی کی زبان کا جادو تم پر بھی چل گیا۔"

شعب ابی طالب میں

قریش نے جب یہ دیکھا کہ اسلام قبائل عرب میں تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے تو ان کو بڑی فکر ہوئی۔ انہوں نے ایک مشاورتی اجتماع کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے، اور یہ تجارت پیشہ ہاشمیوں کے لئے ان کی سماجی اور معاشی حیثیت کو مفلوج کر دینے کے مترادف تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو طالب مجبور ہو کر بنی ہاشم اور بنی مطلب کی حفاظت کی

خاطر گھاٹی میں پناہ گزیں ہو گئے۔

یہ قید و بند کا زمانہ بڑی صعوبتوں کا زمانہ تھا۔ حضور اقدسؐ اس کی تلخیاں زندگی بھر فراموش نہ کر سکے۔ بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں سب ہی مصائب و آلام کا شکار تھے۔ محاصرہ اتنا طویل ہوا کہ ببول کے پتے کھا کر گزارا کرنے کی نوبت آئی۔ جس سے ان کے جسم ہڈیوں کا پنجر بن گئے۔

تین سال اس سخت حال میں گزرے۔ اس دوران قریش کے کچھ درمند لوگوں کے دلوں میں اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا ہوا۔ یہ پانچ اشخاص تھے۔ ان میں سے ایک زہیر بن ابی امیہ نے، جب قریش اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھ گئے تو، ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے مکہ والو، کیا یہ انصاف ہے کہ تم مزے سے کھاؤ پیو، آزادی سے گھومو، تجارت کرو اور بنی ہاشم کو لین دین سے روک دیا جائے تاکہ وہ تباہ ہو جائیں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ یہ ظالمانہ معاہدہ پھاڑ نہ دیا جائے۔"

اس موقع پر ابو جہل نے مداخلت کرنا چاہی لیکن اس کی کچھ چل نہ سکی۔ اس وقت مطعم بن عدی اس معاہدہ کو پھاڑنے کی غرض سے اس کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ دیمک پورے کاغذ کو چاٹ کر ختم کر چکی ہے صرف "باسمک اللھم" کے الفاظ باقی ہیں۔

یہ دیکھ کر کفار قریش حیرت اور ندامت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

طائف کا سفر

جب مکہ کی زمین پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو رحمت عالمؐ دین حق کی دعوت و تبلیغ کے لئے نیا میدان تلاش کرنے طائف تشریف لے گئے۔ آپؐ کو اہل طائف سے کچھ خیر کی امید اس لئے بھی تھی کہ بنی سعد کا قبیلہ طائف کے قریب آباد تھا جہاں حضور اقدسؐ نے ایام رضاعت گزارے تھے۔

طائف تشریف لانے کے بعد آپؐ سب سے پہلے ثقیف کے سرداروں سے ملنے گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس کی کوئی قدر نہ کی بلکہ اس کا بہت برا اور سخت جواب دیا۔ انہوں نے آپؐ کا مذاق بھی اڑایا اور اوباشوں اور غلاموں کو آپؐ کو ستانے پر مامور کر دیا۔ یہ بدبخت حضور اقدسؐ کو گالیاں دیتے تھے، شور مچاتے تھے اور آپؐ پر پتھر پھینکتے تھے۔

اس وقت حضرت زیدؓ بن حارثہ ان پتھروں کے لئے ڈھال بن جاتے تھے، یہاں تک کہ ان کا سر

پھٹ گیا۔ سنگباری سے حضور اقدسؐ کے ہاتھ پاؤں اور جسم اطہر لہولہان ہو گیا۔ ظالموں نے تاک تاک کر ٹخنوں کا نشانہ بنایا جس سے خون بہنے سے جوتے بھی تر بتر ہو گئے۔ پتھروں کی بارش سے آپؐ کو اتنی چوٹیں آئیں کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس وقت حضرت زیدؓ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہ بار نبوت کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر آبادی سے باہر لے آئے۔ آخر شہر سے دور ایک باغ میں پناہ لی وہاں حضرت زیدؓ نے آپؐ کے زخموں کو دھویا' منہ پر پانی چھڑکا۔ افاقہ ہوا تو زبان اقدسؐ پر یہ دعا جاری ہوئی'

"الٰہی' اپنی بے بسی' بے سروسامانی اور لوگوں کی نگاہوں میں بے قدری کی تجھ ہی سے فریاد کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین' تو ہی درماندہ عاجزوں کا مالک ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے' مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے' کیا بے گانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جسے میرے معاملہ پر قابو ہو۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی مصیبت کی کچھ پرواہ نہیں کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا اور آخرت کے سب کام سنور جاتے ہیں' تیری ناراضی اور غضب مجھ پر نہ ہو' مجھے تیری خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔"

اس موقع پر رب کریم نے پہاڑوں کے فرشتے کو حضور اقدسؐ کے پاس بھیجا' اس نے عرض کیا" آپؐ چاہیں تو اخشبین نامی دونوں پہاڑوں میں انہیں کچل دوں۔" اس پر رحمت عالمؐ نے فرمایا'

" نہیں' مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"

طائف کا یہ سفر حیات طیبہ کا ایک اہم واقعہ ہی نہیں بلکہ ایک انقلابی موڑ بھی ہے' مکہ اور طائف کی بستیوں نے پیغام نبوت کے لئے کان بند کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے یثرب پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے اور اسے مدینۃ النبی بنا دیا۔

سفر ہجرت

مدینہ منورہ میں جب دین حق کی دعوت و تبلیغ کے لئے ایک سازگار ماحول بن گیا تو رحمت عالمؐ کی اجازت سے رفتہ رفتہ مسلمان وہاں ہجرت کر گئے۔ یہ دیکھ کر دانشوران کفر بھی سمجھ گئے کہ اب آپؐ بھی مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ وہ سب "دار الندوہ" میں جمع ہوئے۔ اور اس اہم مسئلہ

پر غور کیا۔ اس وقت مختلف تجاویز پیش ہوئیں۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ ہر قبیلہ سے ایک باہمت' عالی نسب جوان لیا جائے اور سب مل کر ایک ساتھ رسول اللہؐ پر ٹوٹ پڑیں۔ اس طرح یہ خون سارے قبائل میں تقسیم ہو جائے گا اور بنی عبد مناف سب سے لڑ نہیں سکیں گے۔ اس کے بعد ہر قبیلہ سے ایک شمشیر زن بھی چن لیا گیا اور اس منصوبے کا وقت بھی رازداری سے طے کر لیا گیا۔

اس طرف رب کریم نے وحی کے ذریعہ اپنے محبوبؐ کو ان کی اس سازش سے آگاہ کر دیا اور آپؐ کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ اس دن ملی جس کے بعد آنے والی رات قریش نے آپؐ پر حملہ آور ہونے کے لئے مقرر کی تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ حضور اقدسؐ کو مکہ میں اس وقت تک رکھتا ہے جب تک اہل وطن دشمنی کی آخری حد تک نہیں پہنچتے۔ اس کے بعد آپؐ اہل مکہ کی امانتیں لوٹانے کے لئے حضرت علیؓ کو نامزد فرما کر وہ رات اپنے بستر پر آرام کرنے کو فرماتے ہیں۔

ادھر دشمن پوری تیاری کے ساتھ آپؐ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھا۔ جب رات زیادہ بھیگ گئی تو رسول اقدسؐ نے مٹھی بھر خاک پر سورہ "یٰسین" کی ابتدائی آیات پڑھ کر دم کیا اور ان کے سروں پر ڈال دی کہ ان کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے۔ پھر آپؐ ان کے درمیان سے نکل کر سیدھے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں "حزورہ" کے مقام پر پہنچے تو بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے بڑے درد کے ساتھ فرمایا'

"اے مکہ' اللہ کی قسم' تو مجھے روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کو بھی اپنی زمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ اگر تیرے باشندوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا۔"

اس کے بعد رحمت عالمؐ نے جبل ثور کا رخ فرمایا۔ یہ مکہ سے تین چار میل کے فاصلے پر ہے۔ سفر ہجرت میں سب سے پہلے اسی پہاڑ کے ایک غار "غار ثور" میں آپؐ نے پناہ لی۔ یہاں صدیق اکبر نے عشق و محبت کا حق ادا کر دیا۔

ادھر کفار مکہ نے صبح کو جھانک کر گھر میں دیکھا تو حضرت علیؓ کو حضور اقدسؐ کے بستر پر پایا۔ یہ دیکھ کر وہ بڑے شرمندہ ہوئے اور ناکام و نامراد ہو کر لوٹ گئے۔

اس کے بعد ہر طرف تلاش شروع ہوئی اور مشرکین کی ایک جماعت کھوجیوں کی مدد سے نقش پا

کو دیکھتے ہوئے غار کے دہانے تک بھی پہنچ گئی۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں "اگر ان میں سے کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ مجھے اپنی جان کا غم نہیں، اگر آپؐ کو کچھ ہو گیا تو امت ہلاک ہو جائے گی۔" اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا،

"ابوبکر، ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔"

اور اسی واقعہ سے متعلق یہ آیت شریفہ بھی نازل ہوئی ہے.....

"(اس وقت) دو ہی شخص جن میں (ایک ابوبکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہؐ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

غیبی امداد

اس نازک مرحلہ پر رب کریم نے یہ مدد فرمائی کہ غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا تان دیا اور اس کے منہ کے قریب درخت کی شاخوں پر کبوتر نے انڈے دے دیئے۔ یہ دیکھ کر وہ مشرکین جو غار کے لب پر موجود تھے یہ سمجھے کہ اگر غار میں داخل ہوتے تو مکڑی کا جالا ٹوٹ نہ جاتا۔ غرض یہ کہ سب کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور وہ اسی وقت لوٹ گئے۔ اس کے بعد رحمت عالمؐ اور رفیق غار صدیق اکبرؓ نے پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا اور کوئی آٹھ دن بعد قبا پہنچے۔

مختصر یہ کہ راہ حق میں قدم قدم پر مصائب کا سامنا تھا، جس کو رحمت عالمؐ خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں۔

وحی کی شدت برداشت کرنا

رحمت عالمؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ نے ۲۳ سال تک وحی کا بوجھ اٹھایا اور اس کی شدت برداشت کر کے ہم مسلمانوں کو زرو جواہر دیئے اور ہم نے سنگریزوں کی طرح ان کی ناقدری کی۔

وحی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپؐ حضرت زید بن ثابتؓ کی ران پر زانوں رکھے بیٹھے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں "مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری ران پاش پاش ہو جائے گی۔" ایک مرتبہ حضور اقدسؐ اونٹنی پر سوار تھے کہ وحی نازل ہوئی، جس کی اس قدر شدت تھی کہ اسی وقت اونٹنی بیٹھ گئی۔

غرض یہ کہ حضور اقدسؐ نے بڑی تکالیف برداشت کر کے عالم غیب سے فیوض حاصل کئے ہیں۔

حسن معاشرت

یہ جان لیں کہ حسن معاشرت بھی اسلام کا ایک اہم جز ہے۔ رحمت عالمؐ کا مبارک ارشاد ہے "پورا مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔" نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے "مومن وہ ہے جس کے خطرات سے تمام آدمی امن میں رہیں۔"

اس سے واضح ہے کہ مسلمان امن و سلامتی کا داعی ہے وہ کسی حال میں کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ اسلام میں اس کی یہاں تک رعایت رکھی گئی ہے کہ اگر ایک جگہ تین آدمی ہوں تو یہ جائز نہیں کہ دو آدمی تنہا باتیں کریں تاکہ تیسرے کو اکیلے رہنے سے رنج نہ ہو۔

غرض یہ کہ اسلام میں حسن معاشرت کی بڑی اہمیت ہے۔ جو لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے وہ دین حق کے ایک باب کو بھولے ہوئے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ رسول کریمؐ کے پاکیزہ عمل کو بھی سامنے رکھیں کہ آپؐ کو دوسروں کی تکلیف کا کس قدر احساس تھا۔

سونے والوں کا خیال رکھنا

حضرت مقدادؓ جو حضور اقدسؐ کے خادم تھے، فرماتے ہیں "ایک دن حضور اقدسؐ کو آنے میں دیر ہوئی تو میں سمجھا کہ آپؐ کی کہیں دعوت ہو گئی ہو گی یہ خیال کر کے میں آپؐ کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا۔ مگر جب پی چکا تو یہ بھی خیال آیا کہ شاید آپؐ نے کچھ نہ کھایا ہو، اب میرا یہ حال تھا کہ کروٹیں بدلتا ہوں اور نیند نہیں آتی، اس شش و پنج میں تھا کہ حضور اقدسؐ تشریف لائے، آپؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب تشریف لاتے اور دیکھتے کہ گھر والے سو گئے ہیں تو بہت آہستہ سے سلام کرتے اس طرح سے کہ اگر حاضرین جاگتے ہوتے تو سن لیتے اور اگر سوتے ہوتے تو آنکھ نہ کھلتی۔

غرض یہ کہ حضور اقدسؐ عشا کے بعد تشریف لائے اور حسب معمول سلام کر کے برتنوں کی طرف چلے مگر ان میں کچھ نہ تھا۔ حضرت مقدادؓ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے حسب معمول کچھ نفلیں پڑھیں اور یوں دعا فرمائی اللھم اطعم من اطعمنی۔

"اے اللہ، تو اس کو کھانا کھلا جس نے مجھ کو کھانا کھلایا ہے۔"

یہ دعا سنتے ہی حضرت مقدادؓ اٹھے۔ ان کو یقین تھا کہ رسول اللہؐ کی دعا قبول ہوئی ہوگی اس لئے اگرچہ وہ بکریوں کا دودھ دوہ چکے تھے پھر بھی برتن لے کر بیٹھ گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بکریوں نے اتنا دودھ دیا کہ برتن بھر گیا۔ پھر وہ اس برتن کو لے کر رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے۔

غور فرمائیں کہ حضور اقدسؐ سلام بھی کرتے ہیں تو اس طرح سے کہ کوئی بے چین نہ ہو۔ اس کے علاوہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے بھروسے پر نہ اسباب کو چھوڑ دے اور نہ ہی اسباب میں ایسا گم ہو جائے کہ مسبب الاسباب پر نظر نہ رہے۔

اپنے پرائے کی تکلیف کا خیال رکھا جائے

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ حضرت عائشہؓ کے پاس آرام فرماتے تھے کہ رات کو اٹھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں " قام رویدا۔" یعنی آہستہ سے اٹھے "و انتعل رویدا" اور نہایت آہستہ سے جوتے پہنے۔ "وفتح الباب رویدا" اور نہایت آہستہ سے دروازہ کھولا۔ "وخرج رویدا" اور نہایت آہستہ سے باہر تشریف لے گئے۔ (اس وقت) حضرت عائشہؓ بھی چپکے سے اٹھ کر آپؐ کے پیچھے پیچھے ہولیں۔ حضور اقدسؐ جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں اموات کے لئے دعا فرمائی۔ پھر جب واپس ہونے لگے تو حضرت عائشہؓ جلدی سے آکر اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔ حضور اقدسؐ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کا سانس پھول رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے ان سے پوچھا "مالک یا عائشہ حشیا رابیہ" "عائشہ سانس کیوں پھول رہا ہے؟" اس وقت حضرت عائشہؓ نے چھپانا چاہا لیکن چھپ نہ سکا۔ پھر آپؓ نے تمام قصہ بیان فرمایا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "شاید تم کو خیال ہوا کہ تمہاری باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس چلا جاؤں گا تو ایسا کب ہو سکتا ہے۔"

غور فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جو رحمت عالمؐ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ ان کی اگر آنکھ کھل بھی جاتی تب بھی ناگواری کا احتمال نہ تھا لیکن چونکہ یہ صورت تکلیف کی تھی اس لئے آپؐ نے اس کو بھی گوارا نہیں فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی دعوت میں ایک آدمی ویسے ہی چلے گئے۔ آپؐ نے مکان پہنچ کر صاحب خانہ سے صاف فرمادیا کہ یہ ایک آدمی ہمارے ساتھ ہو لیا ہے اگر تمہاری اجازت ہو تو آئے ورنہ چلا جائے۔ جب صاحب خانہ نے اجازت دے دی تو وہ بھی شریک ہو گئے۔

صاحب خانہ کی اجازت ضروری ہے

مسلم شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک فارسی شخص نے' جو شوربا عمدہ پکاتا تھا' اس نے شوربا پکا کر رسول اللہؐ کی دعوت کی تو آپؐ نے فرمایا "بشرطیکہ عائشہ کی بھی دعوت کرو تو قبول کرتا ہوں۔" اس نے عرض کیا "نہیں حضرت عائشہؓ کی نہیں۔" اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا "ہماری بھی نہیں۔" پھر اس نے اصرار کیا تو حضور اقدسؐ نے یہی فرمایا' اس نے چند بار انکار کیا' پھر اپنی خوشی سے اس نے حضرت عائشہؓ کی بھی دعوت کی اور رسول اللہؐ نے وہ دعوت قبول فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر رسول اللہؐ کے لحاظ کا بوجھ اور دباؤ ہوتا تو وہ ہرگز انکار نہ کرتا اور یہ کہ دعوت قبول کرنے میں کوئی شرط بھی لگائی جاسکتی ہے لیکن اجازت کے بغیر کسی دعوت و تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔

ایک بار حضرت جابرؓ در دولت پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؐ نے پوچھا "کون ہے؟" انہوں نے عرض کیا "میں ہوں۔" اس پر آپؐ نے ناگواری سے فرمایا "میں ہوں' میں ہوں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اس انداز میں بات کرے کہ سمجھنے میں الجھن نہ ہو۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہؐ کو جب چھینک آتی تو آپؐ اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے اور آواز کو پست کرتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے کبھی کھانے کا عیب بیان نہیں کیا' اگر آپؐ کو اس کی رغبت ہوتی تو کھالیتے ورنہ یونہی چھوڑ دیتے۔

گھر میں نگاہ نہ پڑے

رحمت عالمؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی کے مکان پر جاتے تو چونکہ اس وقت دروازوں پر پردہ ڈالنے کا رواج نہ تھا' اس لئے اجازت لینے سے پہلے دروازہ کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے تھے' سامنے نہیں کھڑے ہوتے تھے تاکہ اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور آپؐ کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا' "دروازہ کے دائیں یا بائیں کھڑے رہو' کیونکہ اجازت لینے کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ گھر کے

اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑنے پائے۔"

ایک مرتبہ کسی نے آپؐ کے حجرہ میں تاک جھانک کی' اس وقت آپؐ ایک لوہے کی کنگھی سے سر جھاڑ رہے تھے' فرمایا "اگر میں یہ جانتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس کو تمہاری آنکھوں میں کونچ دیتا۔" پھر فرمایا "اجازت کی ضرورت تو اسی لئے ہے کہ اس کو دیکھو نہیں۔" (بخاری شریف)

نرمی و سختی فرمانا

رحمت عالمؐ کا مبارک ارشاد ہے "اور میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

اس اعتبار سے حضور اقدسؐ کی تعلیم اخلاق کے طریقوں پر غور کیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ موقع و محل کی نسبت سے نرمی و سختی فرماتے تھے۔

ایک دن ایک بدوی حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے کوئی چیز مانگی تو آپؐ نے وہ عطا فرمادی۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا "میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا؟" اس پر اس نے کہا "نہیں' اچھا سلوک تو کیا ہوتا' درمیانی درجہ کا معاملہ بھی نہیں کیا۔"

یہ سن کر صحابہ کرامؓ کو غصہ آیا اور وہ اس کو مارنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدسؐ نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو منع کیا۔ اس کے بعد آپؐ گھر میں تشریف لے گئے اور اس بدوی کو بلوایا اور کچھ اور عطا فرمایا۔ پھر اس سے پوچھا "اب تو اچھا سلوک کیا؟" اس نے کہا "ہاں' اللہ تعالیٰ آپؐ کو میرے اور میرے اہل و عیال کی مدد کرنے کا اچھا بدلہ دے۔" اس پر آپؐ نے فرمایا "تو نے لوگوں کے سامنے جو کچھ کہا تجھے معلوم ہے اس کی وجہ سے میرے صحابہ کے دلوں میں رنج و ناراضی ہے اس لئے اگر تجھے ناگوار نہ ہو تو یہی بات جو میرے سامنے کہی ہے وہ ان کے سامنے بھی کہہ دینا تاکہ ان کے دلوں سے غم و غصہ جاتا رہے۔" چنانچہ اس نے وعدہ کیا۔

دوسرے دن شام کو آپؐ باہر تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس بدوی نے جو کچھ کہا تھا وہ آپ کو معلوم ہے پھر ہم نے اس کو کچھ زیادہ دے دیا تو اس نے کہا کہ میں اب راضی ہوں۔ پھر فرمایا ("کیوں بھائی) یہی بات ہے۔" اس پر بدوی نے کہا "ہاں' اللہ تعالیٰ آپؐ کو میرے اہل و عیال کی مدد کرنے کا بہتر بدلہ دے۔" اس کے بعد حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا'

"میری اور اس بدوی کی ایسی مثال ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بھاگ گئی ہو لوگ اس کے پیچھے

دوڑے جس سے وہ اور بھی وحشت ناک ہو کر بھاگی تو اونٹنی والے نے لوگوں کو آواز دی کہ تم میری اونٹنی کو چھوڑ دو' میں اس کو پکڑنے اور رام کرنے کی ترکیب تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ پھر یہ اونٹنی والا خود اس کے پاس گیا اور کچھ دانہ وغیرہ اس کے سامنے ڈالا اور آہستہ آہستہ اپنی طرف لگایا یہاں تک کہ وہ آگئی اور بیٹھ گئی تو اس پر اپنا کجاوہ کس لیا اور سوار ہو گیا۔ جب اس شخص نے وہ کلمات کہے تو اگر میں تمہیں اسی طرح چھوڑ دیتا تو تم اس کو مار دیتے اور یہ دوزخ میں جاتا۔

حضرت کعبؓ بن مالک

غزوۂ تبوک میں حضرت کعبؓ بن مالک' حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہؓ بن ربیع کسی قوی عذر کے بغیر شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان میں حضرت کعبؓ کا یہ حال تھا کہ وہ یہ ارادہ رکھتے تھے کہ ایک دو روز میں تیار ہو کر حضور اقدسؐ سے جاملوں گا لیکن دن گزرتے رہے اور آپؐ واپس تشریف لے آئے۔ اب حضرت کعبؓ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی غیر حاضری کی وضاحت کر دی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "اس نے سچ کہا ہے۔" پھر فرمایا "اچھا اٹھ جاؤ' تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔"

اس کے بعد حضور اقدسؐ نے ان تینوں حضرات سے بولنے کی ممانعت فرما دی کہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے بچنے لگے اور گویا دنیا ہی بدل گئی' یہاں تک کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سب اجنبی معلوم ہونے لگے۔ فرماتے ہیں کہ میں بازار میں جاتا' نماز میں شریک ہوتا مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا' حضور اقدسؐ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضورؐ کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں' نماز کے بعد آپؐ کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضورؐ دیکھتے بھی ہیں یا نہیں' جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضورؐ مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔ اس حال میں دن گزرتے رہے کہ ایک دن بازار جاتے ہوئے ایک قبطی ملا جس نے حضرت کعبؓ کو غسان کے بادشاہ کا خط دیا اس میں اس نے یہ لکھا تھا "تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔" یہ پڑھ کر انہوں نے اسی وقت اس خط کو ایک تنور میں پھینک دیا۔ اس کے بعد ایک اور

آزمائش ہوئی کہ حضور اقدسؐ کے حکم سے اپنی بیوی سے بھی الگ ہونا پڑا۔

اس طرح پچاس دن گزرے کہ آپؐ نے ان کی معافی کا اعلان فرمایا۔ پھر وہ مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے تو وہاں جو لوگ موجود تھے ان کو مبارک باد دینے کے لئے دوڑے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدسؐ کی خدمت میں جا کر سلام کیا تو چہرۂ انور کھل رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدسؐ کا چہرۂ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح سے چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائیداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے۔" اس پر آپؐ نے فرمایا "اس میں تنگی ہوگی، کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔" میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے، خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی اس لئے میں نے عہد کر لیا ہے کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔

احتساب فرمانا

رحمت عالمؐ کو جب یہ حکم ہوا کہ اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کے آگے حق پیش کرو اور ان کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ تو آپؐ نے اپنے پورے قبیلہ و خاندان کو جمع کر کے فرمایا،

"یا معشر قریش، یا معشر بنی عبد مناف، یا معشر بنی عبدالمطلب، اے فاطمہؓ محمد کی بیٹی، تم سب اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ کیونکہ میں تمہیں قیامت کے دن کچھ بھی نفع و نقصان نہ پہنچا سکوں گا، اے فاطمہؓ تجھے مجھ سے صرف جسمانی تعلق ہے اور میں رستے کی بیل کو صرف دنیا ہی میں سرسبز و شاداب رکھ سکوں گا۔" (ترمذی شریف)

یہ ایک عام احتساب تھا، ورنہ آپؐ کا یہ معمول تھا کہ ازواج مطہراتؓ اور اپنے اہل و عیال کو نیکی کی ترغیب دیتے تھے اور برائی سے روکتے رہتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ایک رات اٹھے اور فرمایا،

"سبحان اللہ، آسمان سے فتنہ و فساد کی بارش ہو رہی ہے اور برکات و فضائل کے خزانے کھل گئے ہیں۔ حجروں میں سونے والوں (ازواج مطہرات) کو جگا دو کیونکہ دنیا کی بہت سے کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں برہنہ نظر آئیں گی۔" (بخاری شریف)

اپنے گھر والوں پر نظر رکھنا

حضور اقدسؐ کی یہ بلند شان ہے کہ فقر و فاقہ کے باوجود آپؐ نے اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ حرام کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ بچپن میں حضرت حسینؓ نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی' آپؐ کی نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکا' "کخ کخ' کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا۔" (بخاری شریف)

ایک رات آپؐ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور فرمایا "تم لوگ اٹھ کر تہجد نہیں پڑھتے؟" اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ ہماری نیند اور بیداری تو اللہ کے اختیار میں ہے' اگر وہ جگائے گا تو جاگیں گے۔" اس پر آپؐ خاموش ہو گئے' مگر اپنی ران پر افسوس کے ساتھ ہاتھ مارا اور یہ آیت مبارکہ پڑھی' وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (الکھف ۵۴)

۔"آدمی بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔"

احتساب قوم

اس سلسلہ میں دو موقعوں پر نہایت بلیغ تشبیہ کے ساتھ آپؐ نے اپنی قوم کا احتساب فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں' "میری اور میری شریعت کی مثال بالکل اس شخص کی طرح ہے جس نے آکر یہ وحشت انگیز خبر سنائی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر تمہاری طرف آتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں' پس تمہیں ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور وہ رات ہی رات بچ کر نکل گیا' دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا' نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر نے دھاوا مارا اور اس گروہ کا استیصال کر دیا۔"

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں' "میری اور تمام لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی' جب آگ کی روشنی چاروں طرف پھیلی تو پروانے اس پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اس نے پروانوں کو آگ میں جانے سے روکنا چاہا لیکن وہ سب اس کے قابو میں نہ آسکے اور آگ میں گھس گئے۔ اسی طرح میں تم لوگوں کی کمر پکڑ کر کھینچتا ہوں تاکہ آگ میں داخل ہونے نہ پاؤ لیکن لوگ اس میں گھسے جاتے ہیں۔" (بخاری شریف)

مسئلہ قضاوقدر

ایک مرتبہ چند صحابہ کرامؓ اس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے کہ آپؐ کو معلوم ہوا تو چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا' "کیا تم لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے یا تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو؟ تم لوگ قرآن کو گڈمڈ کر رہے ہو' گزشتہ قوموں کو اسی قسم کے لایعنی مسائل نے برباد کر دیا ہے۔"

باجماعت نماز ادا کرنے کی تاکید کرنا

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے غفلت برتنے والوں کے بارے میں فرمایا' "میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔"

نام بدل دینا

حضرت زینب' حضرت ابو سلمہؓ کی بیٹی ہیں' ان کا نام برہ (پاکباز) تھا۔ حضور اقدسؐ نے یہ سنا تو فرمایا "خود ہی اپنی پاکبازی کا دم بھرتی ہو۔" لوگوں نے عرض کیا "پھر کیا نام رکھیں۔" آپؐ نے فرمایا "زینب نام رکھو۔" (ابوداؤد)

خشوع خضوع سے نماز پڑھنا

ایک مرتبہ ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھ نماز پڑھی۔ وہ نماز پڑھ چکا تو حضور اقدسؐ نے فرمایا "نماز کو دہراؤ' تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔" اس کے بعد اس نے تین مرتبہ نماز دہرائی اور آپؐ نے تینوں مرتبہ ٹوکا۔ آخر میں اس نے کہا "اب میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔" آپؐ نے تکبیر قرات' رکوع' سجود قیام اور قعود کے وہ طریقے بتائے جن سے اطمینان' سکون' وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا۔

پیدل چلنے سے روکنا

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر جا رہا ہے' آپؐ نے پوچھا "یہ کیا معاملہ ہے؟" لوگوں نے عرض کیا "اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے بیٹوں کے سہارے چلتا ہے۔" اس پر آپؐ نے فرمایا'

"اس نے اپنے آپ کو کیوں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے؟ اللہ اس سے بے نیاز ہے۔"

اس طرح آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا جسے ایک آدمی ناک میں نکیل ڈال کر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہا تھا آپؐ نے اس کی ناک کی رسی کاٹ دی اور فرمایا "اس کا ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ۔"

جھوٹ سے روکنا

حضرت عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اقدسؐ ہمارے گھر تشریف رکھتے تھے۔ میری ماں نے مجھے بلایا اور کہا "آ میں تجھے کچھ دوں گی۔" یہ سن کر حضور اقدسؐ نے پوچھا "تم بچے کو کیا دینا چاہتی ہو؟" ماں نے عرض کیا "میں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں۔" اس پر آپؐ نے ماں سے فرمایا "اگر تم دینے کا بہانہ کر کے بلاتیں اور بچے کے آنے پر کچھ نہ دیتیں تو تمہارے اعمال نامہ میں یہ جھوٹ لکھ دیا جاتا۔" (ابو داؤد)

ماتم کرنے سے روکنا

حضرت ام سلمہؓ کو جب اپنے شوہر کی شہادت کی خبر ملی تو حسرت سے کہنے لگیں، مسافر مسافرت میں فوت ہوا، اس پر اس قدر گریہ وبکا کروں گی کہ یادگار رہے گا۔ چنانچہ وہ اس غرض سے اٹھیں تو عرب کے دستور کے مطابق ایک عورت نے گریہ وبکا میں ان کا ساتھ دینا چاہا حضور اقدسؐ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا، "کیا اس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتے ہو، جس سے اللہ نے اسے نکال دیا ہے۔" (مسلم)

جب حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر آئی تو ان کی عورتوں نے اسی طریقہ سے نوحہ کرنا شروع کیا۔ اس وقت ایک شخص نے حضور اقدسؐ کو یہ خبر پہنچائی تو آپؐ نے منع کرنے کا حکم فرمایا، لیکن وہ ناکام واپس آیا۔ اس پر آپؐ نے اسی غرض سے دوسری مرتبہ پھر اسے بھیجا، اس پر بھی کچھ اثر نہ ہوا تو تیسری بار فرمایا، "جا کر ان عورتوں کے منہ میں خاک ڈال دو۔"

جنازے کے ساتھ سواری پر جانے سے روکنا

اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ جنازے کے ساتھ سواری پر جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے چند اشخاص کو دیکھا کہ وہ ایک جنازے کے ساتھ سوار ہو کر جا رہے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا،

"کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ فرشتے پیدل ہیں اور تم سواری پر جارہے ہو۔" (سنن ابن ماجہ)

عورتوں کو شرکت جنازہ سے روکنا

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے چند عورتوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا "کیوں بیٹھی ہو؟" کہنے لگیں "ایک جنازے کا انتظار ہے۔" اس پر آپؐ نے فرمایا:

"کیا اس کو غسل دو گی؟" انہوں نے عرض کیا "نہیں۔" پھر آپؐ نے فرمایا "تو کیا لاش کو کندھا دو گی؟" بولیں "نہیں۔" پھر فرمایا "تو کیا لاش کو قبر میں اتارو گی؟" کہنے لگیں "نہیں۔" اس پر آپؐ نے فرمایا "پھر واپس جاؤ۔"

خیانت سے روکنا

ایک مرتبہ آپؐ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک جگہ غلہ کا ڈھیر پڑا دیکھا۔ آپؐ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اندر سے بھیگا اور باہر سے سوکھا ہوا ہے۔ آپؐ نے غلہ والے سے پوچھا "یہ کیا ہے؟" عرض کیا بارش سے بھیگ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا'

"پھر اس کو اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ یہ دیکھ لیں' جو دھوکہ دے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

زبان و ہاتھ کو تکلیف دینے سے روکنا

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی اس اخلاقی جرم کا مرتکب ہوتا تو آپؐ فوراً ٹوک دیتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا' "تم اس کو گالی دیتے ہو؟ تم میں زمانہ جاہلیت کا اثر ابھی باقی ہے۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں' جنہیں اللہ نے تمہارے سپرد کردیا ہے' جو تم کھاؤ' وہی ان کو کھلاؤ' جو تم پہنو' وہی ان کو پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لو' اگر لیتے ہو تو ان کی مدد کرو۔" (بخاری شریف)

حضرت ابو مسعودؓ انصاری فرماتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ یکایک پیچھے سے ایک آواز آئی' "اے ابو مسعود' ہوشیار' اللہ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے۔" میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو حضور اقدسؐ تھے۔ حضرت ابو مسعودؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے غلام کو آزاد کردیا۔

آرائشی پردے

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ کسی لڑائی سے واپس ہوئے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ نے شوق و محبت کے ساتھ گھر کو ایک نہایت رنگین پردے سے سجایا تھا۔ آپؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے سلام کیا لیکن آپؐ کے چہرہ مبارک سے ناراضی کے آثار ظاہر ہوئے اور سلام کا جواب تک نہ دیا۔ پھر خود دست مبارک سے پردے کے دو ٹکڑے کر دیئے اور فرمایا "اللہ نے ہمیں مٹی اور پتھر کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔" (ابو داؤد)

ستر پوشی کی تاکید فرمانا

ایک مرتبہ حضورؐ نے ایک شخص کو برہنہ نہاتے ہوئے دیکھا تو فوراً منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "اللہ صاحب حیا کو پسند کرتا ہے پس تم میں سے جو کوئی غسل کرے' چاہئے کہ پردہ ڈال لیا کرے۔"

رحمت عالمؐ کو اس کا اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ مسور بن مخرمہ نے ایک بھاری پتھر اٹھایا تو ان کا کپڑا گر گیا۔ آپؐ نے فوراً ٹوکا "کپڑا اٹھاؤ' برہنہ نہ ہو۔" (ابو داؤد)

بڑوں کے ادب کا خیال رکھنا

رحمت عالمؐ کو بڑوں کے ادب و تعظیم کا بہت خیال رہتا تھا۔ آپؐ معمولی باتوں پر بھی گرفت کرتے تھے۔ ایک موقع پر جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے چھوٹے بیٹے نے گفتگو میں پہل کرنی چاہی تو آپؐ نے فرمایا' "الکبر الکبر --یعنی "پہلے بڑے کو بولنے دو۔" (ابو داؤد)

مبالغہ آمیز تعریف کرنے سے روکنا

یہ ایک ایسی بری عادت ہے جس نے کئی لوگوں کو برباد کر دیا ہے۔ رحمت عالمؐ نے کبھی اس کو پسند نہیں فرمایا' چنانچہ ایک مرتبہ جب آپؐ نے ایک شخص کو دوسرے کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہوئے سنا تو فرمایا' "تم نے اسے برباد کر دیا -" (بخاری شریف)

ایک مرتبہ آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے کسی سے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے اس کی بڑی تعریفیں شروع کیں' اس پر آپؐ نے فرمایا'

"اس کو سنا کر مت کہو کہ اس کو برباد ہی کر دو۔" (ادب المفرد)

پردہ کی اہمیت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ معاشرہ میں پاکیزگی پیدا کرنے میں پردہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ عورت کی زینت بھی ہے اور حفاظت بھی ہے اس کے ذریعہ وہ فتنہ و فساد سے دور رہتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگائیں کہ'

ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ حضور اقدسؐ کی خدمت میں آئے۔ اس وقت ازواج مطہراتؓ میں غالباً حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ آپؐ کے پاس بیٹھی تھیں۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا "تم پردہ میں ہو جاؤ۔" اس پر انہوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ" وہ تو نابینا ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "کیا تم بھی نابینا ہو' اس کو دیکھتی نہیں ہو۔"

غور فرمائیں کہ حضور اقدسؐ کی ازواج مطہراتؓ ہیں' امہات المومنین ہیں' دوسری طرف ایک نابینا صحابیؓ ہیں' اس حال میں کون سے وسوسہ کا احتمال ہو سکتا ہے مگر پھر بھی اللہ کے پیارے رسولؐ نے پردہ کا کس درجہ اہتمام کرایا ہے۔ چنانچہ ہر صورت میں پردہ کا اہتمام کیا جائے۔

شجاعت و بہادری

رحمت عالمؐ کی شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپؐ "اشجع الناس" یعنی "انتہا درجہ کے بہادر تھے۔" ایک رات کا ذکر ہے کہ اہل مدینہ کے دلوں میں کسی طرح سے حملہ کا خوف پیدا ہوا تو سب سے پہلے جو ادھر بڑھے وہ خود سرور کائناتؐ ہی تھے۔ آپؐ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کا چکر لگا آئے اور واپس آکر فرمایا "خوف کی کوئی بات نہیں ہے۔" (بخاری شریف)

غزوۂ حنین میں جب مشرکین نے حضورؐ کو گھیر لیا تو دشمن کے تیروں کی بارش سے اور لوگ تو ہٹ گئے مگر آپؐ اپنی جگہ پر قائم رہے' اس وقت عزم و ثبات کے عربی لہجہ میں آپؐ یہ شعر رجزیہ پڑھ رہے تھے' انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب۔ "میں سچا پیغمبر ہوں' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

آپؐ کی یہ شان تھی کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں "ہم میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو حضور اقدسؐ کے پاس کھڑا ہوتا تھا' ہم آپؐ ہی کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔"

مجھے اللہ بچائے گا

ایک مرتبہ کسی سفر میں دوپہر کے وقت حضور اقدسؐ آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت اتفاق سے صحابہ کرامؓ میں سے بھی کوئی آپؐ کے قریب نہ تھا۔ یہ دیکھ کر ایک دشمن نے بڑھ کر آپؐ کی وہ تلوار جو درخت پر لٹک رہی تھی اٹھائی پھر بالکل تیار ہو کر آپؐ کو بیدار کیا اور کہنے لگا' من یعصمک منی۔ "آپؐ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟" اس وقت حضور اقدسؐ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں فرمائی اور نہایت اطمینان سے فرمایا "اللہ مجھے بچائے گا۔"

اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ لرزنے لگا اور اس کی تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے اسی وقت تلوار اٹھالی اور فرمایا "اب تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا "آپؐ ہی مجھے بچائیں گے۔" پھر آپؐ نے اس پر کرم فرمایا اور اسے معاف کر دیا۔

حضور اقدسؐ بحیثیت سالارِ اعظم

حضرت علیؓ فرماتے ہیں'

"جب گھمسان کی لڑائی ہوتی اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا' اس وقت ہم رسول اللہؐ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سب سے آگے دشمن کی جانب آپؐ ہی ہوتے تھے۔" (نسائی)

شوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں' "قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں' پھر مجھے زندہ کر دیا جائے اور پھر میں مارا جاؤں' پھر مجھے زندگی بخشی جائے اور پھر میں مارا جاؤں۔"

چنانچہ تمام غزوات میں آپؐ کی بے مثال جرأت و شجاعت' شوق شہادت اور تدبر و دانائی صاف نظر آتی ہے۔

دست بدعا

رحمت عالمؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ دور بینی اور مال اندیشی ہی میں منفرد نہ تھے بلکہ اپنے دفاعی منصوبے پر عمل کرنے میں بھی نہایت مستقل مزاج اور عزم محکم کے مالک تھے۔ اس کے ساتھ آپؐ ہر وقت رب کریم کی جناب میں رجوع رہتے تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ جب آپؐ غزوہ پر تشریف لے جاتے تو فرماتے'

"اے اللہ تو ہی میرا دست و بازو اور مدد گار ہے اور تیری مدد ہی سے میں قتال کرتا ہوں اور تیرے دشمنوں سے جہاد کر کے ان کا قلع قمع کرتا ہوں۔"

غزوۂ بدر کے موقع پر مجاہدوں کی بے سروسامانی دیکھ کر دعا فرماتے ہیں'

"اے اللہ' یہ پیدل ہیں انہیں سوار کر' یہ بھوکے ہیں ان کا پیٹ بھر دے' ان کے تن پر کپڑے نہیں ہیں ان کو کپڑے دے' یہ غریب ہیں انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔" چنانچہ یہ دعا قبول ہوتی ہے اور معرکہ کے بعد ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی سواری پر مدینہ نہ لوٹا ہو۔

پھر بدر میں رب کریم نے اپنے پیاروں کی اس طرح نصرت بھی فرمائی کہ ان پر غنودگی طاری فرما کر انہیں ذہنی سکون اور جسمانی تر و تازگی بخشی۔ اس وقت اللہ کے محبوبؐ کی یہ حالت تھی کہ تمام رات عریش میں رب ذوالجلال کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہے' بار بار دعائیں مانگتے رہے۔ یہ کیفیت فجر تک رہی۔ پھر آپؐ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا'

"مسلمانو' بے شک میں تمہیں رغبت دلاتا ہوں اس چیز کی طرف جس کی رغبت اللہ بزرگ و برتر نے دلائی۔ سنو' سچائی اور صداقت کی منزلوں میں سے ایک منزل پر آج تم آگئے ہو' یہاں جو کام تم صرف اللہ کی خوشنودی کی نیت سے کرو گے وہی قبول کیا جائے گا۔ پس لڑائی کے وقت تمہارا ارادہ صرف اعلائے کلمتہ الحق ہی کا ہو' سختیوں اور مایوسیوں میں صبر و ثابت قدمی اختیار کرنے سے تمام رنج و غم دور ہو جائیں گے۔ مشکلیں آسان ہو جائیں گی اور آخرت میں نجات حاصل ہو گی۔ تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تم کو (عذاب) سے ڈراتا ہے اور نیکی کا حکم کرتا ہے۔ آج کسی ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہونا جس سے اللہ تم سے ناراض ہو جائے۔ اب جہاد کا موقع ہے اس وقت اللہ سے ایسی پر خلوص دعائیں مانگو اور ایسے اچھے عمل کرو کہ اس نے تم سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو جائے اس کی رحمت و بخشش تم کو اپنی آغوش میں لے لے۔ بے شک اللہ کے وعدے سچے ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے سخت ہیں۔ سنو' میں خود بھی اور تم سب بھی حی القیوم کی ذات کی مدد سے یہاں بس سکتے ہیں۔ ہم سب اس کی طرف جھکتے ہیں اور اسی پاک ذات سے ہم مضبوطی پاتے ہیں' اسی پر بھروسہ کرتے ہیں' اسی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو بخش دے۔"

غور فرمائیں کہ راہ خدا میں جان کا نذرانہ پیش کرنے اور مردانہ وار مقابلہ کرنے پر آمادہ کرنے کا

کیاہی موثر انداز بیان ہے۔ بدر میں ایک اور موقع پر رسول اکرمؐ اپنے رب سے یہ دعا مانگتے ہیں.....

"اے زندہ اور قائم رہنے والے' اپنی رحمت سے مدد فرما۔ اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ' میں تجھ سے تیرے وعدے اور عہد کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ' اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر کبھی زمین پر تیری عبادت نہ ہو گی۔"

یہ دعائے ناز تھی۔ اس کی حقیقت تو رب کریم ہی خوب جانتا ہے۔ اس وقت حضور اقدسؐ کی یہ حالت تھی کہ کندھوں سے چادر ڈھلک ڈھلک جاتی ہے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ چادر درست کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں "اے اللہ کے رسولؐ" بس کیجئے بے شک آپؐ نے اللہ کے حضور بہت الحاح و زاری کی۔ بے شک وہ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا۔" پھر وہ وعدہ پورا ہوتا ہے اور سورۂ قمر کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوتی ہے..... سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (القمر ۴۵)

"عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگ جائیں گے۔"

یاد رہے کہ فتح و شکست کا دارومدار صرف اور صرف رب کریم کی مدد و نصرت پر ہے۔ اس لئے تمام وسائل اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ رب کریم ہی پر کامل بھروسہ کیا جائے۔

دیکھئے رحمت عالمؐ اپنے رب سے دعائیں بھی مانگتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرتے وقت جنگی حکمت عملی بھی اختیار کرتے ہیں۔ ایک ایسے دفاعی منصوبے کے مطابق پیش قدمی کرتے ہیں کہ دشمن حیران و پریشان رہتا ہے۔ وہ بڑی شان سے آگے بڑھتا ہے لیکن مٹھی بھر مسلمانوں سے ایسی بری مار کھاتا ہے کہ اپنے سارے جگر پاروں کو میدان میں تڑپتے چھوڑ جاتا ہے۔

مشورہ فرمانا

حضورؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جنگ سے پہلے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے تھے۔ بدر کے موقع پر جب مشورہ ہوا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں "یا رسول اللہؐ" ہم جسم و جاں کے ساتھ حاضر ہیں' آپؐ جو مناسب فرمائیں حکم دیں۔" حضرت مقدادؓ نے عرض کیا'

"یا رسول اللہؐ" اللہ نے آپؐ کو جس چیز کا حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے' ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ' تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ ہم آپؐ کے آگے اور پیچھے' دائیں بائیں ہر طرف لڑیں گے۔"

یہ سن کر رسول اکرمؐ کا چہرۂ مبارک خوشی سے کھل اٹھا' پھر آپؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

اس کے بعد انصار کی طرف سے حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا'

"یا رسول اللہؐ" آپؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے تو عرض ہے کہ ہم آپؐ پر ایمان لائے' آپؐ کی تصدیق کی' آپؐ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تصدیق کی' اطاعت و جانثاری کا عہد کیا۔ اللہ کی قسم آپؐ فرمائیں تو ہم یرک الغماد تک پہنچ جائیں۔ قسم ہے اس ذات کی' جس نے حق کے ساتھ آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپؐ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ دشمن سے لڑائی ہو تو ہم مقابلہ میں سچے اور صابر رہیں گے۔ اللہ ہم سے وہ چیز دکھائے جس سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ آپؐ اللہ کے نام پر حکم دیجئے۔"

غور فرمائیں کہ لشکر کا ہر سپاہی اپنے قائد سے کس قدر محبت رکھتا ہے۔ وہ آپؐ کے ہر حکم پر سب کچھ لٹانے کے لئے تیار ہیں۔

درس مساوات

اس کے ساتھ حضور اقدسؐ کی یہ شان دیکھئے کہ بدر کی جانب پیش قدمی ہو رہی ہے اور بے سرو سامانی کی یہ حالت تھی کہ لشکر اسلام میں سواری کے لئے ستر اونٹ اور صرف دو گھوڑے تھے۔ ہر تین مجاہدوں میں ایک اونٹ تھا۔ اس وقت حضور اقدسؐ کے ساتھ حضرت علیؓ' حضرت ابو لبابہؓ اور حضرت زیدؓ تھے۔ انہوں نے عرض کیا ہم خوشی سے پیدل چل لیں گے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا' "نہ تم دونوں پیدل چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں ثواب حاصل کرنے سے بے نیاز ہوں۔"

غرض آپؐ کبھی سوار ہوئے کبھی پیدل چلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قائد کبھی مساوات کو نظر انداز نہیں کرتا۔

فتح تو ہم اپنے رب سے مانگیں گے:

حضور اقدسؐ ایفائے عہد کا اس قدر خیال رکھتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت حذیفہؓ اور ان کے والد یمان راستہ میں اسلامی لشکر سے آملے۔ انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ مکہ میں قریش نے انہیں مسلمانوں کے جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا تھا۔ آخر بڑی مشکل سے اس شرط پر رہا کیا کہ اگر مسلمانوں سے

مقابلہ ہوا تو وہ لڑنے کے لئے نہیں آئیں گے۔ اب یہ باپ بیٹے حضور اقدسؐ سے لشکر اسلام میں شامل ہونے کی درخواست کرتے ہیں اور اگرچہ ان سے تلوار کی نوک پر وعدہ لیا گیا تھا پھر بھی آپؐ انہیں شرکت کی اجازت نہیں دیتے اور فرماتے ہیں "تم اپنے گھر جاؤ اور عہد کی پابندی کرو' رہی فتح تو وہ ہم اپنے رب سے مانگیں گے جو اس پر قادر ہے۔"

غور فرمائیں کس قدر بلند عزم و حوصلہ ہے! اپنے رب پر کس قدر بھروسہ ہے!

صحابہ کرامؓ کی رائے کی قدر کرتے تھے:

رحمت عالمؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کی رائے کی بڑی قدر کرتے تھے۔ بدر پہنچنے پر جب مسلمانوں نے پانی کے پہلے چشمے کے پاس پڑاؤ ڈالا تو حضرت حبابؓ بن منذر نے عرض کیا' یا رسول اللہ ؐ "اگر آپؐ نے وحی الٰہی کے مطابق یہ مقام پسند فرمایا ہے تو پھر مناسب ہے۔ آپؐ نے فرمایا "نہیں' بلکہ یہ ایک جنگی تدبیر ہے۔" اس پر حضرت حبابؓ نے دشمن سے بالکل قریب چشمے سے متعلق بتایا تو آپؐ نے فوراً ان کی یہ تجویز قبول فرمائی اور پڑاؤ دشمن کے قریب چشمے پر منتقل فرمایا۔

اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ کے سامنے خندقیں کھودنے کا مشورہ دیا تو حضور اقدسؐ نے ان کی یہ رائے بھی پسند فرمائی اور مدینہ کے شمال مغرب میں واقع میدان میں خندقیں کھودنے کا حکم فرمایا' یہی وہ کھلا حصہ تھا جہاں سے دشمن کو حملہ کا موقعہ مل سکتا تھا۔

غرض یہ کہ حضور اقدسؐ اپنے صحابہؓ کی رائے کا بہت احترام کرتے تھے۔

عدل و مساوات دیکھئے

اب ذرا یہ منظر بھی دیکھئے۔ رحمت عالمؐ بدر میں مجاہدوں کی صفوں کا معائنہ فرما رہے ہیں کہ ایک مجاہد سواد ابن غزیہ بار بار اپنی صف توڑ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدسؐ نے اپنے ہاتھ میں جو تیر تھا اس سے ہلکا سا کچوکا دیا۔ اس پر وہ کہنے لگے' یا رسول اللہؐ آپؐ نے مجھے ایذا پہنچائی ہے' مجھے بدلہ دیجئے۔ ارشاد ہوا "کیا تم بدلہ لینا چاہتے ہو؟" عرض کیا "ہاں"۔ فرمایا "اس تیر سے اپنا بدلہ لو۔" عرض کیا' میرے جسم پر تہبند کے سوا کوئی کپڑا نہیں ہے اور آپؐ کے بدن پر پیرہن ہے' بدلہ کس طرح لوں؟ اس پر حضورؐ نے اپنے پیرہن کو اٹھا دیا۔

اب حضرت سواڈ آگے بڑھے' تیر ایک طرف پھینک دیا اور بے اختیار جسم اطہر کو جگہ جگہ بوسہ دینے لگے۔ عرض کیا' یا رسول اللہؐ "کہاں کا بدلہ' کدھر کا انتقام۔ میدان جنگ میں کھڑا ہوں۔ شہادت کی تمنا میں آیا ہوں۔ آپؐ سے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔ دل نے چاہا کہ شہادت سے پہلے اپنے ہونٹوں کو جسم مبارک سے مس کرلوں تاکہ اس کی برکت سے جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جاؤں۔ اس لئے بار بار باہر ہو رہا تھا' ورنہ کیا مجال کہ آپؐ کے حکم سے سرتابی کروں۔

حضورؐ نے ان کا یہ حال دیکھا تو رب کریم سے ان کے لئے دعا فرمائی۔

اللہ اکبر' کتنا دلکش ہے یہ منظر! زمین و آسمان نے کبھی یہ دیکھا نہ ہو گا۔ یہ عدل و مساوات اور صحابہ کرامؓ کی یہ والہانہ محبت ہی مسلمانوں کی کامیابی کا راز ہے۔

یہ جانثاری' یہ شوق شہادت

صحابہ کرامؓ کی جانثاری اور شوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ غزوۂ بدر میں جب قریش نے مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا تو رحمت عالمؐ نے مجاہدوں کو ابھارتے ہوئے فرمایا'

"اس جنت کی طرف بڑھو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمیرؓ بن حمام جو اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے کہنے لگے' میرے اور جنت کے درمیان فاصلہ صرف شہادت کا ہے۔ اسی وقت کھجوریں پھینک دیں اور تلوار سونت کر دشمنوں کے نرغہ میں پہنچ گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

غزوۂ احد میں رحمت عالمؐ کے ہاتھ میں ایک تلوار اور جسم پر دو زرہیں تھیں۔ تلوار کو لیتے ہوئے ارشاد فرمایا' "کون ہے جو اسے لے اور اس کا حق ادا کرے۔"

یہ سنتے ہی حضرت زبیرؓ نے ہاتھ بڑھایا مگر حضورؐ نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر زبان مبارک سے نکلا "اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا۔" اب سرفروشی کے لئے حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' حضرت زبیرؓ اور بہت سے صحابہ کرامؓ آگے بڑھے مگر حضورؐ نے ہاتھ روکے رکھا۔ تیسری بار پھر یہی الفاظ دہرائے تو بنی ساعدہ کے ابو دجانہؓ بے تابانہ آگے بڑھے' عرض کیا' یا رسول اللہؐ "اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا'

"دشمن کے منہ پر مارو' کوئی کافر بچنے نہ پائے' کوئی مسلمان مارا نہ جائے۔"

عرض کیا' یہ حق میں ادا کروں گا۔ اس پر آپؐ نے تلوار ان کو دے دی۔ پھر کیا تھا' ایک عجیب

جوش و جذبہ تھا۔ زبان پر یہ رجز تھا'

"یہ تلوار اللہ کے رسولؐ کی ہے۔ یہ رک نہیں سکتی' میں تھم نہیں سکتا۔ دشمن کی آخری صف تک ایک ایک کا سینہ چھید کر رکھ دوں گا۔"

پھر اس دلیری اور تیزی سے دشمنوں کی صفوں میں جا گھسے کہ نرغہ تک کی پرواہ نہ تھی۔ جو دشمن سامنے آتا اس کی گردن اڑا دیتے۔ آگے بڑھتے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے'

"اس نخلستان کے دامن میں خلیلؑ سے میں نے عہد کیا ہے کہ کبھی صفوں کے پیچھے نہ رہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تلوار آگے بڑھ کر چلاؤں گا۔"

جب لڑائی کا پانسہ پلٹا تو ابو دجانہؓ ڈھال بن کر حضور اقدسؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تیر پر تیر ان پر گرتے رہے مگر وہ اسی طرح آپؐ پر جھکے رہے۔ یہاں تک کہ پیٹھ تیروں سے چھلنی ہو گئی۔

مجھے اہل و عیال میں نہ لوٹانا

اسی غزوہ میں حضرت عمرو بن الجموحؓ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' میرے بیٹے مجھے جہاد میں شرکت سے روک رہے ہیں اور اللہ کی قسم میری آرزو ہے کہ میں بھی شہادت پاؤں اور جنت میں اسی طرح لنگڑاتا ہوا چلوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا "اللہ نے جہاد سے تمہیں معافی دے دی ہے۔" اور ان کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا "کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شہادت سے سرفراز فرمائے۔"

پھر اجازت ملنے پر بڑے جوش و خروش سے لڑے اور راہ خدا میں شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد ان کی بیوی ہند اور بیٹوں نے لاش کو اونٹ پر لاد کر آبائی قبرستان لانا چاہا تو ہر بار اونٹ بھڑک جاتا۔ بڑی مشکل سے لاشہ بار کیا اور مدینہ کی طرف چلے تو اونٹ پلٹ کر آ گیا۔ دو چار بار ایسا ہی ہوا۔ یہ دیکھ کر بیوی نے حضور اقدسؐ سے یہ کیفیت بیان فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا "کیا عمرو نے تم سے کچھ کہا تھا؟" عرض کیا' ہتھیار لگا کر قبلہ رو ہو کر دعا مانگی تھی کہ مجھے اہل و عیال میں نہ لوٹانا۔ ارشاد ہوا "پھر تو اللہ نے مجاہد کی دعا قبول فرمائی۔"

محبت کا حق ادا کر دیا

صحابہ کرامؓ نے رحمت عالمؐ کی محبت میں وہ عظیم قربانیاں دی ہیں کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

غزوۂ احد میں رسول اکرمؐ کی حفاظت کرتے ہوئے تیروں سے حضرت طلحہؓ کی پیٹھ چھلنی ہو گئی تھی۔ حضور اقدسؐ پر نثار ہونے کی خاطر آپؓ نے ہاتھوں پر وار روکے تو ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس وقت رحمت عالمؐ آپؓ کی یہ شان بیان فرماتے ہیں'

"جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ جب بھی غزوۂ احد کا ذکر فرماتے تو انہیں "صاحب احد" کہتے تھے۔ فرماتے' یہ جنگ کل کی کل طلحہ کے لئے تھی۔

علم اسلامی کی حفاظت کا حق ادا کر دیا

اس غزوہ میں حضرت مصعبؓ بن عمیر نے محبت کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہ علم اسلامی کی ہر طرح سے حفاظت کرتے رہے۔ دشمن نے جب آپؓ کے سیدھے ہاتھ پر تلوار ماری اور ہاتھ کہنی سے کٹ گیا تو لوائے نبویؐ کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اب دشمن نے دوسرا وار کیا اور دوسرا ہاتھ بھی کہنی سے جدا ہو گیا تو حضرت مصعبؓ نے دونوں کٹی ہوئی کہنیوں میں علم اسلامی کو تھام کر سینہ سے چمٹا لیا۔ یہ دیکھ کر دشمن ابن قمیہ دور سے گھوڑا دوڑاتا پھر آیا اور اس زور سے نیزے کو ان کے سینہ میں اتار دیا کہ ان کے قدم لڑکھڑائے اور پرچم سرنگوں ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ایک اور صحابیؓ آگے بڑھے اور اسی وقت علم اسلامی کو تھام لیا۔ غرض مرتے دم تک علم اسلامی کی حفاظت کی۔

جنگ کے خاتمہ پر جب حضرت مصعبؓ بن عمیر کا جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو رحمت عالمؐ نے دیکھا کہ دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں' پیٹ پھٹا ہوا ہے اور چہرہ خاک و خون سے بھرا ہوا ہے۔ اس وقت بے اختیار حضورؐ کی زبان مبارک پر سورۂ احزاب کی یہ آیت مبارکہ تھی.....

"مومنین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اسے سچ کر دکھایا۔ بعض ان میں سے اپنی مدت پوری کر چکے ہیں اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔" پھر آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں' "مکہ میں تم سا خوش رو اور خوش لباس کوئی نہ تھا۔ آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال گرد آلود اور الجھے ہوئے ہیں۔ جسم پر ایک چادر ہے۔ بے شک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گے۔"

کفن کی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ سر ڈھانکتے تو پاؤں خالی رہ جاتے اور پیر چھپائے جاتے تو چہرہ کھل

جاتا تھا۔ ارشاد ہوا "اس شہید راہ حق کا سر چھپا دیا جائے اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیا جائے۔"

مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے

اسی غزوہ میں لڑائی کے خاتمہ پر رحمت عالمؐ نے فرمایا "کوئی ہے جو سعدؓ بن ربیع کی خبر لائے۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ نیزہ برداروں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ انہیں میرا سلام کہنا اور پوچھنا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟" اس پر ایک صحابیؓ اٹھے اور شہیدوں کے لاشے ٹٹولنے لگے لیکن وہ کہیں نہ ملے۔ انہوں نے ایک جگہ جہاں کشتوں کا ڈھیر تھا صدا دی'

"میں رسول اللہؐ کی طرف سے آیا ہوں اگر سعدؓ زندہ ہوں تو جواب دیں۔"

اتنے میں ایک کمزور سی آواز سنائی دی کہ راہ وفا کے اس جانثار کے جسم پر نیزہ کے بارہ زخم ہیں۔ کہا' میں نے بھی اپنے کسی حملہ آور کو بغیر زک دیئے نہیں چھوڑا اور ہاں میری طرف سے انصار بھائیوں کو یہ پیغام دینا کہ اگر خدانخواستہ رسول اللہؐ آج کے دن شہید کر دیئے گئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ رہا تو تم اللہ کو منہ دکھانہ سکو گے۔ ہم نے عقبہ کی رات جانثار کرنے کا عہد کیا تھا۔ اس بیعت کا پاس رکھنا۔ قاصد رسولؐ نے پوچھا' تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ کہنے لگے' مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ رسول اللہؐ کو میرا سلام پہنچا دینا۔ اور یہ کہتے ہوئے چل دیئے۔ قاصد نے یہ ماجرا سنایا تو اللہ کے پیارے رسولؐ نے فرمایا'

"اللہ سعد پر رحم فرمائے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ تھا۔"

غرض یہ کہ صحابہ کرامؓ نے اخلاص و محبت کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان کا ایمان و یقین اس قدر پختہ تھا کہ وہ رحمت عالمؐ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی جانیں لڑا دیتے تھے۔

حضور اقدسؐ کی جنگی تدبیروں سے فائدہ اٹھایا جائے

اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ رحمت عالمؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسولؐ ہیں۔ آپؐ کی حیات طیبہ تمام دنیا والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ اس اعتبار سے حضور اقدسؐ نے اپنے دشمنوں کو مات کرنے کے لئے جو تدبیریں اختیار فرمائی ہیں وہ بھی ہر طرح سے کامیابی کی دلیل ہیں۔

غور فرمائیں کہ حضور اقدسؐ چند سالوں میں قریش کی عظیم طاقت و قوت کو شکست دیتے ہیں اور باطل کی جڑ ختم کر دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ ایسے ہی نہیں ہوا بلکہ اس کے لئے آپؐ بھرپور کوشش بھی کرتے ہیں اور آخر کار اپنے رب کی مدد سے دشمن پر غالب آتے ہیں۔ چنانچہ رحمت عالمؐ کی جنگی تدابیر کو بھی سامنے رکھا جائے۔

دشمن کے حالات معلوم کئے جائیں

اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ رحمت عالمؐ جب بدر کے قریب پہنچے تو آپؐ نے ایک بیدار مغز سالار کی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ گرد و نواح کا جائزہ لیا۔ وہاں ایک جگہ ایک بوڑھے شیخ سے ملاقات ہوئی تو اس سے پوچھا کہ اسے مکی لشکر کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ اس نے کہا میں تمہیں اس وقت بتاؤں گا جب تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے۔ فرمایا جب تم ہمیں قریش کے بارے میں بتاؤ گے تو ہم بھی بتادیں گے۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی مدینہ سے فلاں روز روانہ ہوئے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو انہیں آج اس مقام پر ہونا چاہئے۔ اور مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ مکی لشکر فلاں روز روانہ ہوا تھا۔ ان کی روانگی کے حساب سے انہیں اب اس مقام پر ہونا چاہئے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا، تم لوگ کون ہو؟ فرمایا "نحن من ماء" (ہم پانی سے ہیں) یہ سن کر وہ کہتا ہی رہ گیا، کیا دو آبہ عراق سے یا پھر کس پانی سے؟

یہ ایک جنگی تدبیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے حالات ہر وسیلہ سے حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہاں آپؐ نے ایک مبہم سی بات کہہ کر اسے اپنی شخصیت سے بے خبر رکھا تاکہ قریش اس سے مسلمانوں کے بارے میں معلوم نہ کر سکیں۔

موزوں و مفید مورچہ قائم کرنا

اس کے علاوہ رحمت عالمؐ نہایت موزوں اور مفید مقام پر پڑاؤ ڈالتے تھے۔ جنگ بدر میں قریش کا لشکر جہاں خیمہ زن تھا وہاں کی زمین مٹی ملی ہوئی بھربھری اور نرم تھی جبکہ مسلمان جو دوسرے کنارے پر تھے وہاں کی زمین بلند مگر ریتلی تھی۔ اس وقت رب کریم نے یہ مدد فرمائی کہ رات بارش ہوئی، جس سے قریش کو بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ ان کے بار بردار اونٹ دلدل میں پھنس گئے۔ نقل و حمل

دشوار ہوگئی اس طرح وہ تیزی سے حرکت نہیں کرسکے۔اس کے برعکس مسلمانوں کے لئے بڑی آسانی ہوگئی' ریتلی زمین میں پانی جذب ہوا تو وہ سخت ہوگئی۔اس سے رحمت عالمؐ کو فوجی مورچوں کو مضبوط بنانے کا موقع مل گیا۔وہیں حضور اقدسؐ کے لئے کھجور کی شاخوں کی جھونپڑی بنائی گئی تاکہ آپؐ گرمی سے محفوظ رہیں۔جھونپڑی کی آڑ میں آپؐ کی سواری کے لئے جگہ تھی اور یہ ایک ایسے مقام پر تھی کہ جہاں سے آپؐ جنگ کے تمام مورچوں کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔

اس کے ساتھ حضورؐ نے حضرت حبابؓ بن منذر کے مشورہ کے مطابق میٹھے پانی کے چشموں کے قریب پڑاؤ کو وسیع کردیا' اس سے یہ مقصد تھا کہ وہاں حوض بنا کر پانی کا ذخیرہ کرلیا جائے اور اس کے پیچھے جتنے چشمے تھے ان سب کو ناکارہ کردیا جائے تاکہ دشمن اس سے محروم ہو جائے۔چنانچہ جب لڑائی شروع ہوئی تو حضور اقدسؐ کے حکم سے مجاہدین نے تمام چشمے بند کردیئے اور چشمہ کے منبع کے قریب تالاب بنا کر قریش کے پاس پانی پہنچنے سے روک دیا۔چنانچہ قریش بڑی طاقت و قدرت رکھتے ہوئے بھی مسلمانوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔

غزوۂ احد میں

بالکل اسی طرح غزوۂ احد میں بھی حضور اقدسؐ پڑاؤ کے لئے جس جگہ کا انتخاب کرتے ہیں وہ بھی ہر لحاظ سے نہایت موزوں اور مفید تھی۔اس سلسلہ میں بریگیڈیر جناب گلزار احمد فرماتے ہیں'

"سات سو مجاہدوں پر مشتمل لشکر کے لئے اس سے بہتر دفاعی پوزیشن کہیں نہیں مل سکتی تھی۔ جبل احد داہنی طرف تھا' بائیں طرف وادی قناۃ کا کنارہ تھا جو جبل عینین پہنچنے سے قبل پوری رکاوٹ کا کام دے رہا تھا۔اس جانب سے بھی نہ تو سوار اور نہ ہی پیادہ پہلے حملہ کرسکتے تھے۔جبل احد کے اس کونے اور وادی قناۃ کے درمیان تقریباً چار سو گز کا فاصلہ ہے۔اسے پر کرنے کے لئے ۶۵۰ مجاہد رہ گئے تھے۔۱۴ مجاہد حضورؐ کی حفاظت پر مامور تھے۔چار سو گز پر کرنے کے لئے فی صف ۲۱۸ مجاہد رہ جاتے ہیں۔تلوار چلانے' نیزہ پھینکنے' ڈھال پر وار روکنے کے لئے فی کس ایک گز فاصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح ساری جگہ مدنی فوج نے پر کرلی۔اس پوزیشن میں مکی فوج کے رسالہ کا استعمال ناممکن بنادیا گیا' مکی رسالہ کا دوسرا استعمال عقبی راستہ تھا تو وہاں تیرانداز موجود تھے۔

جبل احد اور وادی قناۃ کے کنارے محاذ کو اس قدر محدود کردیا گیا تھا کہ مدنی فوج تو محاذ مکمل طور پر

سنبھال سکتی تھی مگر مکی لشکر کے زائد افراد کو پہلی صف کے پیچھے کھڑا رہنے پر مجبور کر دیا گیا تھا یعنی ۲۱۸ سے زیادہ تعداد اگلی صف میں کھڑا نہ کر سکتی تھی۔ غرض یہ کہ جغرافیہ کو تدبیرات کے مطابق استعمال کرنے سے دشمن کی اعدادی برتری مکمل طور پر ناکارہ بنا دی گئی۔ اس طرح محاذ کو اس حد تک محدود کر دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر تو پوری طرح استعمال ہو سکتا تھا مگر دشمن کی فوج استعمال نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ وہ اصول جنگ تھا کہ.....

"ایسی جگہ دشمن کو لڑنے پر مجبور کیا جائے جو ہمارے لئے مفید ہو۔"

اچانک دشمن کے قریب پہنچ جانا

اس کے علاوہ فوجی نقطہ نظر سے اچانک بڑی تیزی اور سرعت سے دشمن کے قرب و جوار میں پہنچ جانا بھی بڑی اہمیت اور بڑا فائدہ رکھتا ہے۔ اس سے دشمن سپہ سالار مبہوت و پریشان ہو جاتا ہے' اس کی فوج کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں' دماغی توازن ٹھیک نہیں رہتا اور وہ برابر غلطیاں کرتے رہتے ہیں' اس صورت میں اگر دشمن بڑی طاقت و قوت بھی رکھتا ہو تو وہ بیکار ثابت ہوتی ہے۔

رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپؐ نے اس پر عمل کر کے خوب فائدہ حاصل کیا ہے۔ بدر کے موقع پر جب حضور اقدسؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو دشمن کے مخبروں نے سمجھا کہ آپؐ قافلہ کی طرف جا رہے ہیں اور ابتدا میں آپؐ کا رخ بھی اسی کی طرف تھا لیکن رب کریم کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چنانچہ اس کے بعد آپؐ نے ایک ایسا دشوار گزار راستہ اختیار فرمایا کہ دشمن اس نقل و حرکت کا مقصد سمجھ نہ سکا۔ ساتھ ہی آپؐ کا یہ مقصد بھی تھا کہ دشمن کی طاقت کو توڑنے کے لئے اس کے لشکر کو ایک ایسے مقام پر لایا جائے جہاں ان پر بھرپور وار کیا جائے اور مسلمانوں کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اور یہی ہوا کہ رحمت عالمؐ کی اس تدبیر سے قریش کا عظیم لشکر ایک ایسے میدان میں مقابل ہوا جو فن سپہ گری کے لحاظ سے اس کی فوجی تربیت کے موافق نہ تھا۔ اس کے سوار بالکل بیکار ہو گئے۔ جس سے اس کی طاقت کم ہو گئی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیا تھا اس لئے بھی ان کی پریشانی بڑھ گئی۔ وہ اس قدر پریشان اور خوفزدہ تھے کہ کمک کے لئے بھی فوج کا کوئی حصہ الگ نہ رکھ سکے۔ اس صورت حال میں جب رحمت عالمؐ کے حکم سے اسلامی دستہ نے ان پر حملہ کیا تو قریش کے قدم اکھڑ گئے اور وہ اپنے عزیزوں کی لاشیں اور زخمیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

غزوۂ احد میں بھی یہی حکمت عملی رہی

بالکل اسی طرح غزوۂ احد میں بھی رحمت عالمؐ نے تیزی سے نقل و حرکت سے دشمن کو حیران و پریشان کردیا۔ ابھی قریش لشکر کی تیاری میں مصروف تھے کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ اہم مورچوں پر قابض ہوگئے۔ آپؐ اس وقت ایک ایسا پیچیدہ اور دشوار گزار راستہ اختیار فرماتے ہیں کہ قریش کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

پھر وہاں سے آپؐ بنو حارثہ کی بستی میں تشریف لے گئے۔ جس کے دو مقصد ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ دشمن کو اپنی نقل و حرکت سے بے خبر رکھنا' دوسرے بنو حارثہ کے بعض کمزور دل لوگوں کے حوصلے بلند کرنا اور لشکر اسلام کی قوت و عظمت کا اثر قائم رکھنا تھا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ یہاں سے آپؐ نے اور زیادہ خفیہ راستہ اختیار فرمایا اور ایسی جگہ مورچہ لگایا جہاں دشمن کے رسالہ کی برتری ختم ہوگئی۔

خیبر کے موقع پر

یہ پیش نظر رہے کہ حضور اقدسؐ کی فوجی نقل و حرکت ہمیشہ تیز اور پراسرار ہوتی تھی۔ چنانچہ جب آپؐ نے فتنہ پرور خیبر کے یہودیوں کی طرف رخ کیا تو وہاں سیدھے تشریف لے جانے کی بجائے ایک ایسا راستہ اختیار فرمایا جو غطفان اور خیبر کے درمیان میں تھا۔ اس سے یہ ہوا کہ یہودیوں اور غطفانیوں میں سے کوئی بھی یہ اندازہ نہ لگا سکا کہ حملہ کس پر ہونے والا ہے۔ اس لئے دونوں کو یہ خوف ہوا کہ حملہ ہمارے اوپر ہونے والا ہے۔ لہٰذا بنی غطفان' جو خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنے پہنچے تھے' وہ ان کو چھوڑ کر خود اپنی حفاظت کی تدبیروں میں لگ گئے اور یہودی تنہا رہ گئے۔ اب حضور اقدسؐ نے پہلے غطفان کے علاقہ پر قبضہ کیا پھر خیبر کی طرف توجہ فرمائی۔

میں قریش کو شکست دے چکا ہوں

اس کے بعد جب ہم صلح حدیبیہ کے واقعہ پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدسؐ اور آپؐ کے جانثار صحابہؓ تو عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی جانب چلتے ہیں لیکن قریش اس کو مکہ پر قبضہ کرنے کا بہانہ سمجھتے ہیں۔ اب انہیں یہ فکر ہوئی کہ حضورؐ کس راستہ سے آئیں گے۔ سب سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں آخر وہ فوج لے کر پہلے ذی طویٰ میں قیام کرتے ہیں اور حضرت خالد بن ولید کو رسالہ

دے کر کراع النعیم روانہ کرتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ غسفان کے دروں پر مورچہ بند ہو کر مسلمانوں کو اس وقت تک روکے رکھو جب تک پیدل فوج کمک کے لئے نہ پہنچ جائے۔

جب حضور اقدسؐ کو قریش کی ان سرگرمیوں کی خبر ہوئی تو آپؐ نے کوچ کا رخ بدل دیا اور عام راستہ کو چھوڑ کر نہایت دشوار گزار پہاڑی راستہ اختیار فرمایا اور بڑی تیزی سے قریش کی توقع کے خلاف مکہ کے زیریں علاقہ میں حدیبیہ کے آثار پر ثنیۃ المرار پہنچ گئے۔ قریش کے رسالہ نے جب دور سے حضور اقدسؐ کے فوجی قافلہ کے غبار کو دیکھا تو فوراً اپنے لشکر کے پاس واپس گیا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس وقت آپؐ بجا طور پر اس پوزیشن میں تھے کہ سخت مزاحمت کے بغیر بھی مکہ میں داخل ہو سکتے تھے کیونکہ قریش کا لشکر آپؐ سے کئی میل آگے تھا۔ اور آپؐ کو کامیابی کا اتنا یقین تھا کہ جب بدیل آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر قریش اور ان کے اتحادیوں کی طاقت کو مبالغہ آرائی سے بیان کر کے لڑائی کے نتیجہ سے ڈراتا ہے تو آپؐ فرماتے ہیں "بدیل' میں قریش کو شکست دے چکا ہوں لیکن اس کے باوجود صلح کے لئے پیش قدمی کرتا ہوں۔"

اس مختصر جواب کا بدیل جیسے جہاندیدہ اور تجربہ کار شخص پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ بات کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے اور قریش اور دوسرے قبائل کو صلح پر آمادہ کر لیتا ہے۔

پھر اس کے دو سال بعد قریش اپنی طاقت کے نشہ میں صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کر کے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر خود حضور اقدسؐ کو ان کی باز پرس کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ ایک بڑے لشکر کے ساتھ حسب معمول پراسرار طریقہ پر خفیہ اور دشوار گزار راستہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور بہت جلد قریش کو گھیرے میں لے لیا پھر مکہ مکرمہ اس شان سے فتح ہوا کہ چند جانوں کے علاوہ نہ کسی کی جان گئی' نہ مال لٹا' نہ عزت و آبرو پر حرف آیا' نہ کسی کی رسوائی ہوئی اور سب کو معاف کر دیا گیا' سب کو آزاد کر دیا گیا۔

غرض یہ کہ دشمن کو اپنی نقل و حرکت سے بے خبر رکھنا اور اچانک ان کے قریب پہنچ جانا ایک ایسی تدبیر ہے جس سے حضور اقدسؐ نے پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے حوصلے بڑھ گئے

اس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں کہ رحمت عالمؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسولؐ ہیں اور

آپؐ کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ ' آپؐ کی ہر ادا' وحی الٰہی کے تابع ہے۔ چنانچہ آپؐ کو رب کریم نے وہ جوہر عطا کئے جو کسی کو نصیب نہیں ہیں۔

اس روشنی میں جب ہم رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ خود بھی اللہ کے دشمنوں سے ٹکرانے کے لئے بڑی طاقت' ہمت اور اعلیٰ صلاحیتیں رکھتے ہیں اور اس کام میں اپنے ساتھیوں سے بھی خوب مدد لیتے ہیں۔

دیکھئے غزوۂ بدر میں ایک موقع پر رحمت عالمؐ کے تین جاسوس ایک اہم کام سے واپس آئے تو اپنے ساتھ قریش کے تین سقوں کو بھی گرفتار کرلائے۔ حضورؐ نے ان کو اپنے قریب بلایا اور پوچھا "اگر تم قریش کے ساتھ آئے ہو تو بتاؤ' لشکر کہاں ٹھہرا ہے؟" انہوں نے کہا کہ عدوۃ قصویٰ میں عقنقل کے پیچھے مقیم ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ پوچھا "قریش میں کتنے آدمی ہیں؟" انہوں نے کہا' بہت ہیں' تعداد معلوم نہیں۔ اس پر آپؐ نے پوچھا "اچھا یہ بتاؤ کتنے اونٹ روزانہ ذبح کئے جاتے ہیں؟" کہا' کسی دن دس اور کسی دن نو۔ ارشاد فرمایا "ان کی تعداد نو سو سے ہزار کے درمیان ہے۔" پھر حضورؐ نے ان سے پوچھا "کون کون سردار لشکر کے ساتھ آئے ہیں؟" اس پر ان سقوں نے سب کے نام بتائے تو حضور اقدسؐ نے فرمایا' "مکہ نے اپنے جگرپاروں کو تمہارے سامنے ڈال دیا ہے۔"

پھر جب آپؐ اکابر صحابہؓ کے ساتھ میدان جنگ کا جائزہ لے رہے تھے کہ دوران معائنہ فرماتے ہیں' "کل یہاں عتبہ کا لاشہ پڑا ہوگا' یہاں ابوجہل مارا جائے گا' ادھر امیہ بن خلف مارا جائے گا۔"

اسی طرح آپؐ نے بدر میں ہلاک ہونے والوں میں سے ایک ایک کا نام لے کر اس کے مقتل کی نشاندہی فرمائی یہ بات جب دوسرے مجاہدین تک پہنچی تو ان کا حوصلہ اور بڑھ گیا حضرت انسؓ فرماتے ہیں' اللہ کی قسم' دوسرے دن اس کے خلاف نہیں ہوا آپؐ نے جس کا قتل جہاں بتایا تھا وہ وہیں پڑا ملا۔

وہ ہدایات فرمائیں کہ.....

یہ رحمت عالمؐ کی شان و عظمت ہے کہ آپؐ نے مٹھی بھر مسلمانوں کو قریش کے ایک عظیم لشکر سے ٹکرایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کو ایسی شکست دی کہ وہ منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے۔ آپؐ نے بدر میں صف بندی کا بھی حکم دیا۔ یہ عربوں کے لئے پہلا تجربہ تھا۔ آپؐ نے لڑائی سے پہلے اپنے ساتھیوں سے کچھ اس طرح فرمایا'

لڑائی میرا حکم آنے پر شروع کی جائے۔ اپنی جگہ قائم رہو۔ دشمن حملہ کرے تو اسے آگے بڑھنے دو۔ جب وہ تیروں کی زد میں آئے تو تیر برساؤ ورنہ تیر بیکار جائیں گے۔ نیزوں کی حد میں آئیں تو ان کا استعمال کرو۔ قریب آجائیں تو پتھر پھینکو۔ تلوار کا استعمال سب سے آخر میں ہو۔

غرض یہ کہ ایک مختصر لشکر کو وہ ہدایات فرمائیں کہ آخر اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کے چاہنے والے اس شان سے قریش پر غالب آئے کہ چشم فلک نے کبھی یہ دیکھا نہ تھا۔

زخموں سے چور ہیں مگر حوصلہ بلند ہے

اب غزوۂ احد پر ایک نگاہ ڈالیں' ابتدا میں مجاہدین' قریش پر ایک ایسا بھرپور حملہ کرتے ہیں کہ ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ دیکھ کر جبل عینین پر مامور تیراندازوں میں سے چند کے سوا سب یہ خیال کرتے ہیں کہ اب انہیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے چنانچہ وہ بھی مال غنیمت جمع کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اس وقت وہاں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اپنے گنے چنے دس ساتھیوں کے ساتھ رہ گئے۔ ان کی یہ غلطی اور کمزوری کو حضرت خالد جان گئے۔ چنانچہ انہوں نے برق رفتاری سے اپنے سواروں کو لے کر پوری قوت سے جوابی حملہ کیا۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ مسلمان افراتفری کے عالم میں میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔

اس صورت حال میں حضور اقدسؐ آس پاس کے چند صحابہ کرامؓ کو لے کر پہاڑ کی بلندی کی طرف بڑھے اور ایک جگہ مورچہ بنا کر مشرکوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش کر کے ان کے حملوں کو پسپا کرتے رہے۔ مشرکین نے اس وقت حضور اقدسؐ پر پیہم کئی حملے کئے مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ اس نازک مرحلہ پر جو صحابہ کرامؓ میدان جنگ میں موجود تھے انہوں نے محبت کا حق ادا کر دیا۔ وہ بڑی بے جگری سے لڑتے رہے۔ آخر ابو سفیان اسی کو اپنی جیت سمجھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد جب انہوں نے احد سے کچھ فاصلے پر پڑاؤ ڈالا تو ان کو یہ احساس ہوا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ اب ہمیں پلٹ کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ ابو سفیان مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اپنی فوج کو ترتیب دے رہے تھے کہ حضرت عمروؓ بن عوف المزنی جو ابھی سفر سے لوٹے تھے انہوں نے حضور اقدسؐ کو یہ ماجرا سنایا۔ یہ سن کر آپؐ نے ان کا پیچھا کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہؐ کے منادی نے اعلان کیا کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے کوچ کرنا ہے اور وہی لوگ

چلیں جنہوں نے کل معرکہ میں حصہ لیا تھا۔

اس پر صحابہ کرامؓ جو ابھی مرہم پٹی سے بھی فارغ نہ ہوئے تھے سب اسی وقت آپؐ کے حکم پر جمع ہوگئے اور آپؐ انہیں لے کر حمراء الاسد کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ یہاں صحابہ کرامؓ کو حکم ہوا کہ رات میں سب الاؤ روشن کریں۔

آپؐ ابھی حمراء الاسد پر مقیم تھے کہ قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی' جو مسلمانوں کا ہمدرد تھا' حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے اسے مشرکین کے پڑاؤ میں بھیجا تاکہ آپؐ کے منصوبے کے مطابق کام بھی کرے اور مشرکین کے حالات سے بھی آگاہ کرے۔ چنانچہ معبد حضرت ابو سفیان سے ملنے چلا کہ راستہ ہی میں اس سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت ابو سفیان نے اس سے پوچھا' اپنے پیچھے کیا حال چھوڑ آئے ہو؟ معبد نے کہا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ تمہارا پیچھا کرنے آ رہے ہیں۔ میں نے ان جیسی شان اور بہادری کا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ ان لوگوں کے حوصلے بلند ہیں۔ میں تمہیں یہ خبر دینے آیا ہوں اور میرا یہ خیال ہے کہ وہ یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔

اس پر حضرت ابو سفیان نے کہا' ہم بھی ان سے دوبارہ لڑائی کا طے کر چکے ہیں۔ پھر کہنے لگے' تمہاری کیا رائے ہے؟ معبد نے کہا' میں تمہیں رجز کے وہ چند اشعار سناتا ہوں' جو لشکر اسلام نے بنائے ہیں' ان سے تم کو ان کے ارادوں کا اندازہ ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے وہ اشعار سنائے اور کہا' رہی تمہارے جوابی حملہ کی بات تو میں ہرگز دوبارہ حملہ کی رائے نہ دوں گا' بلکہ مناسب یہی ہے کہ احد میں اپنی فتح مشہور کر کے آئندہ سال مزید تیاری کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرو۔

اب ایک طرف معبد کا یہ رازدارانہ مشورہ' دوسری طرف ہزیمت خوردہ لشکر کا جوابی حملہ کے لئے فوراً مدینہ سے روانہ ہونا اور تعاقب کا یہ جوش و خروش کہ نہ کل کی جنگ کی مصیبت یاد ہے' نہ زخموں اور نقصانات کی پرواہ ہے' بڑے ہی حوصلہ مند اور بے جگر لوگ ہیں' یہ سوچ کر مشرکین حواس باختہ ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت ابو سفیان بڑی تیزی سے اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ لوٹ گئے۔

پھر جب رحمت عالمؐ کو خفیہ نگاروں کے ذریعہ یقین ہوگیا کہ مشرکین مکہ واپس چلے گئے ہیں تو تین دن حمراء الاسد میں قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور اس طرح اپنے دفاعی

منصوبہ پر عزم و استقلال سے عمل کر کے احد کی فتح کو، جس میں تیر اندازوں کی غلطی سے شکست کے آثار پیدا ہونے لگے تھے، اس کو دور کر کے لشکر اسلام کو پھر حوصلہ منداور طاقتور بنادیا۔

یہ سچ ہے کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ ہوا لیکن رحمت عالمؐ کی حکمت عملی، جرأت و ہمت، عزم و استقلال اور آپؐ کے جانثاروں کی ہمت و دلیری اور ان کے جذبہ ایثار کے سامنے باوجود یہ کہ غلبہ حاصل کرنے کے دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور جب رسول اقدسؐ اس کا پیچھا کرتے ہیں تو اس پر ایسا رعب طاری ہوتا ہے کہ بھاگ جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھتا ہے۔

غزوۂ بدر ثانی

جنگ احد کے خاتمہ پر حضرت ابو سفیان نے جاتے ہوئے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ملاقات ہوگی۔ چنانچہ ایک سال بعد اس نے ایک قاصد مدینہ روانہ کیا اور اس نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے یہ افواہ اڑائی کی قریش نے ایسا لشکر جرار تیار کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور اقدسؐ ۱۵۰۰ مجاہدین کے ساتھ بدر تشریف لے گئے اور وہاں آٹھ دن قیام فرمایا لیکن قریش مقابلہ پر نہ آئے۔ اس وقت حضرت ابو سفیان جو دو ہزار سپاہیوں اور پچاس سواروں کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے تھے وہ وادی مرالظہران پر مجنہ کے چشمہ پر ہی ٹھہر گئے۔ یہاں ان کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے، موسم خراب ہے، خشک سالی کی وجہ سے جانوروں اور انسانوں کو بڑی تکلیف ہوگی۔ اس پر ان کے ساتھیوں میں سے بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا اور اس طرح وہ سب پہلی منزل ہی سے لوٹ گئے۔

اس سے یہ فائدہ ہوا کہ احد کے بعد اطراف کے قبائل کو جو غلط فہمی تھی وہ دور ہو گئی۔ انہیں یہ احساس ہو گیا کہ مسلمانوں میں قریش سے ٹکر لینے کی اب بھی پوری طاقت و قدرت ہے۔ اس کے علاوہ اندرون مدینہ منافقین اور بنی قریظہ بھی مرعوب ہوئے اور ایک بار پھر دشمن کے دلوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

غزوۂ خندق

غزوۂ بدر ثانی کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ قریش اور اطراف کے دوسرے قبائل مایوس اور خوفزدہ

ہوگئے۔ ان سب کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اب نہ روکا گیا تو ان کی طاقت کا سیلاب انہیں بہالے جائے گا۔ چنانچہ قریش دوسرے تمام قبائل سے مل کر اور مدینہ کے یہودیوں سے سازباز کر کے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔

اس طرف رحمت عالمؐ بھی ان کی تیاریوں سے غافل نہ تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بھی جہاد کا حکم دیا اور سامان حرب و رسد کا معقول انتظام فرما کر مدینہ میں قلعہ بند ہو کر مدافعانہ جنگ کو ترجیح دی۔ اس وقت لشکر اسلام تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔

اس موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ کے سامنے خندقیں کھودنے کا مشورہ دیا۔ یہ ایرانیوں کی معروف جنگی حکمت عملی تھی۔ حضور اقدسؐ نے ان کی یہ رائے پسند فرمائی اور مدینہ کے شمال مغرب میں خندقیں کھودنے کا حکم فرمایا یہی وہ کھلا حصہ تھا جہاں سے دشمن کو حملہ کا موقع مل سکتا تھا۔

اس وقت آپؐ نے خود خندق کے خطوط لگائے اور حدود مقرر کر کے ہر قبیلہ کو اپنی حد کا حصہ کھودنے پر مامور فرمایا۔ اور خود آپؐ بھی خندق کھودنے میں سب کے ساتھ شریک ہوگئے اور سب نے مل کر پوری ہمت اور استقامت کے ساتھ یہ کام انجام دیا۔

اس کے علاوہ مختلف مقامات پر مجاہدین کے پڑاؤ چنے گئے۔ شہر کے جس طرف باغات اور ان کے گرد احاطے تھے ان کو مدنظر رکھ کر مزاحمتیں پیدا کی گئیں۔ ایسے تنگ راستوں پر جہاں ایک وقت میں ایک ہی اونٹ چل سکتا تھا وہاں چوکیاں مقرر کی گئیں اور ان کو قلعہ بند کر دیا گیا تاکہ دشمن تنگ گلیوں کو بھی استعمال نہ کر سکے۔

سامان رسد میں سب سے اہم مسئلہ پانی کا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے اس کا بھی معقول انتظام فرمایا' تمام کنوؤں کا جائزہ لے کر پانی کی حفاظت و فراہمی کا پورا بندوبست کیا اور ذباب میں ایک نیا کنواں کھدوایا۔

جب خندق تیار ہوگئی تو اس کے دروازے مقرر کئے گئے اور ہر دروازہ پر ہر قبیلہ کا ایک محافظ رکھا گیا اور حضرت زبیرؓ کو ان سب کا سردار بنا کر آپؐ نے حکم دیا کہ اگر لڑائی ہوتے دیکھیں تو لڑنا شروع کر دیں۔ اس کے ساتھ اونچی چٹانوں اور آطاموں پر تیرانداز مقرر کئے تاکہ دشمن خندق پار نہ کر سکے۔

اس وقت لشکر اسلام کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان حصوں میں گشت کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجے جاتے تھے۔ تیرانداز اپنے مورچوں پر مستعد تھے۔ سالاروں کے ماتحت مختلف

مقامات پر مختلف دستے مقرر کئے گئے تھے لیکن فوج کا بڑا حصہ ضرورت کے وقت بطور کمک روانہ کرنے کے لئے حضور اقدسؐ کے زیر کمان اپنی پناہ گاہ میں تھا۔

اس وقت مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ ایک طرف وہ دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے' دوسری طرف سخت سردی اور کھانے پینے کی تکلیف تھی' تیسری طرف منافقوں کی غداری اور یہودیوں کی بدخواہی تھی۔ اس کے باوجود آپؐ کے جانثاروں پر ان حالات کا کوئی اثر نہیں تھا۔

زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے

اس موقع پر بھوک کی یہ شدت تھی کہ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہؐ سے بھوک کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا' جس پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ رسول اللہؐ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ہم نے دیکھا کہ اس پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔

اس کے باوجود سب خوش تھے' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے' رجز پڑھتے تھے اور اس کی حمد کے ترانے گاتے تھے اور کبھی حرف شکایت ان کی زبان پر نہ آتا تھا۔

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ ایک بار رسول اللہؐ خندق کے قریب تشریف لائے۔ آپؐ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار صبح سویرے سخت ٹھنڈک میں خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس غلام اور ملازم نہ تھے جو ان کے بجائے یہ کام انجام دیتے۔ آپؐ نے ان کی سخت محنت اور بھوک کو ملاحظہ فرمایا تو زبان اقدسؐ سے یہ الفاظ نکلے.....

" اے اللہ زندگی تو دراصل آخرت کی زندگی ہے۔ پس تو معاف فرما انصار کو اور مہاجرین کو۔"

یہ سن کر ان جانثاروں نے کہا' "ہم وہ ہیں جنہوں نے محمدؐ سے جہاد پر اس وقت تک کے لئے بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔"

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم خندق کے روز کھدائی کر رہے تھے کہ ایک بڑا اور سخت پتھر سامنے آگیا۔ سب لوگ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ بہت سخت پتھر سامنے آگیا ہے جو خندق کھودنے میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "میں اترتا ہوں۔" پھر ایسی حالت میں کھڑے ہوئے کہ آپؐ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ اس وقت یہ حالت تھی کہ تین روز سے ہمارے منہ میں کوئی چیز نہیں گئی تھی۔ رسول اللہؐ نے کدال اٹھائی اور اس پتھر پر ماری کہ پتھر ریت

کی طرح بھر بھرا ہو کر گر گیا۔

جنگ حیلہ و تدبیر کا نام ہے

ادھر مشرکین کا یہ حال تھا کہ وہ یہ سمجھے تھے کہ لڑائی دو تین دن میں ختم ہو جائے گی لیکن ایسا نہ ہوا' بلکہ دن بدن ان کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ قبائل جو قریش کے ساتھ آئے تھے ان میں بددلی پیدا ہو رہی تھی۔ اس صورت حال میں غطفان کے رئیس' حضرت نعیمؓ بن مسعود غطفانی حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یا رسول اللہؐ" میں اسلام لا چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں ہے' اب جیسا منشا ہو حکم فرمائیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "تم اکیلے آدمی ہو' تم وہیں رہ کر ہماری مدد کرو' اس لئے کہ جنگ حیلہ اور تدبیر کا نام ہے۔"

اس کے بعد حضرت نعیمؓ وہاں سے رخصت ہوئے اور بنی قریظہ کے پاس آئے۔

بنو قریظہ' نعیم کا بڑا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے دوران گفتگو ان سے کہا' غطفان اور قریش محمدؐ سے لڑنے تو آئے ہیں مگر ان کی حالت تم سے مختلف ہے۔ اگر انہیں شکست ہوئی تو وہ تو اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر سے محفوظ ہو جائیں گے لیکن تمہیں تو محمدؐ کے قریب ہی رہنا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان سے ان کے کچھ سردار بطور یرغمال لے کر اپنے پاس رکھو تاکہ وہ تمہارے ساتھ دھوکہ نہ کر سکیں اور آخر وقت تک لڑیں۔

بنو قریظہ نے ان کی رائے کو بہت پسند کیا اور شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد نعیم سرداران قریش کے پاس گئے اور اپنی خیر خواہی اور اخلاص کا مظاہرہ کرنے کے بعد ان سے کہا' مجھے ایک ایسی اطلاع ملی ہے کہ اگر آپ پر ظاہر نہ کروں تو حق دوستی ادا کرنے سے قاصر رہوں گا۔ پھر اس کو راز میں رکھنے کا وعدہ لے کر کہا کہ یہود اپنے اس فعل پر پچھتا رہے ہیں اور یہ سوچ رہے ہیں کہ قریش کے کچھ شرفاء بطور یرغمال ان کے ہاتھ میں رہیں تاکہ عہد شکنی کا خطرہ نہ ہو۔ ان کا یہ ارادہ ہے کہ ان سرداروں کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالہ کر دیں گے اور وہ ان کے سر تلوار سے اڑا دیں گے۔ یہ سن کر سرداران قریش بھی دھوکہ کھا گئے۔

اس کے بعد نعیم بنو غطفان کے پاس آئے اور اپنے سرداروں سے رازداری کا عہد لے کر کہا' میں تم ہی میں سے ہوں اس لئے یہ میرا فرض ہے کہ دشمن کی چالوں سے تم کو آگاہ کر دوں۔ مجھے اطلاع

ملی ہے کہ بنو قریظہ ابو سفیان سے اور ہم سے بطور یرغمال ہمارے معزز سرداروں کو طلب کریں گے۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ تم اپنے سرداروں کو قربانی کا بکرا نہ بننے دینا خواہ قریش اپنے سردار بھیجنے پر رضامند بھی ہو جائیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور غطفان دونوں فریق چوکنے اور محتاط ہو گئے' ان کے دلوں میں یہودیوں کی طرف سے سخت کینہ پیدا ہو گیا' تمام متعلقہ پارٹیوں میں تفرقہ پڑ گیا اور ہر شخص ایک دوسرے سے خائف رہنے لگا۔ چنانچہ جب ابو سفیان اور قبیلہ غطفان کے سرداروں نے ایک فیصلہ کن جنگ کا آغاز کرنا چاہا تو یہود نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کیا اور ان کے کچھ آدمی بطور یرغمال کے طلب کئے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو ان کو پورا یقین ہو گیا کہ نعیم نے سچی خبر دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہود کی یہ درخواست رد کر دی۔ اس سے یہود کو بھی نعیم کی باتوں کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ اس طرح ان سب کا شیرازہ بکھر گیا۔

غیبی نصرت

اب ایک طرف تو یہ سب اپنی فکر میں لگے ہوئے تھے کہ دوسری طرف رب کریم نے ان کی پریشانی میں اور اضافہ کر دیا کہ ایسی تیز اور سرد ہوا چلائی کہ ان کے خیمے اڑ گئے' سامان تتر بتر ہو گیا' پانی کے برتن الٹ گئے۔ ایسی عام ابتری ہوئی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی۔ اس سخت پریشانی میں ان پر ایک اور ضرب لگی کہ حی بن اخطب نے بیس اونٹ جو سے اور کچھ بھوسے اور کھجوروں سے لدے ہوئے مشرکین کی فوج کے لئے بھیجے' ابھی یہ راستہ ہی میں تھے کہ حضور اقدسؐ نے اچانک حملہ کر کے ان پر قبضہ کر لیا' اس واقعہ سے دشمن کے کیمپ میں اور مایوسی پھیل گئی۔

حضرت حذیفہؓ کا جاسوسی کے لئے جانا

ادھر اس سخت موسم میں بھی رحمت عالمؐ ایک ایک صحابیؓ کا حال دریافت فرما رہے تھے۔ اس حال میں آپؐ حضرف حذیفہؓ کے قریب سے گزرے تو انہیں حکم دیا کہ دشمن کے جتھے میں جاؤ اور ان کی خبر لاؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں گھبراہٹ اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا۔ لیکن تعمیل ارشاد میں فوراً اٹھ کر چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو حضور اقدسؐ

نے دعا فرمائی' "اے اللہ' آپ اس کی حفاظت فرمائیں سامنے سے اور پیچھے سے' دائیں سے اور بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے۔"

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی اور ہر قدم پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔ آپؐ نے چلتے وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کرنا' چپ چاپ دیکھ کر آجانا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیر لیتا ہے اور ہر طرف سے واپس چلو' واپس چلو کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلے والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھران کے خیموں پر برس رہے تھے' خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے۔

ابو سفیان' جو تمام جماعتوں کا اس وقت گویا سردار بن رہا تھا' آگ سینک رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کو نمٹاتا چلوں۔ ترکش میں سے تیر نکال کر کمان میں بھی رکھ لیا کہ حضور اقدسؐ کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجیو' بس دیکھ کر چلے آنا۔ اس لئے میں نے تیر کو ترکش میں رکھ دیا۔ اس وقت ان لوگوں کو شبہ ہو گیا' کہنے لگے تم میں سے کوئی جاسوس ہے۔ ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے۔ چنانچہ میں نے فوراً اپنے ساتھ والے آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پہلے کہ کوئی حضرف حذیفہؓ سے سوال کرتا کہ آپؓ نے دوسروں سے سوال کرنا شروع کر دیا۔

پھر میں وہاں سے واپس آیا تو حضور اقدسؐ ایک چھوٹی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ ہمیشہ عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو آپؐ نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے۔ پھر حضور اقدسؐ نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹایا' اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا اور میں نے اپنے سینہ کو آپؐ کے تلووں سے چمٹا لیا۔

دشمن نے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی

اب اس طرف دشمن کے کیمپ میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ اس حال میں حضرت ابو سفیان نے قریش سے کہا' اب یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں رہی۔ ہمارے خچر اور گھوڑے ہلاک ہو گئے' بنو قریظہ نے ہم سے بد عہدی کی ہے اور بہت وحشت ناک اور تکلیف دہ خبریں ان کی طرف سے ہم کو ملی ہیں۔ پھر اس آندھی نے جو قیامت ڈھائی ہے وہ بھی تم دیکھ رہے ہو۔ دیگچیاں تک نہیں ٹھہرتیں' آگ جلانا مشکل ہو رہا ہے۔ ہماری کوئی قیام گاہ اور جائے پناہ محفوظ نہیں رہی' اب یہاں سے چل نکلو' میں بھی واپس جانے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ یہ کہہ کر ابو سفیان اپنے اونٹ کے قریب گیا اور اس پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ ساتھ ہی دوسرے قریش بھی اس کے پیچھے چل دیئے۔

ادھر غطفان اور ان کے حلیفوں کو قریش کے چلے جانے کی خبر ہوئی تو وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اس طرح دوسرے دن مدینہ کے چاروں طرف سناٹا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضور اقدسؐ نے ان کے تعاقب میں سواروں کے دستے روانہ کئے اور یہ ہدایت فرمائی کہ دشمن کو ہراساں اور پریشان کیا جائے' جم کر لڑائی نہ لڑی جائے۔ یہ اس لئے کہ آپؐ یہ جانتے تھے کہ بنو قریظہ موجود ہیں اور ان کے پاس کوئی ایک ہزار ہتھیار بند جوان بھی ہیں۔

غرض یہ کہ غزوۂ خندق میں بھی قریش بری طرح ناکام ہوئے۔ یہ تیسری لڑائی ان کی آخری لڑائی ثابت ہوئی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلامی فوج چند روز میں نہیں تو چند ہفتوں میں ہتھیار ڈال دے گی لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو ان کا سارا نظام بگڑ گیا۔ ان کے گمان میں بھی نہ تھا کہ جنگ حرم کے مہینہ تک لمبی ہو جائے گی اور اس کا خاتمہ ہی نظر نہ آئے گا۔

غزوۂ خندق کے بعد

غزوۂ خندق کے بعد حضور اقدسؐ نے مختلف شورش پسندوں کو درست کرنے کے لئے مختلف مہمات روانہ فرمائیں اور اس سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے۔ جن میں ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آپؐ کے سالاروں کی قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اس وقت بعض طبقوں میں یہ خیال پیدا ہو چلا تھا کہ حضور اقدسؐ کی ذات گرامی کے سوا مسلمانوں میں ایسے افراد نہیں جو اسلام کی سربلندی کر سکیں۔

اس کے علاوہ فوجی نقطہ نظر سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مجاہدین اسلام اور ماتحت سالاروں کو

خفیہ نقل و حرکت' تیز رفتاری اور ناگہانی حملہ کی پوری مشق ہوگئی اور انہیں ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ جنگ میں ان کی کیا اہمیت ہے اور ان سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ مہمات مجاہدین کی مزید تربیت کے لئے تھیں تاکہ جنگ کی اہم چالوں کی مشق کے ساتھ مجاہدین کی خود اعتمادی اور حوصلہ مندی میں اضافہ ہو اور اقدام عمل کی صلاحیت پیدا ہو نیز یہ بھی فائدہ ہوا کہ حضور اقدسؐ کو مخالف قبائل کی طاقت اور جمعیت کا اچھی طرح اندازہ ہوگیا اور وہ کہ جو کبھی متحد ہو کر فساد برپا کر سکتے تھے' ان پر قابو حاصل کر کے ان کو سیاسی نظم و ضبط کے ایک رشتہ میں منسلک کر لیا گیا۔

صلح حدیبیہ

اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ ہوگا کہ رب کریم نے اسے "فتح مبین" قرار دیا ہے۔ سنہ ۶ھ میں رحمت عالمؐ اپنے پندرہ سو جانثاروں کے ساتھ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ قربانی کے لئے ستر اونٹ بھی لئے تاکہ قریش یہ جان لیں کہ آپؐ کا مقصد جنگ و قتال نہیں ہے' لیکن راستہ ہی میں آپؐ کو یہ اطلاع مل گئی کہ قریش کا بہت بڑا لشکر مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے ذی طویٰ میں مقیم ہے اور ان کے رسالے کے سالار حضرت خالد بن ولید اپنے رسالے کو لے کر کراع النعیم تک پہنچ گئے ہیں۔

اس صورت حال میں رحمت عالمؐ نے ایک ایسا دشوار راستہ اختیار فرمایا کہ جو قریش کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اور اس لئے انہوں نے اس کی نگرانی کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ اب مکی رسالے کو آپؐ کے قافلہ کے آگے نکل جانے کی خبر اس وقت ملی جب وہ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر حدیبیہ کے قریب پہنچ چکا تھا اور راستہ روکنے والی قریشی فوج مکہ سے کافی دور تھی۔ اس حال میں مکی رسالہ گھبراہٹ میں مکہ کی طرف پلٹا تو اپنی پیدل فوج سے بہت دور ہو گیا۔

چنانچہ جب بدیل نے آپؐ سے کہا کہ کعب بن لوی اور عامر بن لوی حدیبیہ کے کنوؤں پر بدمعاشوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ موجود ہیں وہ ضرور آپؐ سے مقابلہ کریں گے تو آپؐ نے فرمایا' ہم عمرہ کرنے آئے ہیں' لڑنے نہیں آئے' ہمیں معلوم ہے کہ پچھلی لڑائیوں میں قریش کا کس بل نکل گیا ہے' اس لئے اگر وہ چاہیں تو ہمارے ساتھ مفاہمت کر لیں اور مزاحمت سے باز آئیں ورنہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک میری جان باقی ہے یا اللہ مجھے کوئی اور حکم دے۔

اس طرح آپؐ نے یہ واضح کر دیا کہ باوجود تفوق اور برتری کے ہم جنگ کی بجائے صلح کو پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے طاقت اور گھمنڈ کے نشہ میں مست رہنے والے سرداران قریش کی سخت شرائط بھی مان لیں' اس طرح آپؐ نے عملاً مکہ فتح کر لیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کے دو سال بعد یعنی سنہ ۸ھ میں رحمت عالمؐ اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے کہ کسی قسم کا کوئی قابل ذکر جانی و مالی نقصان تک نہیں ہوا اور نہ ہی آپؐ نے کسی سے کوئی انتقام لیا بلکہ سب کو معاف کر دیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ تمام اہل مکہ مسلمان ہو گئے۔

غزوۂ حنین

فتح مکہ کے بعد بنو ہوازن اور بنو ثقیف دو طاقتور قبیلے ایسے تھے جنہیں مسلمانوں کی قیادت پسند نہ تھی۔ وہ ایک عرصہ سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیاریاں کر رہے تھے۔ چنانچہ جب مکہ پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ سب ان کے خلاف لڑنے پر تیار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر رحمت عالمؐ نے بھی یہ طے فرمایا کہ دشمن کو مکہ کی جانب بڑھنے کا موقع نہ دیا جائے کیونکہ اگر یہ قبائل آئے تو قریش کے شورش پسند عناصر کو ایک بار پھر سر اٹھانے کا موقع مل سکتا ہے۔

اس کے ساتھ حضور اقدسؐ نے دشمن کی تیاریوں کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے حضرت عبداللہ حدرد اسلمیؓ کو روانہ فرمایا۔ وہ دشمن کے کیمپ میں پہنچے' ان کی ایک ایک بات سنی اور ان کے منصوبوں کا پتہ چلایا۔ پھر واپس آکر تمام باتیں بیان فرمائیں۔

اس کے بعد رحمت عالمؐ نے جن کے پاس اسلحہ نہ تھا ان سب کو اسلحہ دینے کی غرض سے صفوان ابن امیہ سے عاریتاً اسلحہ طلب فرمایا۔ چنانچہ اس نے سو زرہیں اور متعلقہ اسلحہ فراہم کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس موقع پر حضور اقدسؐ نے تین مکی افراد سے رسد اور سامان جنگ کے لئے قرضے بھی لئے تھے۔ ان میں صفوان بن امیہ سے ۵۰۰۰۰ درہم' عبداللہ بن ربیعہ سے ۴۰۰۰۰ درہم اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے ۴۰۰۰۰ درہم۔

ترتیب لشکر

اس کے بعد اسلامی لشکر فتح مکہ کے ۱۹ دن بعد مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔ اس وقت ان کی تعداد

بارہ ہزار تھی۔ حضور اقدسؐ نے مقدمہ لشکر پر حضرت خالدؓ بن ولید کو مقرر فرمایا۔ ان کے ساتھ اس وقت بنی سلیم کے علاوہ قریش کے نو مسلم اور بہت سے غیر مسلح افراد بھی تھے۔

لشکر کے درمیانی حصہ یعنی قلب میں خود نبی کریمؐ جلوہ افروز تھے۔ اس کے علاوہ میمنہ' میسرہ' عقب' غرض ہر حصہ میں ایک ایک امیر مقرر تھا۔

کثرت پر ناز کرنا

یہ حقیقت ہے کہ یہ لشکر تعداد میں پہلے سے بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ اس موقع پر چند صحابہ کرامؓ کی زبان پر بے اختیار یہ جملہ آیا "آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے؟" لیکن یہ نازش اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کو ذرا پسند نہ آئی۔ اس لئے کہ اسلام میں فتح اور غلبہ کا انحصار کثرت و قلت ساز و سامان پر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس کی نصرت پر ہے۔ اور اس سے پہلے غزوۂ بدر' احد اور خندق میں مسلمانوں نے رب کریم کی طاقت و قدرت کو دیکھ بھی لیا تھا۔

پیش قدمی کرنا

اس موقع پر رحمت عالمؐ نے خود پیش قدمی فرمائی اس لئے کہ آپؐ حرم محترم کے تقدس کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ اس مرتبہ بھی آپؐ اس طرح دشمن کی طرف بڑھے کہ وہ برابر تذبذب میں مبتلا رہا۔ اس سفر میں ایک روز اسلامی لشکر نماز ظہر کے لئے صف بستہ کھڑا تھا کہ حضرت سہیلؓ بن حنظلہ حاضر ہوئے اور عرض کیا' یا رسول اللہؐ میں ہوزان کے لشکر کی تلاش میں دور تک گیا اور یہ دیکھا کہ ان کا رخ حنین کی جانب ہے۔ ان کے پاس اسلحہ کے علاوہ خوراک کے بہت سے ذخائر بھی ہیں۔ یہ سن کر حضورؐ نے تبسم کے ساتھ فرمایا'

"انشاء اللہ' وہ سارا سامان کل تک ہمارے لشکر کا مال غنیمت بن جائے گا۔"

اب یہ لشکر آگے بڑھا تو مقدمتہ الجیش جو حضرت خالدؓ بن ولید کی کمان میں تھا ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوا کہ جب وہ گھاٹیوں کے درمیان سے نکلے تو دشمن نے ابتدا میں پسپائی اختیار کی جس کی وجہ سے وہ اپنے کو غالب سمجھ کر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر وادی کی کمین گاہوں میں چھپے ہوئے دشمنوں نے چاروں طرف سے تیر برسانا شروع کر دیئے۔ یہ سب کچھ اس طرح اچانک ہوا کہ بنی

سلیم اور ملقاء (یعنی فتح کہ کے دن معافی پانے والے) نے پیٹھ پھیرلی اور ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔

عزم و استقلال

اس انتہائی نازک لمحات میں بھی اللہ کے پیارے رسولؐ عزم و استقلال کی چٹان بن کر میدان کارزار میں ڈٹے رہے۔ آپؐ کا رخ کفار کی جانب تھا' آپؐ عالم جلال میں یہ فرماتے تھے'

"میں نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

اس بدلی ہوئی صورت حال میں حضور اقدسؐ نے ایک نئے منصوبے پر عمل فرمایا۔ آپؐ جس راستہ سے بڑھ رہے تھے اس کو چھوڑ کر دائیں جانب بڑھنا شروع کردیا۔ اور حضرت عباسؓ جو نہایت بلند آواز تھے ان کو سب جماعتوں کو پکار کر جمع کرنے کو فرمایا۔ چنانچہ جب حضرت عباسؓ نے صدا دی تو صحابہ کرامؓ جو الگ الگ حصوں میں موجود تھے سب نے فوراً جواب دیا اور وہ سب ایسے پلٹے جیسے گائے اپنے بچہ کی طرف لپکتی ہے' جیسے شہد کی مکھی چھتہ کی طرف پلٹتی ہے۔

اس افراتفری کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو یہ پتہ نہ تھا کہ اس وقت رسول اللہؐ کہاں ہیں؟ ان کا یہ خیال تھا کہ آپؐ ابھی وادی میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ اب جو حضرت عباسؓ کی صدا گونجی تو سب جانثارؓ پروانوں کی طرح آپؐ کے گرد جمع ہوگئے۔

پھر کیا تھا' دشمن پر ایک بھرپور حملہ ہوا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اس وقت حضور اقدسؐ رکاب میں پاؤں ڈال کر کھڑے ہوئے میدان کارزار دیکھ رہے تھے۔ جانثار جان جوکھوں میں ڈالے ہوئے تھے۔ ارشاد ہوا "جس نے کسی کافر کو قتل کیا اور اس کے پاس گواہ بھی ہوا اسے مقتول کا سامان ملے گا۔"

حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں کہ جب لڑائی بہت شدت اختیار کر جاتی تو ہم رسول اللہؐ کی آڑ میں پناہ لیتے تھے۔ جو بہادر تھے وہ آپؐ سے قریب تر ہوتے۔ پھر کفار نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپؐ اپنے سفید خچر سے اترے اور رب کریم کی جناب میں دعا فرمائی "اے اللہ اپنی مدد نازل فرما' اس مقصد کے لئے میری فریاد ہے جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے' دشمنان دین ہم پر غلبہ حاصل نہ کریں۔"

اس کے بعد حضور اقدسؐ نے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور کفار کے منہ پر پھینکی ساتھ ہی زبان اقدس سے یہ فرمایا' شاهت الوجوه ارجعوا۔ شاهت الوجوه ارجعوا۔

پھر آپؐ نے لڑائی کا نقشہ دیکھ کر فرمایا'

"رب کعبہ کی قسم' کفار کو شکست ہو گئی' محمد کے رب کی قسم' انہیں شکست ہوئی۔"

اب جب کفار بھاگنے لگے تو آپؐ بھی اپنے خچر کو تیز دوڑاتے ہوئے دور تک ان کے پیچھے گئے۔

غزوۂ تبوک

اس غزوۂ کی مختلف وجوہات بتائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت رومی سلطنت کے لئے پریشان کن تھی' اور یہی وجہ تھی کہ شاہ روم ایک عظیم لشکر مدینہ پر حملہ کے ارادہ سے جمع کر رہا تھا۔

ان حالات میں رسول اکرمؐ نے ضروری سمجھا کہ رومیوں کو نہ تو حملہ کرنے میں پہل کا موقع دیا جائے اور نہ ہی انہیں عرب کی سرحد میں اندر آنے دیا جائے۔ اب مقابلہ ایک ایسی حکومت سے تھا جو نہایت طاقتور تھی اس لئے اس سے ٹکرانے کے لئے زبردست تیاری کی ضرورت تھی۔

یہ پیش نظر رہے کہ اب تک حضور اقدسؐ کی یہ حکمت عملی رہی تھی کہ آپؐ ہر جہاد کے موقع پر صرف تیاری کا حکم دیتے اور کسی کو یہ نہ بتاتے کہ کہاں جانا ہے' کس سے مقابلہ ہے؟ اس کے ساتھ حضور اقدسؐ فوجی مہمات میں توریہ (دکھاوا) فرمایا کرتے تھے یعنی غیر سمت میں چل کر' اجنبی راستوں سے اچانک دشمن کے سر پر پہنچ جاتے تھے۔ لیکن تبوک کے موقع پر اس سے ہٹ کر منادی کو حکم دیا کہ غزوۂ روم کا اعلان کیا جائے اور تبوک کی منزل ظاہر کی جائے۔ اس سے یہ مقصد تھا کہ اہل ایمان ذہنی طور پر سخت حالات میں دور دراز کے سفر کے لئے مناسب تیاری کر لیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ایک زبردست طاقت سے ٹکر لینا ہے۔ اگرچہ فتح مکہ اور حنین میں کامیابی کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تھا لیکن قیصر روم کی فوجوں کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ چنانچہ اس کثرت کو سامنے رکھتے ہوئے آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو مختلف قبائل میں لشکر جمع کرنے کے لئے بھی روانہ فرمایا۔ اس وقت یہ خیال بھی رکھا گیا کہ سفیر وہی ہو جو اس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو تاکہ مسائل جلد از جلد اچھے طریقہ پر حل ہو جائیں۔

مالی امداد کی دعوت دینا

اس کے علاوہ جنگی تیاری کے لئے رسول اکرمؐ نے انفاق فی سبیل اللہ کی طرف بھی صحابہ کرامؓ کی

توجہ دلائی۔ اس وقت حضرت عمرؓ گھر کا آدھا سامان لے آئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کل کا کل اثاثہ لے آئے جبکہ حضرت عثمانؓ نے پہلے دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ چاندی پیش کیں پھر حضور اقدسؐ کی درخواست پر مزید سو اونٹ مع ساز و سامان پیش کئے۔ یہ دیکھ کر آپؐ منبر سے اترے اور دو مرتبہ یہ فرمایا' "اس کے بعد عثمان کو کوئی عمل (آخرت) میں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

لیکن ابھی حضور اقدسؐ کی درخواست جاری تھی کہ حضرت عثمانؓ اپنی آستینوں میں ایک ہزار دینار بھر کر آئے اور آپؐ کے آگے ڈھیر کر دیئے۔ اس وقت خوشی سے چہرۂ مبارک کھل گیا اور آپؐ ان دیناروں کو بار بار اچھالتے ہوئے فرمانے لگے'

"اے عثمان' اللہ تمہاری مغفرت فرمائے' تم نے کس قدر خوش کیا اور کس قدر غنی کر دیا۔"

اس کے علاوہ حضرت عثمانؓ کو اس غزوہ میں مسلمانوں کی بھوک اور پیاس کا اس قدر احساس تھا کہ اپنا غلہ لانے والے کارواں کو حکم بھیجا کہ اسے تبوک کی طرف لے جاؤ۔ اس وقت کوئی تیس ہزار مجاہد بھوک اور فاقے کے عالم سے گزر رہے تھے جب یہ قافلہ وہاں پہنچا اور اونٹوں کو بٹھایا گیا تو ان پر سے سامان خورد و نوش اتارا۔ یہ دیکھ کر رسول اکرمؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور فرمایا'

"اے اللہ' میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی راضی ہو جا۔"

پھر صحابہ کرامؓ سے فرمایا' "اے لوگو' تم بھی عثمان کے لئے دعا کرو۔"

اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے جو عظیم قربانی پیش کی ہے اس نسبت سے ان کو "مجھز جیش عشرۃ" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ایک غریب صحابیؓ کا نذرانہ

اس وقت مسجد نبویؐ میں مال و زر کا ڈھیر لگا ہوا تھا کہ ایک صحابی ابو عقیل انصاریؓ شرماتے شرماتے مسجد میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی۔ وہ ذرا آگے بڑھے تھے کہ رک گئے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدسؐ نے فرمایا "کیوں رک گئے؟"

حضرت ابو عقیلؓ نے فرمایا' یا رسول اللہؐ' کچھ نذر کرنے کی نیت سے آیا تھا مگر یہاں اس ڈھیر کو دیکھ کر پیش کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بھلا میرا ہدیہ ان نذرانوں میں کوئی نذرانہ ہے۔

عرض کیا.... 'اے اللہ کے رسولؐ' رات بھر ایک کنویں سے ڈول ڈول پانی کھینچ کر ایک یہودی

کے کھیت کو سیراب کرتا رہا۔ صبح مزدوری میں ایک صاع چھوارے دیئے۔ اس میں سے کچھ مال بچوں کو گھر دے آیا ہوں۔ باقی یہ راہ خدا میں ایک مزدور کا حقیر نذرانہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ اللہ کے نبیؐ کا چہرۂ مبارک دیکھنے لگے۔ ارشاد ہوا'

"ابو عقیل انصاری کے یہ چھوہارے اس سیم و زر کے ڈھیر پر سب سے اوپر بکھیر دیئے جائیں۔"

غرض یہ کے اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کے چاہنے والوں نے حق محبت ادا کر دیا۔

شوق شہادت

اس موقع پر یہ منظر بھی سامنے آیا کہ سات مفلس نادار' صاحب ایمان حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت حضور اقدسؐ نے سب مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے ان سے فرمایا "میرے پاس اونٹ نہیں ہیں جو تمہیں دوں۔" اس پر وہ رات بھر روتے رہے۔ آنسو تھے کہ تھمتے نہ تھے۔ بارگاہ الٰہی میں آہ و بکا کرتے رہے کہ ان کی شان میں یہ وحی نازل ہوئی.....

" اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جب وہ آپ کے پاس سواری کو آئے اور آپ نے کہہ دیا' میرے پاس تمہاری سواری کو کچھ نہیں ہے تو وہ آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے غمگین واپس ہوئے کہ وہ خرچ کو کچھ پاس نہیں رکھتے تھے۔"

یہ دیکھ کر حضرت عباسؓ' حضرت عثمانؓ وغیرہ نے ان سات صحابہ کرامؓ کے لئے بھی سواریوں کا انتظام کر دیا۔ اسی غزوہ کے موقع پر ایک صحابی حضرت علیہؓ بن زید کی تڑپ اور محبت کا یہ عالم تھا کہ رات کے پچھلے پہر اٹھے۔ تہجد کے لئے کھڑے ہوئے اور رب کریم سے گڑگڑ کر کہنے لگے'

"الٰہی' تو نے جہاد کا حکم دیا' تیرے رسولؐ نے اس کی ترغیب دی۔ میرے پاس اسطاعت نہیں کہ عمل کروں۔ دیکھتا ہوں کے اللہ کے رسولؐ کے پاس بھی کچھ نہیں' الٰہی اس بے بسی میں جو کچھ میرے پاس ہے تیری راہ میں صدقہ دیتا ہوں۔ میری جان' میری عزت سب تیری راہ میں قربان۔"

صبح ہوئی تو یہ صحابیؓ نماز فجر ادا کرنے مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ نماز ختم ہوئی تو حضور اقدسؐ نے دریافت فرمایا "رات صدقہ کرنے والا کون ہے؟" اس پر کسی نے جواب نہ دیا تو حضورؐ نے پھر دریافت فرمایا "صدقہ کرنے والا کھڑا ہو جائے۔" یہ سن کر حضرت علیہؓ ڈرتے ڈرتے اٹھے اور سارا ماجرا سنایا۔ ارشاد ہوا' "خوش ہو جاؤ' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے' تیرا صدقہ

بارگاہ حق میں قبول ہوا۔"

یہ رحمت عالمؐ کا فیضان تھا کہ ہر کوئی اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے ہر وقت اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار تھا۔

دشمن مقابلہ پر نہ آیا

جب ہر طرح سے تیاری مکمل ہو گئی تو رحمت عالمؐ اپنے جانثاروں کے ساتھ رومی سرحد کی طرف بڑھے۔ راستہ میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا' چند دن وہاں ٹھہرے تو معلوم ہوا کہ لڑائی کے دور دور تک آثار نہ تھے۔ نہ لخم' جذام' غسان کے قبائل آئے اور نہ ہرقل۔ پتہ چلا کہ ہرقل تو حمص میں ٹھہرا ہوا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ آپؐ جب روانہ ہوئے تو دشمن حیران و پریشان رہ گیا' اس پر رعب چھا گیا۔ بلکہ ان کا ایک جاسوس اس درجہ مرعوب ہو کر لوٹا کہ ہرقل نے اپنے مشیروں سے پوچھا "کیوں نہ ہم مسلمان ہو جائیں؟" اس پر ان کے تیور بدلے تو ہرقل نے بات بدل دی۔

حضور اقدسؐ کی حکمت عملی کے گہرے اثرات

غزوۂ تبوک کا سفر دشمن کو حد درجہ مرعوب کر گیا۔ اچانک اور غیر متوقع پیش قدمی نے اسے حیران کر دیا۔ رومیوں کی لاکھوں کی تعداد میں مسلح اور تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ سے بھاگنا مسلمانوں کی فوجی برتری کا موجب بنا۔ سرحدی نیم آزاد عربی قبائل اسلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ معاہدوں کے ذریعے باجگزار بن گئے۔ ان کی حیثیت رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان عاجز حکومتوں (Buffer states) کی سی ہو گئی۔ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر رحمت عالمؐ نے فتح کے تمام فائدے حاصل کئے۔ تبوک سے کامیاب واپسی نے تمام قبائل کو اسلام کی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کر دیا' دور دراز علاقوں سے وفود آ آ کر اسلام میں داخل ہونے لگے۔ مجاہدین کا حوصلہ نہایت بلند ہوا۔ انہیں مشکل حالات میں بھی جہاد کے لئے وسیع پیمانے پر تربیت حاصل ہوئی۔ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی اشاعت کے دور کا آغاز ہوا۔ اس سلسلہ میں روم و ایران کی سلطنتوں سے ٹکرانا ضروری تھا اور عہد نبویؐ میں اس کی بنیاد رکھ دی گئی۔ غرض یہ کہ غزوۂ تبوک میں رحمت عالمؐ نے جو حکمت عملی اختیار فرمائی اس سے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور دور دور تک اسلام کی دعوت پھیل گئی۔

سب جانتے ہیں کہ رحمت عالمؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول بھی ہیں۔ اس اعتبار سے آپؐ کا ہر بول، ہر عمل، ہر ادا سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ آپؐ کے عشق میں دیوانے تھے۔ آپؐ کی تعلیم و تربیت کے طفیل ان کا جینا مرنا، سب اللہ رب العالمین کے لئے تھا۔ ان میں خاندانی، نسبی، نسلی، اقتصادی اور مالی تمام ناہمواریاں یک لخت ختم ہو چکی تھیں۔ وہ سب بھائی بھائی ہو گئے تھے۔ سب شوق شہادت سے سرشار تھے اور تقویٰ پرہیز گاری کے بلند مقام پر فائز تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضور اقدسؐ نے اپنی اخلاقی قوت اور مجاہدانہ تربیت سے ان کی دنیا ہی بدل دی۔ ان کو دنیا کا پیشوا بنا دیا۔ اور یہ فیض تربیت اس قدر قوی تھا کہ آپؐ کے وصال کے بعد بھی دشمنان اسلام کی جرار فوجیں مجاہدین کے سامنے آنے سے لرزتی تھیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ رحمت عالمؐ کے فیضان تربیت سے مجاہدین میں وہ جذبہ جہاد پیدا ہوا کہ وہ رومی شہنشاہیت سے بھی ٹکراتے ہوئے خوفزدہ نہیں ہوئے۔ پھر ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ شہنشاہ ہرقل نے اپنے ماہرین حرب و دفاع کو طلب کیا اور ان سے رومی فوجوں کی ناکامیوں کی وجہ دریافت کی کہ عرب سپاہی تعداد میں بھی کم ہیں، ان کے ہتھیار تمہارے سامان حرب کے مقابلہ میں نہایت حقیر، ناقص اور پرانے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے عظیم الشان لشکر ان کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتے؟ اس پر سب چپ ہو گئے، کسی سے کوئی جواب بن نہ پایا۔ آخر کچھ دیر بعد ایک آزمودہ اٹھا، اس نے عرض کیا،

"عالی جاہ، عربوں کی فتوحات کا راز ان کی اخلاقی قوت میں پنہاں ہے۔ وہ رات کا کچھ حصہ اپنے خدا کی عبادت میں گزارتے ہیں اور دن کے وقت حسب ضرورت روزہ رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے، آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہتے ہیں۔ یہ چند اسباب ہیں جن کی بنا پر وہ جری اور دلیر ہیں اور دشمن پر غالب آتے ہیں۔ ان کا عزم پہاڑ کی طرح اٹل اور مضبوط ہے۔

لیکن روم کے سپاہی، میں شرم و ندامت سے کہتا ہوں، مغرور ہیں، طرح طرح کی برائیوں، بدکاریوں میں مبتلا ہیں، عہد شکن ہیں، غریبوں پر ظلم و تشدد کرتے ہیں اور اسی بنا پر عربوں سے دلیری اور جانبازی میں کمتر ہیں۔"

غرض یہ کہ رحمت عالمؐ کی تربیت کی بدولت صحابہ کرامؓ ایمان کے بلند مقام پر فائز تھے۔ وہ آپؐ

کے عشق میں دیوانے تھے۔ اگر آج بھی مسلمان یہ رنگ اختیار کرلیں' اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کی دل و جان سے اطاعت کریں تو دنیا کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔ جان لیں کہ دنیا کی خلافت صرف و صرف امت مسلمہ ہی کے نام لکھی گئی ہے۔

فتوحات مقصود نہ تھیں

یہ پیش نظر رہے کہ دنیا کی قومیں عام طور پر اپنے دشمنوں کو برباد کرنے' ان کا استیصال کرنے اور فخر و مباہات کی بلندی پر فائز ہونے کے لئے لڑتی رہی ہیں۔ قریش نے بھی حضور اقدسؐ کے خلاف جنگ و جدال کی جتنی تیاریاں کیں' وہ سب بھی اسی لئے تھیں لیکن واقعات شاہد ہیں اور آپؐ کا طرز عمل بھی اس کی ایک بڑی دلیل ہے کہ آپؐ نے کوئی جنگ اس غرض سے نہیں لڑی۔ نہ غزوۂ بدر کا یہ مقصد تھا' نہ غزوۂ احد کا' نہ غزوۂ السوق کا اور نہ غزوۂ خندق کا۔ آپؐ کا مقصد صرف و صرف امن و سلامتی کا حصول تھا۔ اسی کے لئے آپؐ نے وعظ و تبلیغ کا طریقہ اختیار فرمایا تھا اور اسی کے لئے جہاد کیا۔

یہ ذہن میں رہے کہ "فتح" امن و امان حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ فی نفسہ کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس لئے اگر "امن حاصل کرنا" مقصد نہیں اور اس کے ساتھ مصائب اور تکالیف کا ہجوم آتا ہے تو دانشمند اس فتح کو فتح نہیں کہتے۔

دیکھئے حضور اقدسؐ کے سامنے ایسی فتوحات کے کئی موقعے آئے مگر آپؐ نے ان پر کبھی توجہ نہیں فرمائی۔ اگر آپؐ غطفان یا قریش کے شکست خوردہ اور تھکے ماندے لشکروں کا پیچھا کر کے ان کو ختم کر دیتے تو کیا آپؐ "شاندار فتح" حاصل نہ کر سکتے تھے؟ ضرور کر سکتے تھے لیکن آپؐ کا مقصد صرف "شاندار فتح" ہی حاصل کرنا نہ تھا بلکہ شاندار امن قائم کرنا تھا۔ آپؐ نے ہمیشہ امن و امان قائم کرنے کے لئے ناگزیر حالات میں یہ ذریعہ اختیار فرمایا اور جب فتح نصیب ہوئی تو وہاں امن و سلامتی قائم کرنے میں مصروف ہو گئے اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ شر و فساد کی بیخ کنی فرمانے لگے۔

اس کے ساتھ حضور اقدسؐ نے ہمیشہ یہ کوشش فرمائی ہے کہ دشمن کو اس کی اخلاقی پستی کا احساس دلا کر زیر کیا جائے تاکہ نہ تو فوجی لڑائی کی نوبت آئے اور نہ تباہی بربادی پیش آئے۔ مکہ کی فیصلہ کن جنگ میں آپؐ نے اس اصول کی افادیت قطعی طور پر ثابت کر دی ہے۔

انسانی خون کی بے مثال عزت

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں "عہد نبویؐ کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور پر ممتاز ہیں۔ اکثر دگنی، تگنی اور بعض اوقات دس گنی قوت سے مقابلہ ہوا اور قریب قریب ہمیشہ فتح حاصل ہوئی۔ دوسرے چند محلوں پر مشتمل شہری مملکت سے جو آغاز ہوا وہ روزانہ دو سو چوہتر سے بھی زیادہ مربع میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی ہے اور دس سال میں جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو دس لاکھ سے بھی زیادہ مربع میل کا رقبہ آپؐ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ اس تقریباً ہندوستان کے برابر وسیع علاقے کی فتح میں، جس میں یقیناً ملینوں آبادی تھی، دشمن کے صرف ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے اور مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ انسانی خون کی یہ عزت تاریخ عالم میں بلا خوف و تردید بے نظیر ہے۔

یہ سب اس لئے تھا کہ حضور اقدسؐ تمام دنیا والوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے ہیں اور یہ اتنی جانیں بھی صرف اسی لئے نذر ہوئیں کہ آپؐ کے مدمقابل وہ لوگ تھے جو صدیوں سے غفلت و جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس حالت میں قلیل مدت میں آپؐ کے طفیل جو انقلاب برپا ہوا وہ یقیناً تاریخ عالم کا حیرت انگیز انقلاب ہے۔

مظلوم کی حمایت کرنا

رحمت عالمؐ کی یہ بلند شان ہے کہ آپؐ نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے بھی سب کے خیر خواہ، سب کے مددگار تھے۔ آپؐ ظلم و ستم کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے، ہمیشہ مظلوم کے کام آتے تھے۔

ایک مرتبہ راش کار رہنے والا ایک شخص اونٹ بیچنے کے لئے مکہ آیا اور ابو جہل نے اس کی سارے اونٹ خرید لئے لیکن اس کی قیمت ادا نہیں کی۔ آخر تنگ آکر اس نے حرم میں موجود سرداران قریش سے فریاد کی۔ اس وقت اتفاق سے حضور اقدسؐ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ اس پر کسی نے شرارتاً آپؐ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس شخص سے کہا، یہ صاحب تم کو قیمت دلوا سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ اراشی آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ سے قصہ بیان کیا۔ اس کی درد بھری فریاد سن کر رحمت عالمؐ اسی وقت اس کے ساتھ چل دیئے اور ابو جہل کے گھر پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھولا تو آپؐ کو دیکھتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا "اس اراشی کا حق ادا کرو۔" یہ سننا تھا کہ فوراً وہ اندر گیا اور اسی وقت اس کی پوری رقم ادا کر دی۔

اس طرح ایک یتیم کے بارے میں لکھا ہے کہ ابو جہل نے اس کے مال پر قبضہ کر کے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ وہ غریب ایک ایک کے پاس گیا اور اس ظلم کی فریاد کی لیکن کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ اس دوران کسی نے یہ شرارت کی کہ اس یتیم کو حضور اقدسؐ کے پاس بھیج دیا۔ اس غرض سے کہ خوب لطف آئے گا۔ جب وہ یتیم آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ فوراً اس کی مدد کرنے اس کے ساتھ ابو جہل کے گھر گئے تو اس نے اسی وقت اس یتیم کا مال واپس کر دیا۔

اس پر جب اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کیا تو آپؐ کی باتیں ماننے لگا ہے تو کہنے لگا' یہ نہیں بلکہ یوں ہے کہ جب وہ کسی کا حق دلوانے آتے ہیں تو انہیں دیکھ کر مجھ پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور میں ان کے کہنے پر عمل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔

حلف الفضول

یہ مظلوموں کی امداد کے لئے وہ شریفانہ اور کریمانہ معاہدہ تھا جس میں رحمت عالمؐ بھی شریک تھے اس وقت آپؐ کی عمر ۲۰ سال تھی۔ یہ اس طرح وجود میں آیا کہ زبید کا ایک تاجر مکہ میں سامان تجارت لے کر آیا اور قریش کے ایک سردار عاص بن وائل نے یہ سب سامان خرید لیا لیکن قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ غریب سرداران قریش کے پاس گیا اور ان کی مدد چاہی لیکن عاص بن وائل کی حیثیت اور طاقت کی وجہ سے کسی نے اس کی مدد نہ کی اور اس کو سخت و سست کہہ کر واپس کر دیا۔ اب زبیدی نے اہل مکہ سے فریاد کی اور ہر باحوصلہ' صاحب ہمت اور حق و انصاف کے حامی شخص سے شکایت کی' آخر ان لوگوں میں کچھ غیرت آئی اور یہ سب لوگ عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے۔ انہوں نے سب کی دعوت و ضیافت کی۔ اس کے بعد ان سب نے اس بات پر حلف لیا کہ.....

"اللہ کی قسم' ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ ہاتھ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھا رہے گا جب تک کہ وہ ظالم اس مظلوم کو اس کا حق ادا نہ کر دے اور یہ حلف اس وقت تک قائم رہے گا جب تک سمندر گھونگھوں کو بھگوتا رہے گا اور حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں اور ہماری معیشت میں مساوات رہے گی۔"

رحمت عالمؐ اس معاہدہ سے اس قدر خوش تھے کہ بعثت کے بعد بھی آپؐ نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ آپؐ فرماتے تھے "اس معاہدہ کے بدلے مجھے کوئی سرخ اونٹ بھی دے تو میں قبول نہ کروں اور

اب بھی کوئی معاہدہ کرنا چاہے تو میں تیار ہوں۔"

اس سے واضح ہے کہ حضور اقدسؐ کا قلب اطہر انسانی ہمدردی سے لبریز تھا۔

عیادت و تعزیت فرمانا

رحمت عالمؐ کا یہ معمول تھا کہ آپؐ ہمیشہ بیماروں کی عیادت کرتے تھے۔ اس معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلمان کی بھی تفریق نہ تھی۔ آپؐ نے یہودیوں کی بھی عیادت فرمائی ہے اور منافقوں کی بھی عیادت فرمائی ہے۔ ایک بار حضرت سعدؓ بن معاذ جب زخمی ہوئے تو آپؐ نے ان کا خیمہ مسجد میں نصب فرمایا تاکہ بار بار ان کی عیادت کی جاسکے۔

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میری آنکھیں دکھنے آگئیں تو رسول اللہؐ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا "زید تمہاری آنکھ میں یہ تکلیف ہے تو تم کیا کرتے ہو؟" میں نے عرض کیا' صبر و برداشت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا "تم نے آنکھوں کی اس تکلیف میں صبر و برداشت سے کام لیا تو تمہیں اس کے بدلہ میں جنت نصیب ہوگی۔"

حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوگیا تو حضورؐ میری عیادت کو تشریف لائے۔ آپؐ نے میرے سینے پر اپنا نورانی ہاتھ رکھا' مجھے اس کی ٹھنڈک دل تک محسوس ہوئی آپؐ نے فرمایا" تمہیں دل کی تکلیف ہے تم حارث بن کلیدہ ثقفی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ طبیب ہے' اسے چاہئے کہ مدینہ کی عجوہ کھجور کے سات دانے لے کر انہیں گٹھلیوں سمیت کوٹ لے اور تمہارے منہ میں ڈال دے۔"

مریض کی شفا کے لئے دعا فرماتے

حضور اقدسؐ بیماروں کی عیادت کو جاتے تو ان کے سرہانے بیٹھ کر دریافت فرماتے "کیف تجدک تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" آپؐ بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے' کبھی سینہ اور پیٹ پر دست شفقت پھیرتے اور کبھی چہرے پر' کھانے کو پوچھتے۔ بیمار کسی چیز کی خواہش کرتا تو اگر مضر نہ ہوتی تو منگوا دیتے' تسلی دیتے اور دعا فرماتے " لا باس' انشاء اللّٰہ طھور۔ فکر کی کوئی بات نہیں' اللہ نے چاہا تو جلد صحت یاب ہوگے۔" حضرت سعدؓ کے لئے تین بار دعا فرمائی۔

ایک بار حضرت جابرؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہؐ حضرت ابو بکرؓ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے پیدل بہت دور تک چل کر گئے۔ حضرت جابرؓ بے ہوش پڑے تھے۔ آپؐ نے یہ دیکھا' پھر وضو کیا' پانی کے چھینٹے دیئے' دعا فرمائی اور مریض کی حالت سنبھلنے لگی۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے بات چیت کی اور اپنے ترکہ کے متعلق مسائل پوچھے۔

ایک یہودی لڑکے کی عیادت فرمانا

رحمت عالمؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ بیمار جس درجہ کا بھی ہو' شریف ہو یا کوئی معمولی آدمی ہو' آپؐ اس کی عیادت فرماتے تھے' یہاں تک کہ غیر مسلموں کی بھی عیادت فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک یہودی لڑکا' جو حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور کبھی کبھار کوئی خدمت بھی کر دیتا تھا' وہ بیمار ہوا تو آپؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے' اس وقت اس کا آخری وقت تھا۔ یہ دیکھ کر حضور اکرمؐ نے شفقت کے طور پر اپنا حق ادا فرمایا اور اس کو اسلام کی تبلیغ فرمائی۔

چنانچہ اس نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا تو اس نے اجازت دے دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس پر رحمت عالمؐ نے اللہ کا شکر ادا فرمایا کہ "حق تعالیٰ شانہ ہی حمد کا سزاوار ہے جس نے میری وجہ سے اس کو عذاب جہنم سے بچالیا۔"

تعزیت فرمانا

رحمت عالمؐ کو جب کسی کی موت کا وقت قریب ہونے کی اطلاع ملتی تو ان کے پاس جا کر ان کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے۔ اگر کسی کی موت کی خبر ملتی تو جا کر نماز جنازہ میں شریک ہوتے تھے۔

حضور اقدسؐ کے آخری ایام میں تکلیف کے خیال سے آپؐ کو کسی کی نزع کی حالت کی اطلاع نہیں دی جاتی تھی۔ چنانچہ جب حضرت سعدؓ بن معاذ کے بھائی شہید ہو گئے تو حضور اقدسؐ یہ چاہتے تھے کہ ان کی والدہ کے پاس جا کر تعزیت فرمائیں مگر آپؐ کی تکلیف کے خیال سے حضرت سعدؓ خود اپنی والدہ کو آپؐ کے پاس لے آئے اور آپؐ نے دلسوزی سے تعزیت فرمائی۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ کی کسی صاحبزادی کے ملک بچہ کا انتقال ہو گیا' انہوں نے آپؐ کے پاس پیغام بھیجا تو آپؐ نے جواب میں سلام کہلا بھیجا اور فرمایا

"اللہ نے جو دیا وہ بھی اس کا تھا اور جو اس نے واپس لیا وہ بھی اس کا تھا' ہر چیز کے لئے اس کے پاس ایک مقررہ مدت ہے' اس لئے (میری بیٹی کو) چاہئے کہ صبر کرے اور اجر کی نیت رکھے۔"

تعزیت نامہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تعزیت نامہ لکھایا'

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام۔ سلام علیک! میں پہلے تم سے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں (بعد ازاں) دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ پر اجر عظیم دے' اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے' اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیے ہیں اور اس کی سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا لڑکا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا) اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور جب اس کی مشیت ہوئی اپنی اس امانت کو تم سے واپس لے لیا وہ تم کو اس کا بڑا اجر دینے والا ہے' اللہ کی خاص نوازش اور اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت سے صبر کیا---------- پس اے معاذ! صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع و فزع تمہارے قیمتی اجر کو غارت کر دے اور پھر تمہیں ندامت ہو (کہ صدمہ بھی پہنچا اور اجر سے بھی محروم رہے) اور یقین رکھو کہ جزع و فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے رنج و غم دور ہوتا ہے' اور اللہ کی طرف سے جو حکم اترتا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے' بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔ والسلام------ (معجم کبیر و معجم اوسط للطبرانی)

محنت کی عظمت

رحمت عالمؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ گھر کا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ بکری کا دودھ خود دوہ لیا کرتے تھے' کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے' اپنی جوتیاں خود گانٹھ لیتے تھے' گھر میں جھاڑو دینے میں بھی

عار نہ تھا' بازار سے سودا سلف خود اٹھا کر لاتے تھے۔

مسجد قبا کی تعمیر ہو رہی تھی' صحابہ کرامؓ پتھر اٹھا کر لاتے تو آپؐ بھی ان کے ساتھ بھاری پتھر اٹھا کر لاتے تھے' یہ دیکھ کر صحابہؓ نے بڑے ادب سے آپؐ کو روکنا چاہا مگر آپؐ برابر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ پھر مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع ہوئی تو اس وقت بھی آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر کچی اینٹیں بناتے اور خود اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔

ایک حدیث پاک میں حضور اقدسؐ کی یہ شان بیان ہوئی ہے کہ آپؐ اپنے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرمالیا' ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا' دوسرے نے کھال نکالنا' کسی نے پکانا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا' پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' حضورؐ یہ کام ہم لوگ خود کرلیں گے۔ آپؐ نے فرمایا "یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو خوشی سے کرلو گے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز رہوں اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتا۔"

محنت و مشقت کرنے والوں کا سہارا بنتے تھے

رحمت عالمؐ کا یہ انداز تھا کہ آپؐ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ کھانے میں تکلف' نہ پہننے میں' آپؐ سب کام خود کر لیتے تھے بلکہ دوسروں کے کام کر کے' دوسروں کی دلجوئی فرما کر بہت خوش ہوتے تھے۔

ایک دن ایک غلام لڑکے کو دیکھا کہ سر پر اتنا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے تھا کہ چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ پسینہ میں شرابور اور بری طرح ہانپ رہا تھا۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر لڑکے سے فرمایا "لاؤ میں تمہارا بوجھ تمہارے گھر پہنچادوں۔" چنانچہ لڑکے نے اپنا بوجھ آپؐ کو دے دیا اور اطمینان کا سانس لیا۔ آپؐ وہ بوجھ اٹھا کر اس کے گھر تک لے گئے۔ لڑکے نے شکریہ کے ساتھ آپؐ کی تعریف دریافت کی تو فرمایا "میرا نام محمد ہے۔ اب جب بھی تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو مجھے بلا لیا کرنا۔"

ہاتھ پھیلانے سے روکنا

رحمت عالمؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ جود و سخاوت اور مہمان نوازی میں اپنا جواب نہیں

رکھتے تھے۔ آپؐ نے کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ اور کبھی کسی کی ضرورت کو پورا کئے بغیر چین نہیں لیا لیکن مسلمانوں کو پوری دلجوئی کے ساتھ محنت کر کے روزی کمانے کی تاکید فرمائی ہے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کو ناپسند فرمایا ہے۔

بھیک مانگنے سے روکنا

آپؐ فرماتے ہیں، "کوئی لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کو بیچے اور اللہ اس ذریعہ سے اس کی آبرو قائم رکھے تو یہ اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔" (بخاری شریف)

ایک مرتبہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہؐ سے (مال کے لئے) سوال کیا تو آپؐ نے انہیں دے دیا' انہوں نے دوبارہ سوال کیا تو آپؐ نے پھر دے دیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا تو آپؐ نے پھر دے دیا' یہاں تک کہ آپؐ کے پاس جس قدر مال تھا سب ختم ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا'

"جب مال ہو گا تو میں اسے تم لوگوں سے بچا نہ رکھوں گا لیکن جو شخص سوال کرنے سے بچے گا اسے اللہ تعالیٰ (غربت سے) بچائے گا اور جو شخص بے پروائی ظاہر کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا' اور جو شخص صبر کرے گا اللہ اسے صابر بنا دے گا' اور دیکھو کسی شخص کو صبر سے زیادہ عمدہ اور وسیع کوئی نعمت نہیں دی گئی۔" (بخاری شریف)

ایک ٹاٹ ہے' ایک پیالہ ہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاریؓ نے آکر آپؐ سے سوال کیا' حضور اقدسؐ نے دریافت فرمایا "تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟" عرض کیا ایک ٹاٹ ہے جس کو آدھے کو بچھا لیتے ہیں اور آدھا اوڑھ لیتے ہیں' اور ایک پیالہ ہے پانی پینے کو۔ آپؐ نے دونوں چیزیں منگائیں اور دو درہم میں نیلام کر دیں اور وہ ان کو دیئے کہ ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر دے آئیں اور دوسرے درہم کا کلہاڑی کا پھل خرید کر لائیں۔ وہ لے کر آئے تو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور فرمایا "جاؤ' لکڑیاں کاٹ کر بیچو۔ پندرہ دن تک تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔" انہوں نے ارشاد کی تعمیل کی اور پندرہویں دن دس درہم کما کر لائے۔ جن میں سے کچھ کا غلہ خریدا کچھ کا کپڑا خریدا۔

اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "یہ اچھا ہے سوال کرنے سے کہ بھیک مانگنے سے قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر داغ ہوتا۔" اس کے بعد آپؐ نے فرمایا "سوال کی صرف تین آدمیوں کے لئے گنجائش ہے' ایک اس شخص کے لئے جس کا فقر ہلاک کرنے والا ہو' دوسرے اس کے لئے جس پر کوئی تاوان سخت پڑ گیا ہو' تیسرے جو دردناک خون کے معاملہ میں پھنس گیا ہو۔"

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ "آدمی سوال کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کے چہرہ پر ذرا سا بھی گوشت نہ رہے گا۔"

حضور اقدسؐ بحیثیت تاجر

رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی کا یہ کمال ہے کہ وہ بیک وقت زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس اعتبار سے دنیا کے تاجروں کے لئے بھی آپؐ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آپؐ نے تجارت کی غرض سے کئی سفر کئے ہیں۔ کبھی شام' تو کبھی یمن۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر شام گئے ہیں اور یوں آپؐ تجارت کے پیچ و خم سے بھی خوب واقف تھے۔ آپؐ کی مبارک زندگی میں تاجروں کے لئے یہ ہدایت ہے کہ وہ لین دین' خرید و فروخت میں خیانت نہ کریں' حسن معاملہ کے خوگر ہوں اور عہد کے پابند ہوں۔

اس سلسلہ میں حضور اقدسؐ کے ایک شریک تجارت ابن سائب بیان کرتے ہیں کہ.....

"میں محمدؐ کے ساتھ کاروبار میں شریک تھا۔ وہ جب سامان تجارت لے کر مکہ سے باہر جاتے تو واپسی پر وہ میرے سامان کی خرید و فروخت کا مکمل حساب پیش کرتے۔ یہاں تک کہ بیرون ملک سے آتے ہی گھر جا کر آرام کرنے یا اپنے اہل خاندان سے ملاقات سے پہلے ہی میرے پاس آجاتے۔ اس کے برعکس جب مال تجارت لے کر ملک سے باہر جانے کی میری باری ہوتی تو میری وطن واپسی پر وہ میرا استقبال کرتے' مجھ سے صرف میری صحت کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اور مال کے سلسلہ میں کبھی ایک حرف زبان پر نہ لاتے۔ مشترکہ کاروبار کے سلسلہ میں ہم دونوں کے درمیان کبھی اختلاف رائے نہیں ہوا۔"

ایفائے عہد کا یہ بلند مقام تھا کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حمساءؓ فرماتے ہیں کہ نبوت سے پہلے میں نے رسول اقدسؐ سے کوئی تجارتی معاملہ کیا تھا۔ ابھی وہ معاملہ پورے طور پر طے نہیں ہوا تھا

کہ میں کسی ضرورت سے وعدہ کر کے چلا آیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ اتفاقاً تین دن تک مجھے اپنا یہ وعدہ یاد نہ آیا۔ تیسرے روز جب مجھے اپنا وعدہ یاد آیا تو میں اس جگہ پہنچا جہاں میں نے آپؐ کو اپنا منتظر بنایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ میرا اسی طرح انتظار فرما رہے تھے۔ میری اس عہد شکنی پر بغیر کسی ناراضی کے ارشاد فرمایا "تم نے مجھے زحمت دی، میں اس مقام پر تین دن سے تمہارا منتظر ہوں۔"

حکم الٰہی میں کسی رائے کو قبول نہ فرماتے تھے

یہ حقیقت ہے کہ جن امور میں حضور اقدسؐ کو وحی کے ذریعہ علم ہوتا تھا ان میں آپؐ کسی مشورہ کو قبول نہ فرماتے تھے، ہمیشہ حکم الٰہی کے پابند رہتے تھے۔

معاہدہ حدیبیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب یہ طے ہوا تو حضرت عمرؓ کو یہ محسوس ہوا کہ یہ صلح دب کر کی گئی ہے، اس لئے وہ جوش اسلام سے بے تاب ہو گئے اور حضور اکرمؐ سے عرض کیا "یا رسول اللہؐ کیا آپؐ پیغمبر حق نہیں ہیں؟" آپؐ نے فرمایا "بے شک ہوں۔" عرض کیا "کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟" ارشاد فرمایا "بے شک ہیں۔" عرض کیا "تو پھر ہم دین کے بارے میں اس قدر کیوں دبتے ہیں؟" آپؐ نے فرمایا "میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا، وہ میری مدد کرے گا۔" حضرت عمرؓ نے عرض کیا "کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم چل کر خانہ کعبہ کا طواف کریں گے؟" آپؐ نے فرمایا "ہاں، لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اس سال کریں گے؟" انہوں نے عرض کیا "نہیں۔" آپؐ نے فرمایا "تو پھر آؤ گے اور طواف کرو گے۔"

حضرت عمرؓ کو اس سوال و جواب سے جب تسکین نہ ہوئی تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان سے بھی یہی کہا۔ اس پر انہوں نے بھی وہی کہا جو رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ آخر میں جب اصل حقیقت سمجھ میں آگئی تو انہوں نے خود اپنی اس عرض و معروض کو گستاخی خیال کیا اور اس کے کفارہ میں صدقہ دیا، روزے رکھے اور غلام آزاد کیا۔

اس سے واضح ہے کہ حکم الٰہی میں آپؐ کسی کی رائے کو قبول نہیں کرتے تھے۔

دوسروں کی رائے کی قدر کرتے تھے

رحمت عالمؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ اپنے ساتھیوں سے مشورہ بھی کرتے تھے۔ یہ اس

لئے کہ ان سے رائے لینے میں ان کا دل بڑھے اور چونکہ آپؐ کا ہر فعل شرعی قانون بن جاتا تھا اس لئے آپؐ کا یہ مشورہ کرنا بھی بعد کے آنے والے خلفاء و امراء کے لئے ایک مثال بن جائے۔

مدینہ منورہ پہنچ کر جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور نماز باجماعت ادا ہونے لگی تو یہ مرحلہ پیش آیا کہ تمام لوگوں کو مسجد میں کیسے جمع کیا جائے۔ اس بارے میں وحی بھی نہیں آئی تھی، اس لئے حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ کی رائے دریافت فرمائی۔ چنانچہ کسی نے یہود و نصاریٰ کی طرح بوق و ناقوس بجانے کی رائے دی، بعض نے نماز کے وقت علم بلند کرنے کی رائے دی، لیکن آپؐ نے ان میں سے کسی رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ آخر میں حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ ایک آدمی کو بھیج کر نماز کا اعلان کرایا جائے تو آپؐ نے ان کی یہ رائے پسند فرمائی اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا، انہوں نے الصلوٰۃ جامعہ کہہ کر پکارا۔ اس کے بعد ایک دن حضور اکرمؐ کو خواب میں اذان کی موجودہ صورت دکھائی گئی اور فیض تاثیر سے بعض دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی اسی قسم کا خواب دیکھا اور آکر آپؐ سے وہ بیان کیا۔ چنانچہ آپؐ نے اسی طریقہ کے مطابق حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا۔

غزوۂ بدر کے موقع پر

حق و باطل کے اس معرکہ میں مسلمانوں نے پانی کے پہلے چشمے کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی حضرت حبابؓ نے، جو اس علاقے کے محل وقوع سے خوب واقف تھے، عرض کیا، یا رسول اللہؐ کیا آپؐ حکم الٰہی سے اس مقام پر لشکر کا پڑاؤ ڈالنا چاہتے ہیں یا حضورؐ کی اپنی رائے ہے؟ ارشاد ہوا، یہ میری رائے ہے۔ عرض کیا، ہم اس چشمے پر اتریں جو قریش کے خیموں سے قریب تر ہو، میرے علم میں ایک ایسا کنواں ہے جس میں پانی بہت زیادہ اور شیریں ہے، ہم وہاں حوض بنا کر پانی کا ذخیرہ کر لیں گے اور اس کے پیچھے جتنے چشمے ہیں انہیں ناکارہ کر دیں گے تاکہ ہمیں پانی دستیاب رہے اور دشمن اس سے محروم رہے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی یہ رائے پسند فرمائی اور پڑاؤ دشمن کے قریب چشمے پر منتقل فرمایا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر

رحمت عالمؐ نے حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے جو معاہدہ طے فرمایا اس کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے حق میں بہت سخت تھیں، جس سے صحابہ کرامؓ بہت شکستہ دل تھے، یہ اس لئے کہ انہیں

وہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف معلوم ہوتی تھیں لیکن حضور اقدسؐ نے جو کچھ کیا وہ رب کریم کے حکم سے کیا تھا۔ اس صورت حال میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ قربانی کریں تو شکستہ دل صحابہؓ نے کچھ تامل کیا جس سے آپؐ رنجیدہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ام سلمہؓ جو آپؐ کے ہمراہ تھیں، انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ یا رسول اللہؐ" مسلمانوں نے آپؐ کا فرمان اچھی طرح نہیں سمجھا، اس لئے آپؐ خود باہر نکل کر قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوائیں۔ چنانچہ آپؐ نے کسی سے کچھ کہے بغیر خود ہی قربانی کی اور احرام اتارا، پھر کیا تھا صحابہ کرامؓ نے جان لیا کہ آپؐ کا فرمان حتمی ہے چنانچہ ان سب نے بھی اسی وقت قربانیاں ادا کیں اور سر کے بال منڈوا دیئے۔

اپنوں سے پیار

رحمت عالمؐ کی یہ شان و عظمت ہے کہ آپؐ اپنوں اور غیروں' سب سے پیار کرتے تھے۔ آپؐ سب کے لئے رحمت ہی رحمت تھے۔ دیکھئے غزوۂ بدر کے خاتمہ پر جو قیدی گرفتار ہوئے ان میں حضور اقدسؐ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے خاوند حضرت ابو العاص بھی شامل تھے۔ جب یہ طے پایا کہ ان سب سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے تو اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیئے بھیجے۔ اس وقت حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لئے جو مال بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے انہیں دیا تھا۔ جب رحمت عالمؐ نے اس کو دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی اور آپؐ آبدیدہ ہو گئے۔ پھر صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ حضرت ابو العاص کو اس شرط پر رہا کر دیا جائے کہ وہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق حضرت زینبؓ کو ہجرت کی اجازت مل گئی۔ لیکن یہ سفر اس قدر کٹھن تھا کہ ان کو بڑی سختی سے روکا گیا یہاں تک کہ کسی نے حضرت زینبؓ کے نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں۔ چونکہ حاملہ تھیں' اس وجہ سے پیٹ سے بچہ ضائع ہوا۔ یہ ایسا سخت زخم تھا جو کئی سال رہا اور آخر جان بھی لے کر رہا۔

وفات کے وقت حضور اقدسؐ یہ فرماتے تھے "وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی' جو میری محبت میں ستائی گئی۔" دفن کے وقت آپؐ خود قبر میں اترے' اس وقت آپؐ بہت رنجیدہ تھے لیکن جب باہر تشریف لائے تو چہرہ کھلا ہوا تھا یہ دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا تو ارشاد ہوا "مجھے زینب کے ضعف کا خیال تھا۔ میں نے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی سختی اس سے ہٹا دی جائے' اللہ نے قبول فرما لی۔"

پاس رضاعت

غزوۂ ہوازن کے دوران رسول اکرمؐ نے مجاہدین سے فرمایا کہ اگر نجدیوں پر قابو پالو تو بنی سعد بنی بکر کے کسی فرد پر سختی نہ کرنا۔ اس وقت دشمن کے تعاقب میں بھیجے جانے والے ایک دستے کو یہ بھی ہدایت دی گئی کہ اگر بجاد نامی شخص (جو بنی سعد بن بکر کا تھا) سے سامنا ہو تو اسے کسی نہ کسی طرح پکڑ لینا۔ آخر وہ گرفتار ہوا اور اس کے اہل و عیال کے ساتھ شیمہ بنت الحارث بھی پکڑی گئیں۔

جب وہ رحمت عالمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو کہنے لگیں' میں آپؐ کی رضاعی بہن

ہوں۔ اس پر حضور اقدسؐ نے ان سے کوئی ثبوت چاہا۔ عرض کیا' ایک مرتبہ جب آپؐ چھوٹے تھے تو میری پشت پر کاٹ لیا تھا اور وہ نشان اب بھی موجود ہے۔ یہ سن کر حضور اقدسؐ کو اپنے بچپن کا یہ واقعہ یاد آگیا۔ پھر آپؐ نے احترام سے اپنی چادر بچھائی اور محبت سے بٹھایا۔ حضرت حلیمہؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر آپؐ ان کو یاد کر کے آبدیدہ ہو گئے۔ پھر رحمت عالمؐ نے اپنی رضاعی بہن سے فرمایا "میرے پاس رہنا چاہو تو عزت سے رکھا جائے گا' اپنے لوگوں میں واپس جانا پسند کرو تو اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔" اس پر انہوں نے اپنے قبیلہ میں رہنے کو پسند فرمایا۔ پھر آپؐ نے انہیں کچھ اونٹ بکریاں اور ایک غلام اور باندی عطا فرمائی۔

راہ حق کے مہاجر

یہ قبیلہ مزنیہ کے عبدالعزیٰ تھے۔ راہ حق میں سب کچھ چھوڑ کر صرف دو کپڑوں کے ساتھ ایمان لانے کی غرض سے حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجا دین (دو کپڑوں والا) رکھا۔ صفہ میں قیام تھا۔ دن رات قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کے قدرے بلند آواز سے تلاوت کرنے کے بارے میں عرض کیا تو حضور اقدسؐ نے فرمایا' "اسے کچھ نہ کہو' وہ راہِ حق کا مہاجر ہے' سب کچھ تج کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف آیا ہے۔"

غزوۂ تبوک کے موقع پر ذوالبجا دین نے عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ" دعا فرمائیں کہ مجھے راہ حق میں شہادت نصیب ہو۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "کسی درخت کی تھوڑی سی چھال اتار لاؤ۔" چنانچہ وہ کیکر کے پیڑ سے چھال لے آئے۔ اب حضور اقدسؐ نے ان کے ہاتھ پر اسے باندھتے ہوئے فرمایا' "اے اللہ' میں دشمنوں پر اس کا خون حرام کرتا ہوں۔"

یہ سن کر وہ بولے' اے اللہ کے رسولؐ" یہ کیا؟ ارشاد ہوا' "آدمی جہاد کے راستہ میں ہو اور مر جائے تو بھی شہید ہے۔" یہ بات تبوک پہنچ کر سمجھ میں آئی۔ عبداللہ ذوالبجادین بخار میں مبتلا ہوئے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نصف شب کو جاگا تو لشکر کے ایک کنارے پر چراغ جلتا دیکھا' اس طرف گیا تو دیکھا کہ ایک قبر کھودی جا رہی ہے۔ رسول اللہؐ خود اس

میں اترے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "اپنے بھائی کو میری طرف کرو۔" حضرت بلال حبشیؓ چراغ پکڑے ہوئے تھے۔ تدفین مکمل ہو چکی تو دعا فرمائی.....

"الٰہی، میں آج کی شام تک اس سے خوش تھا تو بھی راضی ہو جا۔"

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا سنی اور یہ کیفیت دیکھی تو دل نے بے اختیار کہا، "کاش! اس لحد میں لٹایا جانے والا میں ہوتا۔"

پہلی غائبانہ نماز جنازہ

ایک دن حضور اقدسؐ صحابہ کرامؓ کو باہر نماز پڑھنے کی جگہ لے گئے، صفیں سیدھی فرمائیں اور نماز جنازہ کی نیت کی اور چار تکبریں کہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے کس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ فرمایا:

"تمہارے بھائی نجاشی کی، جو آج فوت ہوا ہے۔"

والدہ سے محبت

رحمت عالمؐ کی عمر مبارک چھ سال تھی کہ دوران سفر بدر کے قریب ابواء کے مقام پر آپؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بیمار ہوئیں اور دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اس وقت حضور اقدسؐ کے قلب اطہر پر کیا گزری ہو گی یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ایک مدت کے بعد آپؐ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب ابواء سے گزرے تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا "اللہ نے محمد کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی۔"

پھر آپؐ والدہ محترمہ کی قبر پر حاضر ہوئے، قبر کو درست فرمایا اور بے اختیار روئے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرامؓ بھی رونے لگے۔

حضرت حلیمہؓ سے محبت

یہ حضور اقدسؐ کی رضاعی والدہ تھیں۔ وہ جب بھی آتیں آپؐ ان کا بڑا احترام فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح ہو جانے کے بعد تشریف لائیں اور اپنے علاقہ کی خشک سالی اور جانوروں کی ہلاکت کے بارے میں فرمایا تو حضور اقدسؐ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو متوجہ فرمایا، انہوں

نے چالیس بکریاں اور ساز و سامان خورد و نوش سے لدا ہوا اونٹ عطا فرمایا۔

حضرت عمرؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون آئیں اور آپؐ سے ملنے کی اجازت چاہی۔ جب آنحضرتؐ نے انہیں دیکھا تو بے اختیار "میری ماں' میری ماں" کہتے ہوئے اٹھے' اپنی چادر بچھا کر انہیں بٹھایا' فرط محبت سے اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھا اور ماں ماں کہتے رہے' پھر ان کی ہر ضرورت پوری فرمائی۔

حضرت ام ایمنؓ سے محبت

یہ حبشی کنیز تھیں جو حضرت آمنہ کی وفات کے وقت بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اس وقت انہوں نے ہی آپؐ کو سینہ سے لگایا اور ماں کی طرح نگراں رہیں۔ حضور اقدسؐ اکثر یہ فرماتے تھے کہ یہ خاتون میری والدہ کے بعد میری ماں ہیں۔ آپؐ جب بھی حضرت ام ایمن کو دیکھتے کہ امی امی پکارتے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔

حضور اقدسؐ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو یہ بھی آپؐ کی تصدیق کرنے والوں میں شامل تھیں۔ ان کے پہلے شوہر کی وفات کے بعد حضور اقدسؐ نے اپنے پیارے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے ان کی شادی کروائی' حضرت اسامہ ان ہی کے فرزند تھے' جنہیں آپؐ اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح چاہتے تھے۔

حضرت ثوبیہؓ

یہ وہ عظیم خاتون ہیں جنہوں نے حضور اقدسؐ کو چند روز دودھ پلایا ہے۔ آپؐ ان کے اس احسان کو کبھی نہیں بھولتے۔ ان کے لئے مدینہ منورہ سے روپے اور کپڑے بھیجتے تھے اور ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

ہجرت کے چھٹے سال جب حضور اقدسؐ نے خیبر فتح فرمایا اس وقت ان کی وفات کی خبر ملنے پر آپؐ بہت رنجیدہ ہوئے۔ اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے حضرت ثوبیہؓ کے فرزند مسروح کہ جس نے آپؐ کے ساتھ دودھ پیا تھا' اس کا حال دریافت فرمایا لیکن کچھ پتہ نہ ملا۔ پھر حضرت ثوبیہؓ کے دوسرے رشتہ داروں کا حال دریافت فرمایا مگر اس وقت ان میں سے کوئی بھی دنیا میں موجود نہ تھا۔

حضرت سعدؓ ابن معاذ کی وفات کے موقع پر

غزوۂ خندق میں ایک تیر لگنے سے حضرت سعدؓ ایسے شدید زخمی ہوئے کہ آخر اسی میں وفات پائی۔ اس وقت حضورؐ کی یہ کیفیت تھی کہ ان کا سر اپنے زانوؤں پر رکھے بیٹھے تھے اور اگرچہ آپؐ کسی پر روتے نہیں تھے مگر کبھی غم زیادہ ہوتا تو اپنی داڑھی مبارک پکڑ لیتے تھے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا' سعد ابن معاذ کی موت سے عرش ہل گیا' آسمان کے تمام دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے ہیں۔

قابل رشک شہادت

حضرت وہبؓ قبول اسلام کے بعد سیدھے غزوۂ احد میں اس شان سے شریک ہوئے کہ تین بار حضور اقدسؐ کے یہ فرمانے پر کہ "اس کے مقابلہ میں کون آتا ہے؟" تو ہر بار وہ آگے بڑھے اور مشرکین کے جتھے کو منتشر کردیا۔ آخر میں مشرکین چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے اور ہر طرف سے نرغہ میں لے کر نیزوں اور تلواروں کی بارش شروع کردی' اس حال میں بھی برابر لڑتے رہے اور آخر شہادت سے سرفراز ہوئے۔ شہادت کے بعد جب ان کی نعش لائی گئی تو معلوم ہوا کہ مشرکین نے نہایت بری طرح مثلہ کیا تھا۔ یہ حالت تھی کہ قریب جاکر نظر ڈالنے کی ہمت نہ پڑتی تھی' اس وقت رحمت عالمؐ پر ان کی شہادت کا نہایت سخت اثر تھا۔ آپؐ دفن تک ان کے پیروں کی طرف کھڑے رہے اور قبر میں رکھنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے سرخ بوٹوں کی چادر کھینچ کر اڑھائی چونکہ چادر چھوٹی تھی اور پاؤں کھلے رہ گئے تھے اس لئے حضورؐ نے ان پر حرملہ ڈلوائی پھر اپنے ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک کرکے واپس ہوئے۔

دنیا کو نئی زندگی ملی

رحمت عالمؐ کا یہ عظیم احسان ہے کہ آپؐ کی آمد سے دنیا کو اک نئی زندگی ملی ورنہ آپؐ سے پہلے لوگ غفلت کی نیند سو رہے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ سوتے میں جو عمر کٹی وہ کیا عمر ہے؟ خود کشی میں جو وقت گزرا وہ کیا زندگی ہے؟ اس اعتبار سے موجودہ دنیا کی کام کی عمر چودہ سو برس سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ذرا اس تاریک دور کو سامنے رکھئے کہ انسانیت کی کس قدر بری حالت تھی۔ وہ عرصہ دراز سے ایمان و یقین کی دولت سے محروم ہو چکی تھی' ہر طرف توہم پرستی غالب تھی۔ انسان نے اپنے غلاموں

اور خادموں کے سامنے سر جھکایا تھا' اس کو ایک اللہ کے سوا سب کے سامنے جھکنا منظور تھا۔ حرام اس کے منہ کو لگ گیا تھا۔

بادشاہوں کا یہ حال تھا کہ دوسروں کے خون پر پلتے تھے۔ بستیاں اجاڑ کر خوش ہوتے تھے' ان کے کتے موج کرتے تھے اور انسان دانے دانے کو ترستے تھے۔ ان غریبوں پر ایسے بھاری ٹیکس لگے ہوئے تھے کہ ان کی کمر ٹوٹی جاتی تھی۔ بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ سب فکر و غم میں گرفتار تھے۔ ہر طرف ظلم کا دور دورہ تھا۔ پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا۔ انسانیت کا بدن داغ داغ تھا۔ دنیا کی اصلاح انسانوں کے بس سے باہر تھی۔

فلسفی' حکیم' شاعر و ادیب سب ناکام ہو چکے تھے۔ اس لئے کہ سب بیمار تھے اور بیمار' بیمار کا کس طرح علاج کر سکتا ہے؟ جو خود ایمان و یقین سے خالی ہو' وہ دوسروں میں کس طرح یقین پیدا کر سکتا ہے؟ جو خود پیاسا ہو' وہ دوسروں کی کس طرح پیاس بجھا سکتا ہے؟ انسانیت کی قسمت پر بھاری تالا لگا ہوا تھا اور کنجی گم تھی۔ زندگی کی ڈور الجھ گئی تھی اور سرا نہ ملتا تھا۔

نور ہی نور پھیل گیا

اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں رب کریم نے انسانیت پر یہ کرم کیا کہ حضور اقدس ؐ کو رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجا۔ پھر کیا تھا' ہر طرف نور ہی نور پھیل گیا۔ آپ ؐ نے زندگی کا سلیقہ سکھایا' بھٹکے انسانوں کو ان کے خالق و مالک سے ملا دیا' اس کی عبادت و اطاعت میں لگا دیا' اس کی محبت میں رونا سکھا دیا۔ لیکن اس کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا' محبوب وطن کو چھوڑا' پیٹ پر پتھر باندھے' گھر والوں کو بھی فقر و فاقہ میں شریک رکھا' دنیا کی ہر قربانی میں' ہر خطرے میں پیش پیش رہے اور ہر فائدہ اور ہر لذت سے دور رہے اور ہر گھڑی امت کے غم میں پھرتے رہے' ان کی ہدایت کے لئے رب کریم کی جناب میں روتے رہے۔ تیس برس دن رات محنت کرتے رہے' رب کریم کے احکامات سناتے رہے' اور ایک ایسا پیارا نمونہ قائم کر کے دکھایا کہ دنیا کا رخ پلٹ گیا' نیکی کا رجحان پیدا ہو گیا۔ اچھے برے کی تمیز پیدا ہو گئی۔ اللہ کی عبادت و اطاعت کا راستہ کھل گیا۔ انسان کو انسان کے سامنے اور اپنے خادموں کے سامنے جھکنے میں شرم محسوس ہونے لگی۔ اونچ نیچ دور ہوئی' قومی و نسلی غرور ٹوٹا' عورتوں کو حقوق ملے' کمزوروں اور بے بسوں کو سہارا ملا۔

دنیابدل گئی

غرض دیکھتے دیکھتے دنیابدل گئی۔ جہاں پورے ملک میں ایک اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نظرنہ آتا تھا' وہاں لاکھوں' اندھیرے اجالے میں اللہ سے ڈرنے والے پیدا ہوگئے' جو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے' جو دشمن کے ساتھ بھی عدل کرتے تھے' جو حق کے معاملے میں اپنی اولاد کی بھی پروانہ کرتے تھے' جو اپنے خلاف بھی گواہی دینے کو تیار رہتے تھے' جو دوسروں کے آرام کی خاطر مصیبت برداشت کرتے تھے' جو کمزوروں کو طاقتور پر ترجیح دیتے تھے' جو رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار تھے' جو دولت' حکومت' خواہشات سب پر حاکم تھے' سب پر غالب تھے اور صرف وحدہ لاشریک کے محکوم تھے' صرف اس کے بندے اور غلام تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس دنیا کو ایک پیاری تہذیب کا درس دیا' ایمان ویقین' روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بھر دیا۔

پھر کیا تھا' دنیا کا رخ بدل گیا' انسان کیا بدلا' جہاں بدل گیا۔ یہ عظیم انقلاب سرور کونینؐ کے دم سے برپا ہوا۔ اگر اس دنیا سے وہ سب لے لیا جائے جو محمد رسول اللہؐ نے اس کو عطا کیا ہے تو انسانی تہذیب ہزاروں برس پیچھے چلی جائے گی' وہ پھر ایک بار اندھیروں میں گم ہو جائے گی۔

عرب کی کایا پلٹ گئی

رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی پر غور کیا جائے تو بعثت کے بعد آپؐ ۲۳ سال اس دنیا میں رہے۔ اس دوران عرب معاشرہ میں جو انقلاب برپا ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ کوئی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بگڑا ہوا معاشرہ اس قدر پاکیزہ بھی ہو سکتا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ قبائلی زندگی کی بدولت ان میں ہر وقت آپس میں قتل وغارتگری رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں یتیموں کی کثرت تھی۔ مگر ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ وہ اپنے باپ کی وراثت سے بھی محروم رہتے تھے اور سنگدل عرب ہمیشہ ان سے ظالمانہ سلوک کرتے تھے' چنانچہ قرآن مجید میں ان کی اس بدسلوکی کا کئی مقام پر ذکر ہوا ہے۔

پھر جب رحمت عالمؐ کے طفیل عربوں کو ہدایت نصیب ہوئی تو وہی دل جو ان یتیموں کے لئے پتھر سے زیادہ سخت تھے' وہ موم سے زیادہ نرم ہوگئے۔ ہر صحابیؓ کا گھر ایک یتیم خانہ بن گیا۔ ایک ایک یتیم

کے لطف و شفقت کے لئے کئی کئی ہاتھ بڑھنے لگے اور ہر ایک اس کی پرورش کے لئے اپنی آغوش محبت کو پیش کرنے لگا۔

بدر کے یتیموں کے معاملہ میں حضرت فاطمتہ الزہرہؓ اپنا دعویٰ اٹھالیتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے خاندان اور انصار وغیرہ کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جا کر دل و جان سے پالتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی یتیم بچہ کو ساتھ لئے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

قتل اولاد کی رسم ختم ہوئی

رحمت عالمؐ کی تعلیم و تربیت کے طفیل یہ بھی فائدہ ہوا کہ قتل اولاد کی ظالمانہ رسم ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ یہ وہ رسم بد تھی جس نے کئی گھر اجاڑ دیئے تھے۔ یہ رسم جس سنگدلی کے ساتھ انجام دی جاتی تھی اس کا افسوسناک نقشہ سنن دارمی میں یوں پیش کیا گیا ہے.....

"ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمت اقدسؐ میں آکر عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ' ہم لوگ جاہلیت والے تھے' بتوں کو پوجتے تھے اور اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ میری ایک لڑکی تھی جب میں اس کو بلاتا تو وہ دوڑ کر میرے پاس آتی' ایک دن وہ میرے بلانے پر خوش خوش دوڑتی آئی۔ میں آگے بڑھا اور وہ میرے پچھلے چلی آئی۔ میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ جب ایک کنوئیں کے پاس پہنچا' جو میرے گھر سے کچھ دور نہ تھا' جب لڑکی اس کے قریب پہنچی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا اور وہ ابا ابا پکارتی رہی اور یہی اس کی زندگی کی آخری آواز تھی۔

اس درد بھرے واقعہ کو سن کر حضور اقدسؐ آنسو ضبط نہ کر سکے۔ اس پر ایک صحابیؓ نے ان صاحب کی ملامت کی کہ تم نے حضور اقدسؐ کو غمگین کر دیا۔

ارشاد فرمایا "اس کو چھوڑو کہ جو مصیبت اس پر پڑی ہے وہ اس کا علاج پوچھنے آیا ہے۔" پھر ان صاحب سے فرمایا "ہاں' تم اپنا قصہ پھر سناؤ۔" انہوں نے دوبارہ بیان کیا۔ اس وقت آپؐ کی یہ حالت ہوئی کہ روتے روتے ریش مبارک تر ہو گئی پھر آپؐ نے فرمایا' "جاؤ کہ جاہلیت کے گناہ اسلام کے بعد معاف ہو گئے۔ اب نئے سرے سے اپنا عمل شروع کرو۔"

یہ رسم اگرچہ پورے عرب میں پھیلی ہوئی تھی مگر بنو تمیم میں اس کا رواج سب سے زیادہ تھا۔ بنو تمیم کے رئیس قیسؓ بن عاصم جب اسلام لائے تو عرض کیا' یا رسول اللہؐ' میں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ

لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا' "اے قیس' ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرو۔" عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ میرے پاس اونٹ ہیں۔ ارشاد فرمایا' "اے قیس ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ قربانی کرو۔" (تفسیر ابن جریر و ابن کثیر)

پھر اس سے زیادہ سنگدلی اور کیا ہوگی کہ مائیں خود اپنی بچیوں کو اپنے ہاتھ سے اس قربانی کے لئے پیش کرتی تھیں۔

اس رسم ظالمانہ کو مٹانے کے لئے جہاں رحمت عالمؐ نے مختلف تدبیریں فرمائی ہیں وہاں قرآن مجید کی ایک مختصر آیت نے وہ کام کیا ہے جو دنیا کی بڑی بڑی تصنیفات بھی نہیں کر سکتی اس کو اس طرح سمجھئے کہ "قیامت کی عدالت قائم ہوگی۔ اعمالنامے پیش کئے جائیں گے کہ وہ معصوم بچیاں بھی حاضر ہوں گی۔ اس وقت رب ذوالجلال ان سے پوچھے گا' اے ننھی معصوم جانو' تم کس جرم میں ماری گئیں۔ ارشاد ہوگا۔ و اذ لموء ودة سئلت بای ذنب قتلت "یاد کرو جب (قیامت میں) زندہ دفن ہونے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا' "تو کس جرم میں ماری گئی۔"

غور فرمائیں کس قدر بلیغ اور موثر طرز ادا ہے۔ اس کا یہ اثر تھا کہ یا تو لوگ بچیوں کو خود اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کر رہے تھے یا یہ زمانہ آیا کہ ادائے عمرہ کے موقع پر حضور اقدسؐ مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے ہیں کہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی یتیم بچی امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھی چچا چچا کہتی دوڑتی آتی ہے کہ اسی وقت حضرت علیؓ اس کو ہاتھوں میں اٹھا لیتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہراؓ کے حوالہ کرتے ہیں کہ یہ لو' تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ اس پر اسی وقت حضرت جعفر طیارؓ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ بچی مجھ کو ملنی چاہئے۔ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے۔ اس وقت حضرت زیدؓ بھی آگے بڑھ کر عرض کرتے ہیں "حضورؐ یہ لڑکی مجھ کو ملنی چاہئے کہ حمزہ میرے دینی بھائی تھے۔" حضرت علیؓ کا دعویٰ ہے کہ یہ میری بہن بھی ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے۔

حضور اقدسؐ یہ پیارا منظر دیکھ رہے ہیں پھر یہ کہہ کر اس کی خالہ کی گود میں دیتے ہیں کہ.....

"خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔"

کیا یہ وہی بچی نہیں کہ جس کا وجود شرم و عار سمجھا جاتا تھا' جس کی پیدائش کی خبر سن کر باپ کا چہرہ سیاہ ہو جاتا تھا' وہ مارے شرم کے لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا' پھر رحمت عالمؐ کے طفیل یہ انقلاب برپا ہوا کہ

ایک ایک بچی کی پرورش کے لئے نہ جانے کتنے ہاتھ بڑھتے تھے۔

حرمت شراب

سب جانتے ہیں کہ شراب نوشی عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ وہ پانی کی طرح شراب پیتے تھے۔ ان میں جن کے پاس بہت پرانی شراب ہوتی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی شاعری شراب کی تعریف سے بھرپور تھی۔

اس حال میں جب وحی الٰہی کے ذریعہ شراب نوشی پر پابندی عائد ہوئی تو حضور اقدسؐ نے اپنے قریب ایک صحابیؓ کو حکم دیا کہ جاکر اعلان کردو کہ شراب حرام ہوگئی ہے۔

جب یہ منادی حضرت ابو طلحہؓ کے مکان پر سے گزرے تو اس وقت ان کے مکان پر ناؤ نوش کی محفل جمی تھی انہوں نے حضرت انسؓ بن مالک سے کہا' ذرا سننا کیا اعلان ہے؟ معلوم ہوا کہ شراب کی حرمت کا اعلان ہے۔ پھر کیا تھا اسی وقت حکم دیا کہ شراب کے مٹکے اٹھاؤ اور باہر لے جاکر توڑ دو۔

اس دن مدینہ منورہ کی گلیوں کی یہ حالت تھی کی ہر طرف شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ منادی کی آواز سن کر ہونٹوں سے لگے جام پھینک دیئے گئے۔ اس کے بعد پھر کبھی کسی نے اس "ام الخبائث" کو منہ تک نہیں لگایا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اقدسؐ دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ آپؐ کے ادنیٰ اشارہ پر صحابہ کرامؓ جانیں نچھاور کردیتے تھے۔

شاہ حبشہ کے دربار میں

اب ذرا اس تقریر پر بھی غور فرمائیں کہ حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں....

" اے بادشاہ' ہم جاہیلت میں بری قوم تھے' بت پرست اور مردار خور تھے' بے حیائی کے کام کرتے تھے اور قطع رحمی کرتے تھے ہمسایوں کا کوئی حق نہ پہچانتے تھے' طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔

ہم اس حال میں تھے کہ اللہ نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا۔ جس کے حسب و نسب' صداقت و دیانت' تقویٰ اور پاک دامنی سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کی توحید کے قائل ہوں' اس کی عبادت کریں' پتھروں اور بتوں کی پوجا چھوڑ دیں جن کی

پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے۔

اس نے ہمیں راست گوئی' امانت داری' صلہ رحمی' حقوق ہمسائیگی اور عہد و پیمان کی پاسداری کا حکم دیا' حرام افعال اور خونریزی سے منع کیا۔ اس نے ہمیں تاکید کی کہ بے حیائی سے بچو' جھوٹ نہ بولو' یتیموں کا مال نہ کھاؤ' پاکدامن عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگاؤ' وعدے پورے کرو' گناہوں سے دور رہو۔ اس نے حکم دیا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز پڑھو' زکوٰۃ دو' روزے رکھو۔ اس نے جس چیز کو حرام بتایا ہم نے حرام جانا' جس چیز کو حلال بتایا ہم نے اسے حلال جانا۔

ہم اس پر ایمان لائے' شرک اور بت پرستی چھوڑ دی' برے کاموں سے باز آئے' اس پر ہماری قوم ہماری جانی دشمن ہو گئی اور ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ ہم وحدہ لاشریک کی عبادت چھوڑ دیں اور لکڑی' پتھر کی مورتیں پوجیں۔

ہم نے قوم کے ہاتھوں بہت ظلم سہے۔ انہوں نے ہماری زندگی اجیرن کر دی ہے' ہمارے دین کے راستے میں حائل ہو گئے ہیں۔ آخر مجبور ہو کر ہم آپ کے ملک میں آئے ہیں۔ دوسروں کی بجائے آپ کے ہاں پسند کیا اور آپ کی پناہ لی' اس امید پر کہ شاہا' یہاں ہم پر ظلم نہ ہو گا۔"

سب سے بڑا معجزہ

رحمت عالمؐ کا یہ سب سے بڑا معجزہ ہے کہ آپؐ کے طفیل تیئس سال کے قلیل عرصے میں عرب کی کایا پلٹ ہو گئی۔ وہ کہ جن کے دلوں میں جہل تھا ان میں علم بھر گیا' جن کے دلوں میں ظلم و ستم بھرا ہوا تھا ان میں عدل و انصاف بھر گیا' جن کے دلوں میں سنگدلی اور بے رحمی بھری ہوئی تھی ان میں عالمگیر اخوت پیدا ہو گئی' وہ جو دنیا کی قوموں کی نگاہوں میں ذلیل تھے حاکم بن گئے۔

ایک زمانہ تھا کہ جو چند سکوں کے لئے دوسروں کی جان لینے سے ڈرتے نہیں تھے اب ان کے سامنے خزانے موجود تھے' تخت و تاج بھی موجود تھے لیکن ان کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتے۔

کیا نیک مشورہ دیا ہے

حضرت جابر بن عبداللہؓ لکھ پتی لوگوں میں تھے۔ ایک دن گھر تشریف لائے تو چہرہ پر اداسی چھائی

ہوئی تھی- یہ دیکھ کر بیوی نے کہا' آج آپ کچھ اداس ہیں' کیا بات ہے؟ فرمایا' خزانے میں روپے زیادہ ہو گئے ہیں' جس سے میرے دل پر بوجھ پڑ رہا ہے اور پریشانی ہو رہی ہے- بیوی بھی آخر صحابیہؓ تھیں' کہنے لگیں' پھر ان کو غرباء میں تقسیم کر دو- یہ سن کر وہ کہنے لگے' واقعی کیسی اچھی بات بتائی ہے' میرے ذہن میں ہی نہیں تھی-

چنانچہ اسی وقت خادم کو حکم دیا کہ ان کو تقسیم کر دو- پھر رات بھر روپیہ تقسیم ہوتا رہا' مدینہ کی ایک ایک گلی میں پہنچا- صبح کو جب حساب لگایا تو کوئی چھ لاکھ روپیہ رات بھر میں تقسیم ہوا تھا- اس پر حضرت جابرؓ نے اپنی اہلیہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا "کیا نیک مشورہ دیا- میرا دل ہلکا ہو گیا-"

یہ سب رحمت عالمؐ کی تعلیم و تربیت کا فیضان تھا کہ وہ اتنے بلند مقام پر پہنچے کہ آج تمام اہل سنت و الجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ متقین و پاکباز ہیں اور ان کی نیتیں بخیر ہیں اور پوری امت میں کوئی بھی صحابیت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا-

یہ فیضان نظر تھا

رحمت عالمؐ کی بلند شان کی سب سے بڑی دلیل' آپؐ کے بے لوث ساتھی بھی ہیں- وہ سراسر آپؐ کے عشق میں ڈوبے ہوئے تھے- آپؐ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی جانیں نچھاور کر دیتے تھے-

ذرا غور فرمائیں کہ ان کی زندگی میں یہ تبدیلی کیونکر ہوئی حالانکہ انہوں نے کبھی کسی مکتب سے تعلیم بھی حاصل نہیں کی تو یہ حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ رحمت عالمؐ کے فیضان کا ثمرہ تھا- جب وہ اس نور سے منور ہوئے تو سب سے بڑھ کر عالم بنے' سب سے بڑھ کر عادل بنے' سب سے بڑھ کر با اخلاق بنے- کل تک جن کا نام مشرکین مکہ اور جہلائے عرب تھا' اب ان کا نام صحابہ کرامؓ ہو گیا- کل تک جس زمانہ کا نام زمانہ جاہلیت مشہور تھا اب اس کا نام "خیر القرون" ہو گیا- اب ذرا ان برگزیدہ ہستیوں کی عظیم قربانیاں بھی دیکھیں-

شوق شہادت

حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر کا ابھی ابھی نکاح ہوا ہے- بیوی سے ملے ہی تھے کہ جہاد کا اعلان ہوا تو اسی وقت میدان جنگ میں چل دیئے- وہاں ابو سفیان سے مقابلہ ہوا' وہ اس کو اٹھا کر مارنا چاہتے تھے کہ

اتنے میں ابن شعوب نے دیکھ لیا۔ وہ اس تیزی سے ان پر جھپٹا کہ ان کا سر دھڑ سے جدا ہو گیا۔

شہادت کے بعد رحمت عالمؐ نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔ چنانچہ واپسی پر حضور اقدسؐ نے تحقیق فرمائی تو معلوم ہوا کہ وہ جنابت کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔

یہ جرات و ہمت کس نے دی

غزوۂ احد میں جب پانسہ پلٹا تو جہاں چند سرفروشوں نے عشق و محبت کا حق ادا کر دیا وہاں حضرت ام عمارہؓ نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اور اسی نسبت سے وہ "خاتون احد" کے لقب سے مشہور ہیں۔

اس پریشانی کے عالم میں وہ مشکیزہ پھینک کر تلوار لئے رحمت عالمؐ کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔ اس حال میں ایک مشرک تیزی سے ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کا ہاتھ زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اپنے ہاتھ سے بیٹے کا زخم باندھا اور فرمایا' "جاؤ' اور جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو۔"

اس وقت ان کی یہ جانثاری دیکھ کر حضور اقدسؐ نے فرمایا'

"عمارہ' جتنی طاقت تم میں ہے وہ کسی اور میں کہاں ہو گی۔"

اس غزوہ میں ایک بدبخت نے رحمت عالمؐ پر ایک ایسا سخت وار کیا کہ آپؐ کے رخسار مبارک سے خون کی دھاریں بہنے لگیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ام عمارہؓ بے تاب ہو گئیں۔ انہوں نے اسی وقت بڑھ کر اس پر ایک بھرپور وار کیا مگر وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب اس نے جو وار کیا تو ان کا کندھا شدید زخمی ہو گیا۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ اس ظالم کی طرف بڑھیں تو وہ فوراً بھاگ گیا۔

یہ منظر دیکھ کر رحمت عالمؐ خود ان کے زخم پر پٹی بندھواتے ہیں اور کئی بہادر صحابہؓ کے نام لے کر فرماتے ہیں' "واللہ' آج ام عمارہ نے ان سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی ہے۔"

اس پر حضرت ام عمارہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ' میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' میرے لئے دعا فرمائیں کہ جنت میں بھی آپؐ کا ساتھ نصیب ہو۔ چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی' "اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنہ" اس پر وہ بے اختیار کہنے لگیں'

"اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں ہے۔"

صبر و استقامت

حضرت اسماءؓ کو رب کریم نے وہ جرأت و ہمت اور صبر و استقامت عطا فرمائی تھی کہ جب ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ حجاج بن یوسف سے لڑ رہے تھے کہ اس دوران اپنی والدہ کی بیمار پرسی کے لئے آئے۔ خیر و عافیت معلوم کرنے کے بعد کہنے لگے "مرنے میں بڑا لطف ہے۔"

یہ سن کر حضرت اسماءؓ نے فرمایا' شاید تمہیں میرے مرنے کی آرزو ہے' لیکن میں چاہتی ہوں کہ جب تک یہ دو باتیں پیش نہ آجائیں میں مرنا پسند نہ کروں گی یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں تم پر صبر کروں اور یا تم فتح حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

پھر وہ گھڑی بھی آپہنچی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہوئے' اور حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اسماءؓ حجاج سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں.....

"کیا اس سوار کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سخاوت

ان کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے تو اسی وقت غریبوں میں تقسیم کر دیئے۔ اس دن آپ روزہ سے تھیں۔ شام ہوئی تو خادمہ نے عرض کیا' کیا اچھا ہوتا کہ آپ نے اس رقم میں سے افطار کے لئے کچھ گوشت ہی خرید لیا ہوتا۔ فرمایا'

"تم نے یاد دلایا ہوتا۔"

موطا امام مالکؒ میں ہے کہ ایک دن حضرت عائشہؓ روزہ سے تھیں۔ اس وقت گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی تو خادمہ سے کہا' یہ روٹی سائلہ کو دے دو۔ خادمہ نے عرض کیا' شام کو افطار کس چیز سے کیجئے گا؟ فرمایا' یہ تو اسے دے دو۔

شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت ہدیتہً بھیج دیا۔ اس وقت آپ نے خادمہ سے کہا:

"دیکھو اللہ نے روٹی سے بہتر چیز بھیج دی۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی سخاوت

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ نے ایک ہی وقت میں بیس ہزار درہم تقسیم کر دیئے۔ اتنے میں کچھ اور لوگ بھی آئے تو انہوں نے ابھی جن میں تقسیم کئے تھے ان سے

قرض لے کر ان کی بھی مدد کی۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک اعرابی ملے۔ آپؓ نے ان کو سلام کیا اور سواری کا گدھا اور سر کا عمامہ اتار کر انہیں دے دیا۔ اس وقت ابن دینار بھی ان کے ساتھ تھے' کہنے لگے' اللہ تعالیٰ تم کو اور توفیق دے مگر یہ اعرابی تو معمولی چیزوں سے بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا' "ان کے والد' میرے والد کے دوست تھے اور میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے والد کے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے۔"

صدیق اکبرؓ کا احتیاط فرمانا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہ شان ہے کہ خلافت کے امور انجام دینے کے لئے اپنی تجارت بھی چھوڑ دی اور ایک مہاجر کو جو وظیفہ ملتا تھا اس پر گزر بسر کرتے تھے۔

پھر اس میں بھی یہ احتیاط تھی کہ وصال کے وقت حضرت عائشہؓ کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کے حوالہ کر دی جائیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں تھا۔ ایک اونٹنی دودھ کی' ایک پیالہ اور ایک خادم تھا۔ یہ سب جب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے فرمایا'

" اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے کہ اپنے بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے۔"

خوف خدا

صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ وہ ہر وقت خوف خدا سے لرزتے تھے۔ اکثر اس کی یاد میں روتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اپنے رب سے اس قدر ڈرتے تھے کہ فرماتے تھے "کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا' کوئی گھاس ہوتا کہ جانور کھا لیتے۔"

حضرت حنظلہؓ کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ اپنے گھر سے یہ کہتے ہوئے چلے کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ راستہ میں حضرت ابوبکرؓ ملے تو ان سے بھی یہی کہا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ اس پر انہوں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ' ابھی ابھی رسول اللہؐ کے خطبہ میں جنت و دوزخ کا منظر دیکھ کر گھر آیا اور آتے ہی سب کو بھلا کر بیوی بچوں اور مال و دولت کی دلچسپیوں میں مشغول ہو گیا۔

یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ بولے کہ ' میرا بھی یہی حال ہے- پھر یہ دونوں حضرات رسول اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کیفیت بیان کی- اس پر آپؐ نے فرمایا'

" حنظلہ ' اگر تم لوگ اسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جس حالت میں میرے پاس اٹھ کر گئے تھے تو فرشتے تمہارے جلسہ گاہوں ' تمہارے راستوں اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے لیکن حنظلہ ان چیزوں کا اثر گھڑی دو گھڑی رہتا ہے-"

یہ کمال احتیاط

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بحرین سے مشک آیا تو فرمایا "کوئی اس کو تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا-" اس پر ان کی اہلیہ حضرت عاتکہؓ نے عرض کیا' میں تول دوں گی- مگر وہ خاموش رہے- پھر فرمایا' کوئی اس کو تول دیتا کہ میں تقسیم کر دیتا- اس بار بھی ان کی اہلیہ نے یہی عرض کیا مگر وہ پھر خاموش رہے- اس کے بعد فرمایا' مجھے یہ پسند نہیں کہ تم اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھو اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرو اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو-

ایک اور موقع پر سفر بیت المقدس میں لوگوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو ترکی گھوڑا اور عمدہ لباس پیش کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ

" اللہ نے ہمیں جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور یہی ہمارے لئے کافی ہے-"

امیر المومنین اپنے دوست کو خوشخبری دیجئے

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دوران گشت یہ دیکھا کہ ایک خیمہ لگا ہوا ہے اور ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں- انہوں نے سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ خیمہ سے یہ آواز کیوں آ رہی ہے؟ ان صاحب نے کہا' عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے- اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا' کوئی دوسری عورت پاس نہیں ہے؟ کہنے لگے' کوئی نہیں ہے-

چنانچہ حضرت عمرؓ وہاں سے اٹھے' سیدھے مکان پر تشریف لائے اور اپنی اہلیہ حضرت ام کلثومؓ سے فرمایا' ایک بڑے ثواب کا کام تمہارے لئے آیا ہے- پوچھا' کیا؟ بتایا کہ ایک گاؤں کی رہنے والی بے چاری تنہا ہے اور وہ درد زہ میں مبتلا ہے- اس پر حضرت ام کلثومؓ نے فرمایا' اگر آپ کی صلاح ہو تو میں

تیار ہوں۔ پھر یہ دونوں سب ضروری چیزیں لے کر اس خیمہ پر پہنچے۔ وہاں حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور حضرت عمرؓ نے آگ جلائی اور ہانڈی رکھ کر دانے ابالے، گھی ڈالا۔

اس دوران ولادت سے فراغت ہو گئی تو حضرت ام کلثومؓ نے خیمہ کے اندر سے آواز دی "امیر المومنین، اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری دیجئے۔" یہ سننا تھا کہ وہ صاحب بڑے گھبرائے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا "گھبراؤ نہیں۔" پھر وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی تاکہ وہ عورت بھی کچھ کھالے۔ چنانچہ حضرت ام کلثومؓ نے اس عورت کو کھلایا پھر وہ ہانڈی باہر دے دی۔ تو حضرت عمرؓ نے اس بدو سے کہا، تم بھی کچھ کھاؤ کہ ساری رات جاگتے رہے ہو۔ اس کے بعد جب جانے لگے تو ان صاحب سے فرمایا، کل ہمارے پاس آنا، تمہارے لئے انتظام کر دیا جائے گا۔

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے

حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی تھی۔ اس پر کسی نے پوچھا، آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو نہیں روتے لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں؟ فرمایا، میں نے حضور اقدسؐ کو فرماتے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا اس کے لئے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں اور جو اس میں پھنس گیا اس کے لئے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں اور میں نے حضور اقدسؐ سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ گھبراہٹ والا نہ ہو۔

احد، احد ہی کی صدا تھی

حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں حج (یا عمرے) کے لئے مدینہ سے مکہ گیا تو دیکھا کہ لڑکوں نے بلالؓ کو ایک رسی سے باندھ رکھا ہے اور ادھر ادھر گھسیٹ رہے ہیں لیکن وہ کہے جا رہے ہیں کہ میں لات و عزیٰ، ہبل و اساف، نائلہ و بوانہ سب (دیوی دیوتاؤں) کا انکار کرتا ہوں۔

کبھی کبھی امیہ خود حضرت بلالؓ کو گھر سے نکال کر لے جاتا اور حرہ کی جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا تھا تاکہ ہل نہ سکیں پھر کہتا، محمد کی پیروی سے باز آجا اور لات و عزیٰ کے

معبود ہونے کا اقرار کرلے ورنہ اسی طرح پڑا رہے گا۔ جواب میں شیدائے حق کی زبان سے صرف "احد احد" کی آواز نکلتی تھی۔

بے شک تمہارا مقام جنت ہے

حضرت یاسرؓ بن عامرؓ ان کی اہلیہ حضرت سمیہ اور دو فرزند عبداللہ اور عمارؓ نے قبول حق کی سعادت حاصل کی تو ابو جہل نے انہیں ایسی ایسی تکالیف دیں کہ ان کا حال پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ ظالم انہیں پانی میں غوطے دیتا' گرم ریت اور دہکتے انگاروں پر لٹاتا' مکہ کی چلچلاتی دھوپ میں پہروں کھڑا رکھتا' کوڑوں سے پیٹتا۔ غرض اس نے ظلم و ستم کی حد کردی تھی۔ ایک دن رسول اقدسؐ نے انہیں سخت مار کھاتے اور سزائیں سہتے دیکھا تو فرمایا'

"اے یاسر کے خاندان والو' صبر سے کام لو بے شک تمہارا مقام جنت ہے۔"

میں نے اللہ کو اپنا باغ قرض دے دیا

جب سورۃ الحدید کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی'

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ ۔۔۔۔ اَجْرٌ کَرِیْمٌ

"کون ہے جو اللہ کو قرض دے' اچھا قرض تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کردے اور اس کے لئے بہترین اجر ہے۔" تو حضرت ابو الدحداح انصاریؓ نے حضور اقدسؐ سے پوچھا' کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں' اے ابو الدحداح۔" عرض کیا' ذرا اپنا دست مبارک مجھے دکھایئے۔ اس پر آپؐ نے اپنا دست مبارک ان کی طرف بڑھادیا تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا' یا رسول اللہؐ' میں نے اپنا باغ اللہ کو قرض دے دیا۔

یہ وہ پیارا باغ تھا جس میں کھجور کے چھ سو درخت تھے اور اسی میں ان کا گھر بھی تھا۔ حضور اقدسؐ سے بات کرکے وہ سیدھے گھر پہنچے اور اہلیہ کو پکار کر کہا' وحداح کی ماں' نکل آؤ' میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔ اس پر وہ نیک بخت کہنے لگیں' اے ابولدحداح' تم نے نفع کا سودا کیا ہے۔ اور وہ بھی اسی وقت اپنا سامان لے کر باغ سے نکل آئیں۔

میں تبوک جارہا ہوں

حضرت ابو خشیمہؓ غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر کی روانگی کے وقت پیچھے رہ گئے تھے۔ ایک دن اس وقت تشریف لائے کہ سورج آگ برسا رہا تھا۔ ان کی دو بیویاں تھیں ہر ایک نے ٹھنڈے سائبان میں ان کا بستر تیار کر رکھا تھا اور پاس ہی دستر خوان پر نعمتیں چنی ہوئی تھیں' یہ دیکھ کر دل میں یہ گونج پیدا ہوئی کہ رسول اللہؐ تو اس شدید موسم میں راہ جہاد میں ہوں اور ابو خشیمہ دنیا کے مزے لوٹنے راحت بخش سائے میں ہو۔ پھر کیا تھا بیویوں سے کہا' میں تو تبوک جا رہا ہوں۔ اونٹ پر سوار ہوئے اور کارواں کے نقش قدم پر چل پڑے۔

اس طرف حضور اقدسؐ تو تبوک پہنچ چکے تھے کہ کسی نے مدینہ سے آنے والی راہ پر گرد اڑتی دیکھی تو کہنے لگے' کوئی شتر سوار چلا آ رہا ہے۔ اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "ابو خشیمہ ہوں گے۔"

قریب آئے تو صحابہ کرامؓ نے پہچانا اور عرض کیا' یا رسول اللہؐ وہ تو ابو خشیمہؓ ہی ہیں۔ سوار نے اونٹ بٹھایا اور سلام کیا۔ ارشاد ہوا "ابو خشیمہ مبارک ہو' تم ہلاکت کی گود سے نکل آئے۔"

شہادت ہے مطلوب و مقصد مومن

غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک اعرابی حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لے آئے۔ اس وقت پہلے قلعہ کی فتح کے بعد جو غنیمت حاصل ہوئی تو ان اعرابی کا حصہ بھی لگایا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے ان کا حصہ ان تک پہنچایا تو کہنے لگے' یہ کیا ہے؟ چنانچہ ان کو بتایا گیا کہ یہ وہ حصہ ہے جو اللہ کے رسولؐ نے آپ کے لئے نکالا ہے۔ اس پر وہ اپنا حصہ لے کر خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں اس لالچ سے تو آپؐ پر ایمان نہیں لایا تھا' میری تو یہ تمنا ہے کہ تیر گردن پر لگے اور شہید ہو کر جنت میں پہنچ جاؤں۔ اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا'

"اگر تو نے سچ کر دکھایا تو تیری تصدیق کا تجھے صلہ ملے گا۔۔"

پھر کیا ہوا کہ جب دوبارہ لڑائی چھڑی تو شہید ہونے والوں میں ان کا لاشہ بھی ملا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا "اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔" پھر آپؐ نے اپنا جبہ مبارک اس کے کفن کے لئے عطا فرمایا اور دست دعا بلند کر کے فرمایا' "اے اللہ' یہ تیرا بندہ تیری راہ میں مہاجر نکلا۔ شہادت کے خون میں جان دی' میں اس پر گواہ ہوں۔" کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ کے پیارے رسولؐ ان کے اخلاص کی گواہی دے رہے ہیں۔

اے دنیا.....

حضرت علیؓ کے ایک رفیق ضرار بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت علیؓ کو اس حال میں دیکھا کہ رات نے اپنی ظلمت کے پردے ڈال دیئے تھے اور ستارے ڈھل چکے تھے۔ اس وقت وہ اپنی مسجد کی محراب میں کھڑے تھے' داڑھی مٹھی میں تھی اور اس طرح تڑپ رہے تھے جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ اس طرح رو رہے تھے جیسے دل پر چوٹ لگی ہو۔ اس وقت میرے کانوں میں ان کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں:

"اے دنیا' کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے اور مجھے بہکانے کی ہمت کی ہے تو' تو مایوس ہو جا' تو کسی اور کو فریب دے' میں نے تو تجھے ایسی تین طلاقیں دی ہیں جن کے بعد رجعت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اے دنیا' تیری عمر کوتاہ' تیرا عیش بے حقیقت تیرا خطرہ زبردست۔ ہائے زاد راہ کس قدر کم ہے' سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔" (صفتہ الصفوۃ ابن جوزی ج ۱)

مجھ پر بھی حرام ہے کہ تجھ سے عطر خریدوں

حضرت ربیعؓ بنت معوذ ایک انصاری صحابیہؓ ہیں۔ کئی غزوات میں حضور اقدسؐ کے ساتھ شریک رہی ہیں۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور شہداء کی لاشیں اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔ حضور اقدسؐ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئی تھیں۔ حضرت ربیع کے والد حضرت معوذ ابو جہل کے قتل کرنے والوں میں ہیں۔

ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا ان کے گھر عطر بیچنے آئی اور عادت کے مطابق پہلے نام و حال دریافت کیا اور انہوں نے سب کچھ بتا دیا۔ اس پر وہ کہنے لگی' تو تو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر حضرت ربیع کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا' ہاں میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ یہ سن کر اسماء کہنے لگی' مجھ پر حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر بیچوں۔ اس پر حضرت ربیع نے بھی صاف کہہ دیا کہ مجھ پر بھی حرام ہے کہ تجھ سے عطر خریدوں۔ میں نے تیرے عطر کے سوا کسی عطر میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی۔

انصاف اس کا نام ہے

رحمت عالمؐ کے صحابہؓ جب غیر قوموں میں گئے تو ان کے ساتھ بھی نہایت عادلانہ سلوک کیا' وہ بھی ان کی سادگی اور انصاف پسندی کے گرویدہ تھے۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ سامنے رہے کہ فتح خیبر کے بعد رحمت عالمؐ نے وہاں کی پیداوار کی تقسیم کے لئے حضرت عبداللہؓ کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ وہ وہاں گئے اور تخمینہ کرکے ہر کھجور کے درخت سے ایک خاص مقدار وصول کرنا چاہی تو یہودیوں نے کہا' یہ تو بہت ہے۔ اس پر انہوں نے کہا' اچھا میں تخمینہ کر دیتا ہوں' تم اس کا نصف لے لینا۔" اس سے یہود اس قدر متاثر ہوئے کہ سب پکار اٹھے'

"انصاف اس کا نام ہے اور اسی انصاف سے آسمان و زمین قائم ہیں' جو کچھ تم نے کیا ہے ہم اس کو قبول کرنے پر راضی ہیں۔" (ابو داؤد)

ضابطہ شریعت کا کس قدر احترام تھا

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ان کی زرہ چوری ہو گئی جو ایک یہودی کے پاس ملی۔ یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا' یہ میری زرہ ہے۔ اس پر یہودی نے کہا' گواہ لاؤ یا مقدمہ کرو۔ چنانچہ حضرت شریحؒ کی عدالت میں مقدمہ داخل ہوا۔

اب حضرت علیؓ عدالت میں پیش ہوئے تو شرعی قاعدہ کے مطابق پوچھ گچھ ہوئی۔ حضرت شریحؒ نے اس یہودی سے پوچھا' کیا یہ زرہ حضرت علیؓ کی ہے؟ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ کو اپنے دعوے کے ثبوت میں گواہ پیش کرنے کو فرمایا' چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنے فرزند حضرت حسنؓ اور اپنے آزاد کردہ غلام قنبر کو پیش کیا۔ لیکن حضرت شریحؒ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں سمجھتے تھے جبکہ حضرت علیؓ کے نزدیک جائز تھی اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حضرت حسنؓ کو بطور گواہ پیش فرمایا۔

اب حضرت شریحؒ نے [illegible] علیؓ سے حضرت حسنؓ کی بجائے کوئی اور گواہ طلب فرمایا لیکن حضرت علیؓ کے پاس ان کے سوا [illegible] گواہ نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت شریحؒ نے ان کا دعویٰ خارج کر دیا۔

یہ دیکھ کر وہ یہودی اس قدر [illegible] ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور ایک عرصہ تک حضرت علیؓ کے ساتھ رہا' آخر ایک لڑائی میں شہید ہو گیا۔

حضور اقدسؐ کی سنتوں کا کس قدر احترام کرتے تھے:

حضرت خالدؓ بن ولید کے بارے میں لکھا ہے کہ ماہان ارمنی کے پاس جب مسلمان گئے تو وہاں حریر کا فرش بچھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ اس کو الٹ دیا جائے۔ اس پر ماہان ارمنی کہنے لگا' میں نے آپ کی عزت کی تھی اور آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضور اقدسؐ نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے اور تو جو یہ کہتا ہے کہ میں نے عزت کی تھی تو جان لے کہ زمین اللہ کا فرش ہے جو تیرے حریری فرش سے بہت بہتر اور افضل ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ یہ چند واقعات صرف سمجھانے کی غرض سے پیش کئے گئے ہیں ورنہ فیضان مصطفیٰؐ سے ہر صحابیؓ کی زندگی بے مثال ہے' زمین و آسمان نے ایسی پاکیزہ ہستیاں نہیں دیکھیں۔

صحابہ کرامؓ کا رخ بدل دیا

رحمت عالمؐ کی حیات طیبہ پر غور کریں تو واضح ہو گا کہ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے طفیل صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا رخ بدل گیا۔ وہ اللہ کی محبت میں دیوانے بن گئے۔

آپؐ کی یہ تعلیم و تربیت تھی کہ صحابہ کرامؓ پر کسی طرح بھی دنیا کی محبت غالب نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران سفر میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا' یہ کیا اوڑھ رکھا ہے؟ مجھے اس سوال سے حضورؐ کی ناگواری محسوس ہوئی۔ میں گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولہا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو آپؐ نے فرمایا' وہ چادر کیا ہوئی؟ میں نے اس کی تفصیل بتادی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا' عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنادی' عورتوں کے پہننے میں تو مضائقہ نہ تھا۔

ایک انصاری کا مکان کو ڈھا دینا

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک قبہ دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا۔ آپؐ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا "یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے بنایا ہے۔ یہ سن کر حضورؐ خاموش رہے۔ پھر کسی دوسرے وقت وہ انصاریؓ حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا تو آپؐ نے اعراض فرمایا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو دوبارہ سلام کیا حضورؐ نے اس وقت بھی اعراض فرمایا۔ اب وہ صحابیؓ اس کے کیسے متحمل ہو سکتے تھے۔ انہوں نے وہ صحابہ کرامؓ جو وہاں موجود تھے ان سے دریافت کیا کہ میں آج حضورؐ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں' خیر تو ہے۔ انہوں نے کہا "حضورؐ باہر تشریف لے گئے تھے' راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تو دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟" یہ سن کر وہ انصاریؓ فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کر دیا کہ نام و نشان تک نہ رہا اور پھر آکر عرض بھی نہیں کیا۔

کسی دوسرے موقع پر اتفاقاً حضور اقدسؐ کا اس جگہ سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے۔ دریافت فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ "انصاریؓ نے حضورؐ کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا' ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہے۔ انہوں نے آکر اس کو بالکل توڑ دیا۔ اس پر حضور اقدسؐ نے

ارشاد فرمایا "ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔" (ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہوگئی تھی درست کر رہے تھے۔ حضور اقدسؐ نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا "موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔" (ابی داؤد)

کس قدر تعجب کی بات ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ نے ایک باندی قرض خریدی اور ایک مہینہ کا وعدہ قیمت ادا کرنے کا کرلیا۔ جب حضور اقدسؐ کو اس کو علم ہوا تو فرمایا "کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اسامہ نے ایک مہینہ کے وعدے پر قرض خریدا۔ اسامہ کو بھی بڑی لمبی امید ہے۔ اس ذات پاک کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مجھے آنکھ کے پلک جھپکنے تک بھی اپنی زندگی کا یقین نہیں ہوتا اور پانی پینے کا پیالہ جب میں اٹھاتا ہوں تو اس کے رکھنے تک بھی مجھے اپنی زندگی کا یقین نہیں ہوتا اور جب کوئی لقمہ کھاتا ہوں تو اس کے نگلنے کا بھی موت سے پہلے یقین نہیں ہوتا۔ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (موت، قیامت، حساب وغیرہ) سب چیزیں ضرور آنے والی ہیں اور تم لوگ حق تعالیٰ شانہ کو عاجز نہیں کرسکتے۔"

بلالؓ خرچ کرڈالو

حضور اقدسؐ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے پاس آئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ (یہ دیکھ کر) آپؐ نے دریافت فرمایا "بلال یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا "حضورؐ آئندہ کی ضروریات کے لئے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا ہے۔" اس پر آپؐ نے فرمایا "بلال، تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو۔ بلال خرچ کرڈالو اور عرش والے سے کمی کا خوف نہ کرو۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "حضور اقدسؐ نے تمام عمر میں اپنی وفات تک کبھی جو کی روٹی بھی دو دن لگاتار پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمائی۔" (ترمذی شریف)

غرض یہ کہ رحمت عالمؐ نے نہ تو اپنے لئے دنیا پسند فرمائی اور نہ ہی اپنے جانثاروں کے لئے پسند

فرمایا۔ بس ایک مسافر جو راہ چلتے ہوئے گزر بسر کرتا ہے اسی طرح جینے کا سبق دیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کو دنیا سے کوئی غرض نہ تھی

یہ رحمت عالمؐ کا فیضان تھا کہ آپؐ کے طفیل ایک ایسی نورانی جماعت تیار ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسولؐ کی محبت کے مقابلہ میں اس دنیا کی کوئی چیز عزیز نہ تھی۔ ان کا یہ حال تھا کہ رضاء الٰہی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔

حضرت صہیب رومیؓ کے بارے میں یہ لکھا ہے انہوں نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اہل مکہ نے ان کا بھی پیچھا کیا اور ان کی ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے پہنچ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت صہیبؓ نے اپنا ترکش سنبھالا اور ان ظالموں سے کہا "دیکھو تم خوب جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں۔ اس لئے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم مجھ تک نہیں آسکتے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا' یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے۔ اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا' اس لئے اگر تم چاہو تو میں اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں' وہ سب تم لے لو۔" اس پر وہ راضی ہو گئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی۔ یہ وہ عظیم قربانی تھی کہ رب کریم نے اپنے محبوبؐ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه واللّٰه رؤف بالعباد۔ "بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"

اس وقت رحمت عالمؐ قبا میں تشریف فرما تھے۔ جب حضرت صہیبؓ وہاں پہنچے تو آپؐ نے فرمایا "نفع کی تجارت کی ہے۔"

حضرت ابو طلحہؓ کا باغ وقف کر دینا

ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑا چونکہ وہ باغ گنجان تھا اس لئے اس کو باہر جانے کا راستہ نہ ملا۔ اور وہ کبھی ادھر کبھی ادھر اڑتا ہوا باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ ایسے میں حضرت طلحہؓ کی نگاہ اس پر پڑی تو اس طرف خیال لگ گیا اور نگاہ اس پرندے کے ساتھ پھرتی

رہی۔ پھر دفعتاً نماز کا خیال آیا تو یہ یاد نہ رہا کہ کونسی رکعت ہے۔ اس سے ان کو اس قدر رنج و افسوس ہوا کہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کیا اور درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی ہے اس لئے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہوں' آپؐ جہاں دل چاہے اس کو صرف فرمادیں۔

تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہوگیا' دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی دکانیں بند کرکے مسجد میں داخل ہوگئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۔ (سورہ نور) "ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید نا غفلت میں ڈالتا ہے' نہ بیچنا' وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔"

شیخینؓ کا صدقہ کرنے میں مقابلہ

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور اقدسؐ نے مالی امداد کرنے کا اعلان فرمایا تو حضرت عمرؓ نے یہ سوچ کر کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بازی لے جاؤں گا' خوشی خوشی گھر گئے اور گھر میں جو کچھ موجود تھا اس میں سے آدھا لے آئے اور حضور اقدسؐ کی خدمت میں پیش کردیا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا "گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟" حضرت عمرؓ نے عرض کیا "آدھا چھوڑ آیا ہوں۔" اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے بھی یہ دریافت فرمایا "گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟" عرض کیا "ان کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑ آیا ہوں۔" یہ سن کر حضرت عمرؓ کہنے لگے "میں حضرت ابوبکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔"

انصارؓ مدینہ کی بے مثال قربانیاں

رحمت عالمؐ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو بھائی چارہ قائم کیا اس کی عظمت کا اس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ طیبہ آئے تو حضور

اقدسؐ نے میرے اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ جوڑ دیا۔ سعدؓ بن ربیع نے مجھ سے کہا "میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں' میرے مال میں سے آدھا تم لے لو' اور میری دو بیبیاں ہیں ان میں سے جو پسند ہو میں اس کو طلاق دے دوں' جب اس کی عدت پوری ہو جائے تم اس سے نکاح کر لینا۔" (بخاری شریف)

یزید بن اصمؒ فرماتے ہیں کہ انصارؓ نے حضور اقدسؐ سے درخواست کی کہ ہم سب کی زمینیں مہاجرین پر آدھی آدھی بانٹ دیجئے۔ حضور اقدسؐ نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا:

"کھیتی وغیرہ میں یہ لوگ کام کریں گے اور پیداوار میں حصہ دار ہوں گے۔" (در منثور)

حضور اقدسؐ کے مہمان کا اکرام

ایک مرتبہ ایک صاحب حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور تنگی کی شکایت کی۔ اس وقت آپؐ نے اپنی ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں آدمی بھیجا مگر کہیں بھی کچھ کھانے کو نہ ملا۔ چنانچہ آپؐ نے باہر لوگوں سے فرمایا "کوئی صاحب ایسے ہیں جو ان کی مہمانی قبول کریں؟" اس وقت ایک انصاریؓ ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا "یہ حضور اقدسؐ کے مہمان ہیں' ان کی خوب خاطر کرنا اور گھر میں کوئی چیز ان سے بچا کر نہ رکھنا۔" بیوی نے کہا "گھر میں صرف بچوں کے لئے کچھ کھانے کو رکھا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔" اس صحابیؓ نے فرمایا "بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب ہم کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھیں تو تم چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھ کر اس کو بجھا دینا تاکہ ہم نہ کھائیں اور مہمان کھالے۔"

چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا' صبح کو جب وہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا "اللہ جل شانہ کو ان میاں بیوی کا طرز بہت پسند آیا۔" اور یہ آیت شریفہ یوثرون عن انفسھم نازل ہوئی' "اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔"

غلاموں کو یہ شان بخشی

ایک زمانہ تھا کہ عرب میں غلاموں اور لونڈیوں کو کوئی مقام حاصل نہ تھا' ان کا کوئی حق نہیں تھا۔ یہ رحمت عالمؐ کا فیضان ہے کہ آپؐ کی آمد سے ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ آپؐ نے ان سے حسن سلوک کی

یہ تعلیم دی ہے کہ.....

"جس کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے چاہئے کہ جو خود کھائے اسی کھلائے' جو خود پہنے اسے پہنائے اور اس کو تم اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دو۔ اگر کوئی مشکل کام سپرد کرو تو اس کی مدد کرو۔" (بخاری شریف)

حضور اقدسؐ نے ان کو یہ محبت دی کہ فرماتے ہیں "انہیں غلام یا لونڈی کہہ کر نہ پکارا کرو' میرا بچہ' میری بچی کہا کرو۔" اس کے ساتھ آپؐ نے اپنے عمل سے بھی یہ تعلیم دی ہے کہ قانون امیر و غریب' سب کے لئے برابر ہو۔ عدالت میں چھوٹے بڑے' نوکر مالک' سب برابر سمجھے جائیں۔

خادم خاص حضرت انسؓ

حضرت انسؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے تقریباً دس سال حضور اقدسؐ کی خدمت فرمائی ہے۔ اس دوران آپؐ نے ان سے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا؟

ایک مرتبہ حضور اکرمؐ ان کے گھر تشریف لے گئے' وہاں نماز ادا فرمائی اور ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا مانگی۔ اس وقت حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم نے عرض کیا "اپنے خادم کے لئے بھی دعا فرمائیں۔" اس پر آپؐ نے یہ دعا فرمائی' "اے اللہ' اسے مال اور اولاد سے سرفراز فرما' اس کی عمر میں برکت عطا فرما اور اسے جنت میں داخلہ عطا فرما۔"

یہ سردار دو جہاںؐ کی دعا تھی کہ حضرت انسؓ نے طویل عمر پائی اور وہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار اور کثیر الاولاد بھی ہوئے۔

حضرت انسؓ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ زندگی میں حضور اقدسؐ کی دو پیش گوئیاں تو پوری ہو گئیں' اب تیسری کے پوری ہونے کا انتظار ہے۔ جنت میں جب حضور اقدسؐ کے روبرو پیش کیا جاؤں گا تو عرض کروں گا "اے اللہ کے رسولؐ" آپؐ کا غلام انس آپؐ کی خدمت کے لئے یہاں بھی حاضر ہے۔"

حضرت انسؓ نے ۱۰۳ سال کی عمر پائی۔ وصال کی آخری گھڑیاں تھیں کہ فرماتے ہیں'

"میری زبان کے نیچے موئے مبارک رکھ دو۔"

اس کے بعد اسی وقت ان کی روح پرواز کر گئی۔

غور فرمائیں کہ آخری وقت تک حضور اقدسؐ سے بے انتہا محبت ہے اور یہ تمنا ہے کہ جنت میں

بھی آپؐ کے خادم بن کر رہیں۔

حضرت بلال حبشیؓ

حضرت بلالؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب اذان کی ابتدا ہوئی تو رحمت عالمؐ نے ان کو مسجد نبویؐ کا پہلا موذن مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ فتح مکہ کے موقع پر کعبتہ اللہ میں حضور اقدسؐ کے ساتھ نماز پڑھنے اور پھر اس کی بلندیوں پر چڑھ کر اذان کہنے کا شرف بھی ان ہی کے حصہ میں آیا ہے۔

حضرت بلالؓ غزوات میں مال غنیمت کے نگران تھے اور عام دنوں میں حضور اقدسؐ کے گھریلو اخراجات کے ذمہ دار ہوتے تھے نیز وفود کی سربراہی کی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ سفر و حضر میں ہمیشہ آپؓ ہی اذان کہتے تھے۔

حضور اقدسؐ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپؐ کے وصال کے بعد مدینہ میں رہنا اور آپؐ کی جگہ کو خالی دیکھنا ان پر ایسا شاق گزرتا تھا کہ ارادہ کرلیا کہ زندگی کے باقی ایام جہاد میں گزار دوں گا۔ چنانچہ جہاد میں شرکت کے ارادہ سے مدینہ سے چل دیئے۔ پھر ایک عرصہ تک لوٹ کر نہیں آئے۔

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ کی خواب میں زیارت ہوئی' آپؐ نے فرمایا "بلال یہ کیا ظلم ہے' ہمارے پاس کبھی نہیں آتے۔" آنکھ کھلنے پر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ یہاں تشریف لے آئے تو حضرت حسن و حسینؓ نے اذان کی فرمائش کی۔ اذان کہنا شروع کی تو مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا۔ عورتیں تک روتی ہوئی گھروں سے نکل پڑیں۔ یہ عشق و محبت کی کھلی دلیل ہے۔

حضرت زیدؓ بن حارث

حضرت زیدؓ کو یہ بلند مقام حاصل ہے کہ صحابہ کرامؓ میں وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس اعتبار سے قیامت تک ان کا ذکر ہوتا رہے گا۔

حضرت زیدؓ رحمت عالمؐ کے خادم خاص تھے۔ ایک مدت سے والدین سے دور تھے۔ ڈاکوؤں نے انہیں پکڑ کر مکہ کے بازار میں فروخت کیا تو حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے انہیں خرید لیا۔ پھر حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ نے ان کو حضور اقدسؐ کی خدمت کے لئے مقرر کر دیا۔

اس طرف حضرت زیدؓ کے والد کا اپنے لخت جگر کی جدائی میں برا حال تھا۔ روتے رہتے تھے اور

ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ ایک دن جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت زیدؓ ایک عالی مرتبت خاندان میں خدمت انجام دیتے ہیں تو اسی وقت اپنے بھائی کو لے کر مکہ آئے اور حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہنے لگے "ہم پر احسان کرو، کرم فرماؤ اور یہ فدیہ لے کر زیدؓ کو رہا کردو بلکہ اس سے زیادہ لے لو۔" اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "اس کو بلا لو اور اس سے پوچھ لو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کہ وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں اس پر جبر نہیں کر سکتا جو خود نہ جانا چاہے۔" اتنے میں حضرت زیدؓ خود آ گئے۔ آپؐ نے فرمایا "تم ان کو پہچانتے ہو؟" عرض کیا "جی ہاں، یہ میرے والد ہیں ور یہ میرے چچا ہیں۔" پھر آپؐ نے زیدؓ سے فرمایا "میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔" اس پر حضرت زیدؓ نے عرض کیا "حضورؐ میں آپؐ کے مقابلہ میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔" یہ دیکھ کر والد اور چچا نے کہا "زید کیا غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو، باپ اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو؟" حضرت زیدؓ نے فرمایا "ہاں، میں نے انؐ میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں کسی چیز کو پسند نہیں کر سکتا۔"

ان کا یہ جواب سن کر حضور اقدسؐ اس قدر خوش ہوئے کہ عرب کے دستور کے مطابق حطیم میں یہ اعلان فرمایا "لوگو گواہ رہنا، آج سے زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہے، میں اس کا وارث ہوں۔"

اس کے بعد وہ زید بن محمد کہلاتے تھے، یہاں تک کہ "سورۂ احزاب میں یہ حکم ہوا کہ "لوگوں کو اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔"

ایک بہترین مثال قائم فرمائی

رحمت عالمؐ اکثر فرمایا کرتے تھے،

"لوگو، تم نے ان کو غلام کیونکر بنا لیا جبکہ ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔"

چنانچہ غلامی کو مٹانے اور ان مظلوموں کو معاشرہ میں بلند مقام دینے کی غرض سے رحمت عالمؐ نے یہ ارادہ فرمایا کہ حضرت زیدؓ کا نکاح آپؐ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے کر دیں۔ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا کہ برسوں سے خاندانی شرافت کے غرور میں مست رہنے والے بھلا کب اس پر راضی ہو سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت زینبؓ اور ان کے عزیزوں نے بھی اس رشتہ سے انکار کر دیا۔ لیکن رحمت عالمؐ

برابر اس پر زور دیتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ مبارک آیت نازل ہوئی'

"جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرمادے تو کسی مومن مرد اور عورت کے لئے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔"

اس حکم کے بعد حضرت زینبؓ اور ان کے رشتہ داروں نے خوشی سے یہ رشتہ منظور کرلیا اور اس طرح یہ نکاح انسانیت پر ایک عظیم احسان ثابت ہوا۔

حضرت اسامہؓ سپہ سالار بنے

رحمت عالمؐ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں رومیوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ اس موقع پر آپؐ نے حضرت اسامہؓ کو طلب فرمایا اور ان کو لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ اس وقت حضور اقدسؐ نے ان سے یہ فرمایا "اپنے والد کے مقتل کی طرف جاؤ اور کفار کو کچل دو۔ فلسطینی علاقے کی سرحدوں بلقاء اور روم کو اپنے گھوڑوں سے روند دو۔ اپنے ساتھ رستہ بتانے والوں کو رکھو۔ اتنی عجلت سے کام لو کہ انہیں خبر ہونے سے پہلے ان کے سروں پر پہنچ جاؤ۔"

اس وقت منافقین نے یہ اعتراض کیا کہ ایک نو عمر غلام زادہ کو اکابر مہاجرین و انصار پر سپہ سالار مقرر کیا گیا ہے۔ جب رحمت عالمؐ کو اس کا علم ہوا تو ارشاد فرمایا:

تم نے ان کے والد زیدؓ بن حارثہ پر بھی اعتراض کیا تھا۔ اسامہ بھی امارت کے لائق ہے اور اس کا والد بھی تھا۔ وہ (یعنی زیدؓ) ان لوگوں میں سے ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔" (بخاری)

تاریخ اسلام میں یہ لشکر کشی "جیش اسامہؓ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وہ زریں مثال ہے جس نے غلامی کے بت کو ہمیشہ کے لئے پاش پاش کر دیا ہے۔

یہ ہے آزادی

یہ حقیقت ہے کہ آج بھی لوگ امراء و سلاطین کی بارگاہ میں لب کشائی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اور اگر کبھی عرض کرتے ہیں تو تکلفات و تصنعات اور غلامی کے مختلف اسلوبوں کے بعد کہیں اپنا مدعا پیش کرتے ہیں۔ اب اگرچہ حضور اقدسؐ کی عظمت و جلالت صحابہ کرامؓ کو بارگاہ نبوت میں ایک طائر بے جان بنا دیتی تھی مگر ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ بے تکلف اپنا مدعا پیش کرے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کو

جب یہ معلوم ہوتا کہ حضور اقدسؐ کا کوئی حکم مشورہ کے طور پر ہے تو وہ بے تکلف اپنی رائے ظاہر کر دیتے تھے اور حضور اکرمؐ بھی اس کو شفقت سے سنتے اور اس کے قبول پر اس کو مجبور نہیں کرتے تھے۔

یہ پیش نظر رہے کہ اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کسی لونڈی کا نکاح اس کے مالک نے کسی غلام سے کر دیا ہے تو آزادی کے بعد اس کو یہ حق حاصل ہے کہ چاہے تو اس نکاح کو قائم رکھے یا توڑ دے۔

اب اس واقعہ پر غور فرمائیں کہ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی لونڈی تھیں۔ وہ حضرت مغیثؓ کے نکاح میں تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عائشہؓ نے ان کو آزاد کر دیا تو شرعی قانون کے تحت حضرت بریرہؓ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو گئیں۔ اس سے حضرت مغیثؓ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ روتے پھرتے تھے' وہ کسی طرح یہ نہ چاہتے تھے کہ بریرہؓ ان سے جدا ہو۔ ان کا یہ حال دیکھ کر آخر خود حضور اقدسؐ نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا کہ تم ان سے علیحدہ مت ہو۔ اس پر انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" آپؐ سفارش کرتے ہیں یا حکم فرماتے ہیں؟" حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ "حکم تو نہیں فرماتا۔" اس پر انہوں نے عرض کیا "جب حکم نہیں' تو میں قبول کرنے سے معذور ہوں۔"

یہ ہے سچی آزادی اور سچی مساوات کہ ابھی ابھی ایک خاتون غلامی سے آزاد ہوئی ہیں اور وہ اس رشتے سے انکار کرتی ہیں جو غلامی کے دوران ہوا ہے۔ ادھر ان کے شوہر کا یہ حال ہے کہ وہ دل و جان سے ان کو چاہتے بھی ہیں' ان کے غم میں مارے مارے پھرتے ہیں اور سب یہ دیکھ رہے ہیں' پھر اس غمزدہ پر ترس کھا کر خود رحمت عالمؐ بھی سفارش کرتے ہیں' لیکن شریعت کی ایسی بالادستی ہے کہ کوئی اس خاتون کو اپنے فیصلہ سے باز نہیں رکھ سکتا' کوئی ان پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔

کاش' دنیا والے اس حقیقت کو جان لیتے۔

صحابہ کرامؓ اہم معاملات میں حضور اقدسؐ سے مشورہ فرماتے تھے

رحمت عالمؐ کی بلند شان کا اس سے بھی اندازہ ہو گا کہ صحابہ کرامؓ ہمیشہ دینی و دنیوی معاملات میں آپؐ سے مشورہ فرماتے تھے۔' وہ آپؐ کو اپنے گھر کا شفیق و مہربان بزرگ قرار دیتے تھے اور ہر معاملہ میں آپؐ کی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ کی والدہ' جو مشرکہ تھیں' بیٹی کو دیکھنے مدینہ آئیں تو اسی وقت حضرت

اسماءؓ حضور اقدسؐ کے پاس آئیں اور عرض کیا "ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟"

آپؐ نے فرمایا "ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالمؐ سے اپنی شادی کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا "تو نے دیکھ لیا ہے؟"

حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں "میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" نہیں۔" یہ سن کر آپؐ نے فرمایا" اس عورت کو دیکھ لو اس لئے کہ یہ باہمی تعلقات کی استواری کے مناسب ہے۔" (ترمذی شریف)

حضرت ہندہ اور حضرت فاطمہ بنت قیسؓ

ایک مرتبہ حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی ہندہ نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا "ابو سفیان بخیل ہیں، وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے کہ میرے اور میری اولاد کے لئے کافی ہو تو کیا میں اس کے مال سے اس کی اطلاع کے بغیر کچھ لے لیا کروں؟" آپؐ نے فرمایا،

" تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے دستور کے مطابق جس قدر کافی ہو اتنا لے لیا کرو۔"

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا "معاویہ بن ابی سفیانؓ اور ابو جہم مجھے نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا، "ابو جہم تو لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا (یعنی بڑے سخت ہیں) معاویہ مفلس و بے زر ہے، تو اسامہ بن زید سے نکاح کر لے۔" (مسلم شریف)

حضرت جاہمہؓ

ایک موقع پر حضرت جاہمہؓ حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہؐ میرا ارادہ ہے کہ میں آپؐ کے ساتھ جہاد میں شرکت کروں اور اسی لئے آیا ہوں کہ آپؐ سے اس معاملہ میں مشورہ لوں۔" اس پر آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا "تمہاری والدہ (زندہ) ہیں؟" عرض کیا "جی ہاں۔" آپؐ نے فرمایا،

"تو پھر جاؤ اور انہی کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ جنت انہی کے قدموں میں ہے۔" (ابن ماجہ)

حضرت ابو الاحوص جشمی اپنے والد کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا "اگر کسی کے پاس میرا گزر ہو اور وہ میری ضیافت اور مہمانی کا حق ادا نہ کرے اور

پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا گزر میرے پاس ہو تو کیا میں اس کی مہمانی کا حق ادا کروں یا اس (کی بے رخی) کا بدلہ اسے چکھاؤں؟" اس پر آپؐ نے فرمایا'

"نہیں' بلکہ تم بہرحال اس کی مہمانی کا حق ادا کرو۔" (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ بنت سعدؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے اپنا قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں سخت بیمار ہوا تو حضور اقدسؐ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے پوچھا "یا رسول اللہؐ" میں کافی مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک ہی بچی ہے' کیا میں اپنے مال میں سے دو تہائی کی وصیت کر جاؤں اور ایک تہائی بچی کے لئے چھوڑ دوں؟" آپؐ نے فرمایا "نہیں۔" میں نے عرض کیا "آدھے مال کی وصیت کر جاؤں اور آدھا لڑکی کے لئے چھوڑ جاؤں؟" آپؐ نے فرمایا "نہیں۔" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" پھر ایک تہائی کی وصیت کر جاؤں؟" آپؐ نے فرمایا'

"ہاں' ایک تہائی کی وصیت کر جاؤ اور ایک تہائی بہت ہے۔" اس کے بعد حضور اقدسؐ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور میرے منہ پر اور پیٹ پر پھیرا' پھر دعا فرمائی'

"اے اللہ' سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرما دے۔"

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے آج تک جب کبھی خیال آتا ہے تو حضور اقدسؐ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اپنے جگر پر محسوس کرتا ہوں۔ (الادب المفرد)

حضور اقدسؐ کی سیاست

جان لیں کہ رحمت عالمؐ کی سیاست بھی آپؐ کی عبادت کی طرح ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک صاف تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ آپؐ بھی ان تمام مراحل سے گزرے ہیں جن سے ایک مدبر اور سیاستدان کو گزرنا پڑتا ہے۔ آپؐ نے طویل عرصہ مظلومیت اور مہاجرت میں گزارا ہے اور اتنا ہی عرصہ اقتدار و حکومت کا گزارا ہے۔ آپؐ نے اپنے حریفوں' حلیفوں سے سیاسی' قومی اور تجارتی معاہدے کئے ہیں' متعدد جنگیں لڑیں ہیں' وفود سے ملاقاتیں کی ہیں' سیاستدانوں سے مذاکرات اور مختلف حکومتوں سے معاملات بھی طے فرمائے ہیں۔

مگر سب جانتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کیا' کسی بات کی غلط تاویل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی' کوئی بات فرمانے کے بعد انکار نہیں کیا۔ دشمنوں کے ساتھ بدترین حالات میں

بھی انصاف کیا ہے۔ آپؐ نے کبھی بھی لسانی و جغرافیائی' قومی و نسلی تعصبات سے فائدہ نہیں اٹھایا ہے' نہ ہی دنیوی مفادات کی کوئی لالچ دی ہے اور نہ کسی بڑے واقعی یا فرضی دشمن کے ہوے سے لوگوں کو ڈرایا ہے۔

یہ خالص اسلامی سیاست' نبوی تعلیمات اور دیانت کا اعجاز تھا کہ عرب کے ہر گوشے میں عدل و انصاف کی حکومت قائم ہوئی۔ اپنے سے کئی گنا بڑی سیاسی طاقت کفار و مشرکین کا زور توڑا کہ فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے فی الواقع گھٹنے ٹیک دیئے۔ یہود کی سازشوں کا خاتمہ کیا' رومیوں کی سرکوبی کی مگر اس سب کے باوجود انسانی خون بہت ہی کم بہا' انقلاب اسلامی کی عظمت اور وسعت کے باوجود ان لوگوں کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ ہوگی جو اس ساری جدوجہد کے دوران حضور اقدسؐ کے ساتھیوں میں سے شہید ہوئے یا مخالفین میں سے قتل ہوئے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک بہت بڑی خصوصیت ہے کہ حضور اقدسؐ کی پوری زندگی اور انقلابی جدوجہد میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں کسی نے کسی کے ناموس پر دست درازی کی ہو۔

رحمت عالمؐ نے دنیا کے سامنے ایک نئے سادہ طرز کی سیاسی زندگی کا نمونہ رکھا ہے جس میں دنیوی کروفر کی بجائے خلافت الٰہی کا جلال اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی جگہ خدمت اور محبت کا جمال تھا۔ مگر اس سادگی اور فقر و درویشی کے باوجود آپؐ کے دبدبے اور شوکت کا یہ عالم تھا کہ روم اور شام کے بادشاہوں پر آپؐ کے تصور سے لرزہ طاری ہوتا تھا۔

حضور اقدسؐ کی پیاری زندگی کا یہ انداز تھا کہ آپؐ صحابہ کرامؓ میں چلتے تو کوشش یہ رہتی کہ سب سے پیچھے چلیں' مجلس میں اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا تھا۔ کھانا کھانے کے لئے دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے اور فرماتے "میں اپنے رب کا غلام ہوں اور ایک غلام کی طرح کھاتا ہوں۔" آپؐ کے لئے نہ تو کوئی خاص سواری تھی' نہ خاص قصر ایوان' نہ خاص باڈی گارڈ اور نہ شاہی اہتمام تھا۔

حضور اقدسؐ کے تدبر اور سیاست کا بنیادی ہدف لوگوں کی تربیت اور عالمی قیادت کے لئے ایک جماعت کا تیار کرنا تھا جو آپؐ کے برپا کردہ انقلاب کو آپؐ ہی کی نہج پر آگے بڑھانے' مستحکم بنانے اور سیاسی و اجتماعی زندگی میں اس کے مقتضیات کو بروئے کار لانے کے لئے ہر طرح اہل ہو۔

چنانچہ آپؐ کے پردہ فرمانے کے بعد آپؐ کے نظام اور انقلابی کام نے تین براعظموں میں اپنی

جڑیں مضبوط کرلیں اور اس انقلاب کی وسعت کے باوجود اس کی قیادت کے لئے کبھی بھی رجال کار کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اقدسؐ کی تربیت یافتہ جماعت نے دنیا کی ساری قوموں کو سیاست اور جہاں بانی کا درس دیا ہے۔

کاش دنیا کے حکمران رحمتہ اللعالمینؐ سے نسبت جوڑ کر اس امانت کا حق ادا کریں۔

عادلانہ سلطنت کی بنیاد رکھی

رحمت عالمؐ کی شان و عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ آپؐ نے ایک ایسی عادلانہ سلطنت کی بنیاد رکھی جس کا قانون اللہ تعالیٰ کا قانون تھا۔ جس میں ہر شخص ایک طرح سے خود ہی اپنا حاکم اور خود ہی اپنا محکوم تھا' ہر شخص اپنی اپنی جگہ اپنی رعایا کا نگران و حاکم ہے۔ شوہر اپنے اہل و عیال کا' بیوی شوہر کے گھر کی' معلم اپنے شاگردوں کا' آقا اپنے غلاموں کا اور غلام اپنے متعلقہ کاموں کا ذمہ دار ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ سلاطین شاہانہ شان و تجمل سے اونچے اونچے محلوں اور ایوانوں میں قیمتی لباسوں اور سونے چاندی اور زر و جواہر کے زیوروں سے آراستہ ہو کر' اونچے اونچے بیش بہا تختوں پر جلوس کرتے تھے' ان کے امراء بڑی شان سے رہتے تھے۔ جبکہ رحمت عالمؐ اور آپؐ کے جانثاروں کی سادہ زندگی کا یہ عالم تھا کہ مسجد اور اس کا صحن ایوان تھا' امام اور اس کے حاکم' عام مسلمانوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر نشست کرتے تھے۔ وضع و لباس کے لحاظ سے حضور اقدسؐ اور عام صحابہ کرامؓ میں کسی قسم کا فرق مراتب موجود نہ تھا۔

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ ایک شاہی عبا لے کر آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ آپؐ اسے خرید لیں تاکہ جب دوسرے شہروں یا ملکوں سے وفود آپؐ کی خدمت میں آئیں تو آپؐ اس کو زیب تن فرمالیں یا جمعہ کے دن آپؐ اس کو پہنیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "جو شخص اس کو پہنتا ہے' آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔"

اس طرح مجلس میں بھی آپؐ میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا۔ حضور اقدسؐ صحابہ کرامؓ کی مجلس میں بیٹھتے تو باہر سے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ محمدؐ کون ہیں؟ اس وقت لوگ اشارہ سے بتاتے۔ صحابہ کرامؓ نے یہ بھی چاہا تھا کہ کم از کم ایک چبوترہ ہی بنا دیا جائے کہ جس پر آپؐ

جبوہ افروز ہوں، مگر اس کو بھی آپؐ نے پسند نہیں فرمایا۔

قانون الٰہی سب کے لئے یکساں تھا

یہ حقیقت ہے کہ شاہانہ حکومتوں میں شاہی خاندان اور ان کے ہمنوا قانون کی گرفت سے بالاتر ہوتے ہیں مگر یہاں یہ حال ہے کہ قانون الٰہی کی تعمیل کا اصل نمونہ تو اس کے پیارے رسولؐ، اہل بیت رسولؐ اور حضور اقدسؐ کے جانثار ساتھیؓ ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ایک مرتبہ ایک مخزومی خاتون بنت قیس نے چوری کی اور اس کا جرم بھی ثابت ہوگیا تو حضور اقدسؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ چونکہ وہ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے قریش یہ چاہتے تھے کہ اس پر حد جاری نہ ہو۔ آخر جب ان سے کچھ نہ ہوسکا تو انہوں نے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے ذریعہ سفارش کرانی چاہی اس پر آپؐ نے فرمایا'

"تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب کوئی معمولی آدمی کوئی جرم کرتا تھا تو اس کو اس کی سزا دی جاتی تھی مگر جب وہی جرم بڑے رتبہ کے لوگ کرتے تو اس کو چھوڑ دیتے تھے۔" پھر آپؐ نے فرمایا' "اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی یہ جرم کرتی تو میں یقیناً اس کا ہاتھ کاٹتا۔"

"آؤ اور مجھ سے قصاص لو"

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور حرص کے مارے حضور اقدسؐ کے اوپر ٹوٹ پڑا' اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی جس سے آپؐ نے کونچ دیا' جس کی وجہ سے اس کے چہرے پر زخم آگیا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے اسی وقت فرمایا'

"آؤ مجھ سے قصاص لو۔"

لیکن اس نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" میں نے معاف کردیا۔" (ابو داؤد)

عبدیت کاملہ ہی آپؐ کا کمال تھا

شاہانہ حکومتوں کا یہ بھی طرز تھا کہ انہوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنی عالی نسبی اور بلندی کا یہ تصور پیدا کردیا تھا کہ گویا وہ ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔ اس کے برخلاف حضور اقدسؐ نے اپنے لئے رب کریم سے جو خاص خطاب پایا وہ یہ ہے کہ "آپؐ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں" اور یہ عبدیت

کاملہ ہی آپؐ کا کمال تھا۔ آپؐ نے عزت و اکرام کہ وہ سب وہمی طریقے جن کا سلاطین نے اپنے آپ کو ایک زمانہ سے مستحق قرار دیا تھا ان سب کو مٹا دیا۔ فرمایا'

"اللہ کے نزدیک سب سے برا نام یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو شاہ شاہان کہے۔"

ایک مرتبہ ایک شخص حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس پر اس قدر رعب نبوت طاری ہوا کہ جسم کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا'

"ڈرو نہیں' میں تو اسی عورت کا لڑکا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

ایک مرتبہ آپؐ نماز پڑھا رہے تھے' حالت نماز ہی میں ایک بدو نے کہا "خداوندا' مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ کسی پر رحم نہ کر۔" آپؐ نے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اس بدو کو ٹوکا'

"تم نے ایک وسیع چیز یعنی رحمت الٰہی کو محدود کر دیا۔" (بخاری شریف)

حالانکہ اس نے درباری زبان میں شاہانہ وفاداری کا اظہار کیا تھا اور جس پر سلاطین زمانہ اکرام و انعام کی بارش کرتے تھے۔

قومی خزانہ بادشاہوں کی ملک تھا

دنیا کے بادشاہوں' والیوں کا یہ بھی طرز عمل رہا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ سلطنت کے مفتوحات و محاصل کو اپنی ذاتی ملک سمجھا ہے' وہ بے دھڑک اپنے ذاتی اور خاندانی عیش و آرام پر خرچ کرتے تھے' کبھی وہ اس میں سے دوسروں کو کچھ دیتے تو اس کو اپنا احسان سمجھتے تھے لیکن رحمت عالمؐ نے جو نظام سلطنت قائم فرمایا اس میں سارے محاصل اللہ کا مال کہلاتے تھے۔ وہ صرف بیت المال کی ملکیت تھے اور مسلمانوں ہی کے لئے تھے۔ حضور اقدسؐ نے بحکم الٰہی زکوٰۃ و صدقہ کی ساری رقم اپنے اہل و عیال اور اپنے خاندان پر حرام فرما دی اور اس کو غریبوں' مسکینوں کا حق قرار دیا۔ آپؐ فرماتے ہیں'

"میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں' نہ کچھ روک سکتا ہوں۔ میں صرف خزانچی ہوں' جس موقع پر خرچ کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے' وہاں خرچ کرتا ہوں۔" (ابو داؤد)

آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں' "میں تو صرف بانٹنے والا ہوں' دینے والا تو اللہ ہے۔"

اس کے ساتھ مال غنیمت بھی مجاہدوں میں تقسیم ہو جاتا تھا' اس وقت حضور اقدسؐ کو صرف ایک خمس پر تصرف کا اختیار ہوتا تھا۔ جس میں سے آپؐ اپنے اہل بیت کے علاوہ ان نادار اور محتاج

مسلمانوں کو دیا کرتے تھے جن کو جنگ کے قواعد کی رو سے مال غنیمت سے کچھ نہیں مل سکتا تھا۔

اس طرح لڑائی کے بغیر جو علاقہ اسلام کے تصرف میں آتا اس کی آمدنی اگرچہ حضور اقدسؐ کے اختیار میں ہوتی تھی لیکن وہ بھی کچھ اپنی خانگی ضروریات میں صرف کرنے کے بعد آپؐ اسلام ہی کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے۔

شاہانہ طور طریقوں کا اہتمام نہ تھا

رحمت عالمؐ جس بلند مرتبہ پر فائز تھے اس کے پیش نظر صحابہ کرامؓ بھی یہ چاہتے تھے کہ آپؐ کی بادشاہوں جیسی شان و شوکت ظاہر ہو۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حضور اقدسؐ کے حجرہ میں حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ ایک چمڑے کے تکیہ سے، جس میں کھجور کے پتے اور چھال بھری ہوئی تھی، ٹیک لگائے ایک کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا، تین چمڑے بغیر دباغت دیئے ہوئے اور ایک مٹھی جو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اس کے سوا کچھ نہ ملا۔ یہ دیکھ کر میں رو دیا۔ اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "کیوں رو رہے ہو؟" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ" میں کیوں نہ روؤں، یہ چٹائی کے نشان آپؐ کے بدن مبارک پر پڑ رہے ہیں اور گھر کا کل سامان یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ ادھر قیصر و کسریٰ ہیں جو باغ و بہار اور عیش و آرام کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور ان سے بے نیاز ہیں۔" اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "اے ابن خطاب کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہم آخرت لیں اور وہ دنیا۔" حضرت عمرؓ نے عرض کیا "ہاں، بے شک یا رسول اللہؐ۔"

قیس بن سعدؓ ایک صحابی تھے، وہ حیرہ گئے تو وہاں دیکھا کہ لوگ مرزبان (رئیس) کے آگے سجدہ کرتے ہیں، اس سے ان پر یہ خاص اثر ہوا کہ انہوں نے دل میں کہا کہ حضور اقدسؐ تو سجدہ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خیال ظاہر فرمایا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، "ایسا ہرگز نہ کرنا، اگر میں بالفرض کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔" (ابو داؤد)

عطاو بخشش کا پیمانہ

شاہانہ طرز حکومت میں یہ بھی دستور رہا ہے کہ سلطنت کے محاصل کی عطاو بخشش کا ایک الگ ہی معیار ہوتا ہے۔ بادشاہ جب کسی کو کچھ دیتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ کون ان سے زیادہ قریب ہے' کون ان کے کام آتا ہے' کون ان کی تعریفیں کرتا ہے' کون ان کی عیش و عشرت میں مدد کرتا ہے۔ اس صورت میں وہ قومی خزانہ لٹادیتے ہیں۔ ان سلطنتوں میں امیرو غریب' آزادو غلام میں بڑا امتیاز رہا ہے۔ جبکہ رحمت عالمؐ نے جو نظام عطا فرمایا ہے اس میں حاجت اور ضرورت کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک ضعیف کا حق ایک قوی کے مقابلہ میں زیادہ توجہ رکھتا ہے۔

عرب میں لونڈیوں اور غلاموں کا کوئی حق نہیں تھا لیکن رحمت عالمؐ نے حقوق میں ان کو بھی آزاد لوگوں کے ساتھ حصہ دیا۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ کے پاس ایک تھیلی لائی گئی جس میں کچھ یمنی مہرے تھے۔ آپؐ نے ان کو لونڈیوں اور آزاد عورتوں میں تقسیم کردیا۔ وظیفے جب تقسیم ہوتے تو آزاد شدہ غلاموں کو سب سے پہلے ان کا حصہ دیا جاتا۔ (ابوداؤد)

سب بے تکلف مدعا پیش کرتے تھے

شاہانہ سلاطین میں یہ بھی ہوتا ہے کہ یہاں بے جا اجازت کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اور اگر اجازت بھی ہوتی ہے تو غلامی و عبودیت کے مختلف اسلوب اختیار کرنے کے بعد مدعا پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف حضور اقدسؐ کی عظمت و جلالت اگرچہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں رچی ہوئی تھی پھر بھی ہر ایک کو عام اجازت تھی کہ بے تکلف مدعا عرض کرے۔ کبھی ناآشنا بدو آتا تو وہ اے محمدؐ کہہ کر خطاب کرتا اور حضور اقدسؐ خوشدلی کے ساتھ جواب دیتے۔ یہ پیش نظر رہے کہ آپؐ کے احکام کی تعمیل ہر مسلمان پر لازم ہے' یہ ایمان کا حصہ ہے' مگر جب یہ معلوم ہوتا کہ حضور اقدسؐ کا یہ حکم بطور مشورہ ہے تو صحابہ کرامؓ بے تکلف اپنا خیال ظاہر کردیتے اور حضور اقدسؐ ان کو شفقت سے سنتے تھے اور اس کے قبول پر ان کو مجبور نہ کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت بریرہؓ کا واقعہ سامنے رہے۔ یہ حضرت عائشہؓ کی ایک لونڈی تھیں۔ وہ جب آزاد ہوئیں تو اسلام کے قانون کے مطابق انہوں نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اس سے ان کے شوہر بے حد رنجیدہ ہوئے' وہ اس غم میں روتے پھرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آخر خود حضور اقدسؐ نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا "تم ان سے علیحدہ مت ہو۔" اس پر انہوں نے عرض کیا "یا رسول

اللہ" یہ آپ کا حکم ہے؟" ارشاد ہوا "نہیں، سفارش ہے۔" عرض کیا "تو میں قبول کرنے سے معذور ہوں۔" اس پر حضور اقدس نے ان سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔

دیکھئے شرعی قانون کی کیسی بالادستی ہے کہ کوئی اس خاتون کو اپنے فیصلہ سے روک نہیں سکتا، کوئی ان کو مجبور نہیں کر سکتا۔

درگزر فرمانا

ایک مرتبہ حضور اقدس کے پاس صرف ایک جوڑا کپڑا رہ گیا تھا اور وہ بھی موٹا تھا۔ پسینہ آتا تو بو جھل ہو جاتا تھا۔ اتفاق سے ایک یہودی کے یہاں سے شام سے کپڑے آئے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا "ایک جوڑا اس سے قرض منگوا لیجئے۔" حضور اقدس نے یہودی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس گستاخ نے کہا، میں سمجھا، مطلب یہ ہے کہ میرا مال یوں ہی اڑا لیں اور دام نہ دیں۔ حضور اقدس نے یہ ناگوار جملے سن کر صرف اس قدر فرمایا "وہ خوب جانتا ہے کہ میں سب سے زیادہ محتاط اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں۔" (ترمذی شریف)

حضور اقدس کا یہ معاملہ امراء و حکام کے لئے ایک عملی سبق ہے کہ وہ اظہار رائے کے دروازے لوگوں کے لئے بند نہ کریں۔

سلطنت کو بھی مذہب اور عبادت بنا دیا

قیام سلطنت اور آئین سلطنت کے باب میں اسلام کا ایک فیض یہ بھی ہے کہ اس نے سلطنت کو بھی مذہب اور عبادت بنا دیا ہے۔ رحمت عالم کا مبارک ارشاد ہے:

"عادل امام کو قیامت کے دن اللہ کا سایہ نصیب ہو گا۔"

اس اعتبار سے جو لوگ سلطنت کے کاموں کو رضائے الٰہی کے لئے اخلاق اور نیکی کے ساتھ انجام دیتے ہیں ان کو اپنے اس حسن عمل کا ثواب اس طرح ملے گا جس طرح دوسری عبادات کا ملتا ہے۔ گویا حکومت کرنا بھی ایک عبادت ہے۔

اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ہر قسم کی بددیانتی، خیانت، فریب، سازش، ظلم و ستم کا اسلامی سیاست سے خاتمہ ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور خلافت میں رومیوں سے ایک مدت کے لئے صلح کرلی تھی لیکن وہ اس مدت کے اندر اپنی فوج سرحد کے قریب لئے ہوئے اس تاک میں تھے کہ جیسے ہی مدت ختم ہو کہ وہ رومیوں پر حملہ کر بیٹھیں۔ اس وقت ایک صحابیؓ، جو اس فوج میں شریک تھے، انہوں نے فوراً ان کی اس حکمت عملی پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ رسول اللہؐ نے اس کو بد عہدی قرار دیا ہے جس سے مسلمانوں کو باز رہنا چاہئے۔ یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے فوراً اپنی فوج ہٹالی۔

صدقہ وزکوٰۃ خوشی سے ادا کرتے تھے

یہ ایک حقیقت ہے کہ صدقہ وزکوٰۃ ادا کرنا بظاہر بہت مشکل ہے۔ اس طرح کسی جرم کا اقرار کر لینا بھی بہت دشوار ہے۔ لیکن جب ریاست کا ہر فرد اس کے تمام احکام کو مذہبی پابندیوں کی طرح موجب عذاب وثواب سمجھتا ہے تو پھر وہ ان پر بلا جبر واکراہ عمل کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام کے نظام خلافت میں ہر فرد و قبیلہ خود اپنا صدقہ حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں لاکر پیش کرتا تھا اور اس کے صلہ میں آپؐ کی دعائیں لے کر واپس جاتا تھا۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی سے روایت ہے:

"رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوتی تو آپؐ فرماتے، الٰہی، فلاں کی آل پر رحمت نازل فرما، چنانچہ میرے والد بھی صدقہ لے کر آئے تو آپؐ نے فرمایا، الٰہی، ابی اوفی کی آل پر رحمت بھیج۔"

حضرت عدیؓ بن حاتم قبیلہ طے کے سردار تھے، ان کو اپنی قوم کی طرف سے چوتھا حصہ ملتا تھا۔ لیکن جب وہ اسلام لائے تو سب سے پہلے انہوں نے ہی حضور اقدسؐ کی خدمت میں اپنے قبیلے کا صدقہ پیش کیا۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، "پہلا صدقہ جس کی مسرت سے رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کا چہرہ چمک اٹھا، قبیلہ طے کا صدقہ تھا جس کو تم لے کر آئے تھے۔"

دوسری طرف ہر فرد یہ چاہتا تھا کہ وہ بھی اس میں پورا حصہ لے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان ہے کہ جب حضور اقدسؐ نے صدقہ کا حکم دیا تو ہم لوگ بازاروں میں جاکر بوجھ ڈھونڈتے اور اس سے جو مزدوری ملتی اس کو لاکر صدقہ میں دیتے تھے۔ (بخاری شریف)

مجرم خود سزا چاہتے تھے

اس طرح جو لوگ کسی جرم میں مبتلا ہو جاتے تو جرم کے نشہ ٹوٹنے کے ساتھ ہی ان کے دل نور ایمان سے چمک اٹھتے اور وہ اس داغ کو دھونے کے لئے بیتاب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ نے بارگاہ نبوت میں آکر جس صداقت کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے اس کی مثال دنیا کی مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرت ماعزؓ بن مالک کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کیا۔ جب انہیں ہوش آیا تو حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یا رسول اللہؐ" مجھے پاک کیجئے۔ اس وقت آپؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس پر انہوں نے دوبارہ عرض کیا' میں نے زنا کیا ہے مجھ پر حد جاری فرمایئے۔ اس طرح جب وہ چوتھی بار اعتراف کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا "کیا تم اس کے ساتھ ہمبستر ہوئے؟" عرض کیا "ہاں۔" آپؐ نے فرمایا "کیا تم نے اس کے ساتھ مباشرت کی؟" عرض کیا "ہاں۔" آپؐ نے فرمایا "کیا تم نے اس کے ساتھ جماع کیا؟" عرض کیا "ہاں۔"

ان تمام مرحلوں کے بعد حضور اقدسؐ نے ان کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب ان پر پتھر برسنے لگے تو وہ بھاگنے لگے۔ آخر ایک صحابیؓ نے بڑھ کر اونٹ کے پاؤں کی ایک ہڈی اٹھا کر ماری تو وہیں ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر انہوں نے حضور اقدسؐ کو یہ بتایا تو آپؐ نے فرمایا'

"ان کو چھوڑ کیوں نہ دیا' شاید وہ توبہ کرتے اور اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔" (بخاری شریف)

چشم پوشی فرمانا

دنیوی سلطنت کا یہ بھی ایک طریقہ رہا ہے کہ بڑے بڑے جرائم درگزر کر سکتی ہے' خراج کو معاف کر سکتی ہے' رعایا کے ساتھ لطف و مہربانی کر سکتی ہے لیکن وہ کسی سلطنت کے مخالف کے معمولی سے معمولی جرم کو معاف نہیں کر سکتی۔

اس کے برخلاف عہد نبوت میں بعض مسلمانوں نے کچھ ایسے کام کئے جن سے بظاہر جنگی و سیاسی امور کو نقصان پہنچ سکتا تھا لیکن چونکہ ان کی نیت صاف تھی اور ان کے دل پاک تھے اس لئے حضور اقدسؐ نے ان کے اس جرم سے اس بنا پر چشم پوشی فرمائی کہ انہوں نے اس سے پہلے اسلام کی ایسی عظیم الشان خدمت انجام دی تھی جس سے ان کے ایمان کی سچائی پوری ظاہر ہو چکی تھی۔

حضرت حاطبؓ ابن بلتعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے کفار قریش کے پاس ایک خط لکھا

جس میں ان کو مسلمانوں کے مخفی حالات کی خبر دی۔ یہ خط پکڑا گیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا" اس نے اللہ' اللہ کے رسولؐ اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہے' اس لئے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔" لیکن حضور اقدسؐ نے حضرت حاطبؓ سے پوچھا "تم نے ایسا کیوں کیا؟" انہوں نے عرض کیا "اللہ کی قسم میرے ایمان میں کوئی خلل نہیں آیا ہے' خط لکھنے کی صرف یہ وجہ تھی کہ مکہ میں اپنی آل اولاد کو چھوڑ کر جو مہاجرین چلے آئے ہیں ان کا خاندان وہاں موجود ہے اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے لیکن میرے بال بچوں کا وہاں کوئی سہارا نہیں ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ کفار پر ایک احسان کر دوں جس کے بدلے میں میرے بال بچوں کی حفاظت ہو جائے۔

اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "سچ کہتے ہیں' ان کی نسبت صرف اچھے کلمات استعمال کرو' بدگمانی کو راہ نہ دو۔" لیکن حضرت عمرؓ نے پھر کہا "اس نے اللہ' اللہ کے رسولؐ اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہے۔ اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں۔" اس پر آپؐ نے فرمایا'

"کیا وہ اہل بدر سے نہیں ہیں' کوئی بات تو ہے جس کی بنا پر اللہ نے اہل بدر کے بارے میں یہ فرمایا ہے' اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنة "جو چاہو کرو جنت تمہارے لئے لکھی جا چکی ہے" یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں بھر گئیں' عرض کیا "اللہ کے رسولؐ کو سب سے زیادہ علم ہے۔" (بخاری)

یہ واضح رہے کہ دنیوی بادشاہ سلطنت کے راز کو اپنے قریب تر سے بھی چھپاتے ہیں لیکن اسلامی سلطنتوں میں تمام تر دارومدار اخلاص باللہ اور باہمی خلوص و اعتماد پر ہوتا ہے' یہی وجہ تھی کہ حضور اقدسؐ نے حضرت حاطبؓ سے درگزر فرمایا۔

حاکموں پر کڑی نظر رکھنا

ایک مرتبہ ایک عامل نے آکر عرض کیا "یہ صدقہ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔" یہ سن کر آپؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا'

"عامل کا کیا حال ہے کہ ہم اسے بھیجتے ہیں تو آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ میرا ہے' تو اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھ کر نہیں دیکھتا کہ اسے تحفے ملتے ہیں یا نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' وہ اس میں سے جو لے جائے گا وہ قیامت میں اپنی گردن پر لاد کر لائے گا۔

اونٹ، گائے، بکری جو ہو۔" پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار فرمایا،

"اللہ میں نے پہنچادیا۔" (بخاری شریف)

معاملات حکومت میں حضور اقدسؐ کا طرز عمل

اس معاملہ میں حضور اقدسؐ کا عمل اس قدر فیاضانہ اور آسان تھا کہ لوگ آپؐ کی خدمت اقدس میں جرائم کا اعتراف اس وجہ سے بھی کرتے تھے کہ آپؐ اس میں کوئی تخفیف یا آسانی پیدا کردیں گے۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں کو بھی اس فیاضانہ طرز عمل کا اعتراف تھا۔ چنانچہ یہودیوں میں دو مرد و عورت نے زنا کیا تو تمام یہودیوں نے بالاتفاق کہا کہ ہم کو آنحضرتؐ کی خدمت میں ان کو لے چلنا چاہئے، اس لئے کہ وہی ایک ایسے پیغمبر ہیں جو تخفیف لے کر مبعوث ہوئے ہیں یعنی سزا میں نرمی برت سکتے ہیں۔ (ابو داؤد)

اس طرح ایک مرتبہ ایک شخص خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا "میں سزا کا مستحق ہوں، مجھ پر حد جاری فرمایئے۔" اس پر آپؐ نے دریافت فرمایا "کیا وضو کرکے چلے تھے؟" عرض کیا "ہاں۔" آپؐ نے دریافت فرمایا "کیا ہمارے ساتھ نماز پڑھی تھی؟" عرض کیا "ہاں۔"

اس پر حضور اقدسؐ نے فرمایا "جاؤ، اللہ نے معاف کردیا۔" (ابو داؤد)

ایک صحابیؓ نے اس ڈر سے کہ روزوں میں کوئی بے عنوانی نہ ہو جائے اس سے بچنے کی یہ تدبیر کی کہ اپنی بیوی سے رمضان میں ظہار کرلیا (یعنی جیسے یہ کہہ دیا کہ تو میری ماں کے برابر ہے) لیکن آخر ایک رات بے قابو ہو کر بیوی سے مباشرت کرلی۔ صبح گھبرا کہ اپنے لوگوں سے کہا "مجھے رسول اللہؐ کی خدمت میں لے چلو۔" اس وقت سب نے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو خود آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جرم کا اعتراف کیا۔ اس پر حضور اقدسؐ نے دو بار فرمایا "کیا تم نے ایسا کیا ہے؟" انہوں نے دونوں مرتبہ عرض کیا "ہاں یا رسول اللہؐ" مجھ ہی سے یہ حرکت ہوئی اور اب اللہ کا جو حکم ہو اس کو صبر کے ساتھ پورا کرنے کو تیار ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو فرمایا ہے وہ فرمائیں۔" اس پر آپؐ نے فرمایا "ایک غلام آزاد کردو۔"

اس پر انہوں نے اپنی گردن پر ہاتھ مار کر عرض کیا "یا رسول اللہؐ" اس گردن کے سوا تو میرے قبضہ میں کوئی غلام نہیں۔" آپؐ نے فرمایا "مستقل دو مہینے کے روزے رکھو۔"

عرض کیا "یا رسول اللہؐ" جو پیش آیا ہے وہ روزے کا تو نتیجہ ہے۔"

آپؐ نے فرمایا "تو پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور دو۔"

عرض کیا "یا رسول اللہؐ" ہم نے تو خود رات فاقہ سے بسر کی ہے۔" اس پر آپؐ نے ان سے فرمایا" بنو زریق کے عامل کے پاس جاؤ وہ تم کو اس قدر کھجور دے دے گا کہ اس میں ساٹھ فقیروں کو بھی کھلاؤ اور جو بچ رہے وہ اپنے بال بچوں کو کھلاؤ۔" پھر وہ وہاں سے لوٹے تو لوگوں سے کہا "میں نے تمہارے یہاں تنگی و بد تدبیری اور رسول اللہؐ کے یہاں وسعت اور نیک مشورہ پایا۔"

صحابہ کرامؓ کا خلوص و وفاداری

جان لیں کہ رحمت عالمؐ نے جس پاکیزہ معاشرہ کی بنیاد رکھی اس کی یہ برکات تھیں کہ ہر شخص آپؐ پر فدا تھا' آپؐ کے ادنیٰ اشارہ پر جان نچھاور کر دیتا تھا' دیکھئے لوگوں کی وفاداری' خلوص اور جوش عقیدت کی سب سے بڑی کسوٹی میدان جنگ ہے اور رحمت عالمؐ کی مبارک زندگی کا ایک بڑا حصہ میدان جہاد ہی میں بسر ہوا ہے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ نے جس جذبہ کے ساتھ آپؐ کی حفاظت فرمائی ہے اور جس خلوص کے ساتھ آپؐ پر جانیں نثار کی ہیں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

غزوۂ بدر کے موقع پر جب حضور اقدسؐ نے انصارؓ سے مشورہ فرمایا' اس وقت حضرت سعدؓ بن عبادہؓ نے جس خلوص' محبت اور وفاداری کا اظہار کیا ہے وہ اس سے صاف ظاہر ہے' فرماتے ہیں'

" اے اللہ کے رسولؐ" کیا آپؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر آپؐ کا حکم ہو کہ ہم سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر حکم ہو کہ ہم اپنی سواریوں سے برک الغماد پر دھاوا کریں تو ہم کر دیں گے۔"

اسی طرح غزوۂ احد میں جب حضور اقدسؐ نے کفار کی جمعیت کو ذرہ گردن بڑھا کر دیکھنا چاہا تو حضرت ابو طلحہؓ' جو اس وقت آپؐ کی ڈھال بنے ہوئے تھے' جوش محبت میں فرماتے ہیں'

" میرے ماں باپ آپؐ پر قربان' آپؐ گردن بڑھا کر نہ دیکھئے' کہیں آپؐ کو کوئی تیر نہ لگ جائے' میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے سامنے ہے۔"

غرض وحی الٰہی کی روشنی میں حضور اقدسؐ نے جس عادلانہ نظام کی بنیاد رکھی اس کی برکات سے سب فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

مذہبی رواداری

اس سلسلہ میں رحمت عالمؐ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس پر غور کیا جائے تو واضح ہو گا کہ اسلام میں غیر مسلموں کو کس قدر آزادی حاصل ہے؟ ان کو آپؐ نے جو حقوق دیئے ہیں وہ اب تک تاریخ میں موجود ہیں۔ اس معاہدہ میں یہ لکھا ہے کہ.....

"نجران اور ان کے اطراف کے باشندوں کی جانیں' ان کا مذہب' ان کی زمینیں' ان کا مال' ان کے حاضر و غایب' ان کے قافلے' ان کے قاصد' ان کی مورتیں' اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی۔ کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے' کوئی راہب اپنی رہبانیت سے' کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔ نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا' نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہو گا ان میں سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔

اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے پورا ہونے کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی کی ذمہ داری ہے' یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو۔ جب تک وہ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے' ان کے ساتھ جو شرائط کئے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔"

اس معاہدہ سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں.....

- ان کی جان محفوظ رہے گی۔
- ان کی زمین' جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔
- ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی' مذہبی عہدیدار اپنے اپنے عہدوں پر برقرار رہیں گے۔
- صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔
- ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔
- ان سے فوجی خدمت نہیں لی جائے گی اور نہ

پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔

○ ان کے ملک میں فوج نہیں بھیجی جائے گی۔ ○ ان کے معاملات اور مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔

○ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے دیا جائے گا۔ ○ سود خوری کی اجازت نہ ہوگی۔

○ کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

یہ وہ حقوق و رعایات ہیں کہ آج کی مہذب حکومتیں بھی اس سے زیادہ کیا دیتی ہیں؟ ان میں وہ ساری چیزیں آگئی ہیں جو ایک محکوم کے حقوق کے تحفظ اور س کی باعزت زندگی کے لئے ضروری ہیں۔

مواخات مہاجرین و انصارؓ

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی کام اس سے زیادہ مشکل نہیں کہ بکھرے ہوئے دلوں کو آپس میں الفت و محبت کے رشتہ سے جوڑ دیا جائے۔ اور جب یہ معاملہ ایسے لوگوں کا ہو جو صدیوں سے باہمی جنگ و جدل کی آب و ہوا میں پرورش پاتے رہے ہوں تو یہ تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ رحمت عالمؐ کی دین حق کی دعوت پر دس بارہ ہی سال میں مدینہ منورہ میں قدسیوں کی ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی کہ جس کا ہر فرد دوسرے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار تھا۔

یہ نو مسلموں کا بھائی چارہ تھا جسے عربی میں "مواخات" کہتے ہیں۔ یہ دو مرتبہ ہوئی۔ پہلے مکہ مکرمہ میں صرف مہاجرین کے درمیان ہوئی' پھر مدینہ منورہ میں مہاجرین و انصار کے درمیان ہوئی۔ ایک قول کے مطابق یہ نوے اصحاب تھے اور ایک قول کے مطابق یہ سو تھے۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک روز رحمت عالمؐ نے حضرت انسؓ بن مالک کے گھر میں مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور ان سے سے فرمای' تاخو فی اللّٰہ اخوین اخوین۔

"اللہ کی راہ میں دو دو اصحاب بھائی بھائی بن جاؤ۔"

پھر آپؐ نے مہاجرین و انصار میں سے دو دو کو بلا کر فرمایا "یہ اور تم بھائی ہو' دونوں مل کر کام کرو اور کمائی مل کر کھاؤ۔"

انصارؓ کا ایثار

فرمان نبویؐ سن کر ہر انصاریؓ نے اپنے مہاجر بھائی کو ساتھ لے جا کر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دے دیا اور یہ کہہ دیا "اس میں آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔"

اس وقت ان کے جذبہ ایثار کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے انصاری بھائی حضرت سعدؓ بن ربیع نے ان سے کہا' میں اپنا مکان' باغ اور مال و اسباب کا آدھا حصہ تمہیں نذر کرتا ہوں' اور میری دو بیویاں ہیں' ان میں سے جسے تم پسند کرو طلاق دے دیتا ہوں' عدت گزر جانے کے بعد اس سے نکاح کر لینا۔ لیکن عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے احسان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لینے سے انکار کر دیا اور کہا' مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے بنو قینقاع کے بازار میں گھی اور پنیر کی تجارت شروع کر دی۔ اس طرح دوسرے مہاجرین نے بھی اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔

مواخات کی برکات

اس کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ مہاجرین کی آبادکاری اور ان کا معاشی مسئلہ ایک ہی دن اور ایک ہی نشست میں حل ہو گیا۔ اس کے علاوہ انصار و مہاجرین کے درمیان مضبوط رشتہ قائم ہو گیا اور وہ ایک دوسرے سے بہت ہی قریب ہو گئے۔ سب ایک کنبے کے افراد کی مانند ہو گئے۔

اس کے ساتھ انصار کو یہ فائدہ پہنچا کہ انہیں ایسے بھائی مل گئے جو تجارت کے گر جانتے تھے اور تجارتی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔ ورنہ اس سے پہلے وہ مدینہ کے یہودیوں کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ ادھر مہاجرین جو کاشتکاری سے دور تھے وہ محنت کی عظمت اور زمین کی برکت سے فیضیاب ہوئے اور وہ بھی معاشی طور پر مضبوط ہو گئے۔

میثاق مدینہ

رحمت عالمؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں اوس و خزرج کے علاوہ اور لوگ بھی آباد تھے جن میں یہودیوں کے تین بڑے گروہ بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ بھی آباد تھے۔ اب آپؐ یہ چاہتے تھے کہ یہاں سب پرسکون زندگی بسر کریں۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت انسؓ بن مالک کے گھر میں مدینہ کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو جمع کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ مدینہ کے لوگوں کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے اور کسی بیرونی حملہ آور کی حوصلہ شکنی کے لئے ایک تنظیم عمل میں لائی جائے نیز ایک شخص کو حاکم

اعلیٰ متعین کیا جائے اور حقوق و فرائض لکھ لئے جائیں۔ پھر یہ دستاویز مرتب کی گئی اور اس کی تمام دفعات پر اتفاق رائے کے بعد انہیں لکھ لیا گیا۔ یہ معاہدہ دنیا کا پہلا "تحریری دستور" ہے' اسے "میثاق النبی" کا نام بھی دیا گیا ہے۔

یہ رحمت عالمؐ کی نبوت و رسالت کی ایک بڑی دلیل ہے کہ آپؐ امی (ان پڑھ) ہونے کے باوجود دنیا کو ایک ایسا دستور عطا فرماتے ہیں کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ خوش قسمتی سے یہ تاریخی دستاویز لفظ بہ لفظ محفوظ ہے۔ یہ سیاستدانوں کے لئے ایک روشن مثال ہے کہ مملکت کے قیام کے بعد سب سے پہلا کام اس کا "دستور" مرتب کرنا ہے۔

پہلا تحریری دستور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو نبی ہیں ایک نوشتہ یا معاہدہ ہے' قریش اور اہل یثرب میں ایمان لانے والوں اور ان کے توابع کے لئے' جو ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

۱۔ یہ سب' ان لوگوں کے مقابلہ میں ایک ملت (سیاسی وحدت) متصور ہوں گے جو اس نوشتے کی پابندی میں شریک نہیں ہیں۔

۲۔ قریش میں سے جو لوگ ہجرت کر کے آئے وہ پیشتر کے دستور کے مطابق خون بہا مل کر ادا کریں گے اور اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۳۔ بنو عوف حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۴۔ بنو حارث بن خزرج حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۵۔ بنو ساعدہ حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۶۔ بنو جشم حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۷- بنو نجار حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۸- بنو عمرو بن عوف حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۹- بنو نیست (اوس) حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۱۰- بنو اوس حسب سابق اپنا واجب الادا خون بہا مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے قیدی خود فدیہ ادا کر کے چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

۱۱- ایمان والے لوگ اپنے میں سے کسی ایسے شخص کو جو مفلس ہو یا قرض کے بوجھ سے دبا ہوا ہو امداد دیئے بغیر نہ رہیں گے تاکہ اس کا خون بہا یا فدیہ بخوبی ادا ہو جائے۔

۱۲- کوئی ایمان والا اپنے کسی ایمان والے بھائی سے اجازت لئے بغیر اس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہ کرے۔

۱۳- پرہیزگار ایمان والے ہر اس شخص کی مخالفت کے لئے متحد رہیں گے' جو سرکشی اختیار کرے' ظلم' گناہ اور تعدی کے ہتھکنڈوں سے کام لے' ایمان والوں کے درمیان فساد پھیلائے۔ ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے' اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی ہو۔

۱۴- کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کافر (حربی) کے بدلے میں قتل نہ کرے گا اور نہ کسی ایمان والے کے خلاف کسی کافر (حربی) کو امداد دے گا۔

۱۵- اللہ کا عہد اور ذمہ ایک ہی ہے۔ ایمان والوں میں سے کوئی معمولی سا فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ ایمان والے دوسروں کے مقابلہ میں باہم بھائی بھائی ہیں۔

۱۶- یہودیوں میں سے جو ہمارا اتباع کرے گا' اسے امداد اور مساوات حاصل ہو گی' نہ ان میں سے کسی پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

۱۷- ایمان والوں کی صلح ایک ہی ہو گی' اللہ کی راہ میں جنگ ہو تو کوئی ایمان والا دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔ یہ صلح سب ایمان والوں کے لئے یکساں ہونی چاہئے۔

۱۸۔ ان تمام گروہوں کو، جو ہمارے ساتھ مل کر لڑیں گے، نوبت بہ نوبت آرام کا موقع دیا جائے گا۔

۱۹۔ ایمان والوں کو اللہ کی راہ میں جو نقصان جان اٹھانا پڑے، اس کا بدلہ وہ مل کر لیں گے۔

۲۰۔ بلاشبہ پرہیزگار ایمان والے سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستہ پر ہیں۔

۲۱۔ کوئی مشرک (جو اس معاہدے میں شریک ہے) قریش کے مال و جان کو پناہ نہ دے گا، اور نہ اس سلسلہ میں کسی ایمان والے کے آڑے آئے گا۔

۲۲۔ جو شخص کسی ایمان والے کو قتل کرے گا اور اس کا ثبوت بھی مل جائے گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ سوائے اس کے کہ مقتول خون بہا لینے پر راضی ہو جائے۔ تمام ایمان والوں پر لازم ہے کہ اس کی تعمیل کے لئے اٹھیں اس کے سوا اس کے لئے کوئی صورت جائز نہ ہوگی۔

۲۳۔ کسی ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل کے مندرجات کا اقرار کر چکا ہو، نیز وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، ہرگز جائز نہ ہوگا کہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے جو اس کی حمایت کرے گا یا پناہ دے گا وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت و غضب کا حقدار ٹھہرے گا جہاں کوئی فدیہ یا بدلہ قبول نہ کیا جائے گا۔

۲۴۔ اگر اس دستور العمل کی پابندی کرنے والوں میں کسی معاملے کے متعلق اختلاف پیدا ہو جائے تو اس سلسلہ میں اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۵۔ یہودی جب تک ایمان لانے والوں کے ساتھ ہو کر دشمن کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے، اپنے مصارف بھی خود ہی برداشت کرتے جائیں گے۔

۲۶۔ بنو عوف کے یہودی ایمان والوں کے ساتھ ایک امت (سیاسی وحدت) متصور ہوں گے۔ یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر، خواہ موالی ہوں یا اصل۔ البتہ جو لوگ ظلم و زیادتی کے مرتکب ہوں گے وہ اپنی ذات اور گھرانے کے سوا کسی کو مصیبت میں نہیں ڈالیں گے۔

۲۷۔ بنو نجار کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہود بن عوف کے ہیں۔

۲۸۔ بنی حارث کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہود بن عوف کے ہیں۔

۲۹۔ بنی ساعدہ کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہود بن عوف کے ہیں۔

۳۰۔ بنی جشم کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہود بن عوف کے ہیں۔

۳۱- بنی اوس کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہود بن عوف کے ہیں۔

۳۲- بنی ثعلبہ کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہود بن عوف کے ہیں۔

البتہ جو ظلم و زیادتی کے مرتکب ہوں گے وہ اپنی ذات یا گھرانے کے سوا کسی کو مصیبت میں نہ ڈالیں گے۔ ۳۳- جفنہ بنو ثعلبہ کی شاخ ہیں' اس لئے جفنہ کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنی ثعلبہ کے ہیں۔ ۳۴- بنو شطیبہ کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔ وفاشعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔ ۳۵- بنو ثعلبہ کے موالی کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو اصل کے لئے بیان کئے جا چکے۔

۳۶- یہودیوں کی تمام شاخوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے لئے بیان کئے جا چکے۔

۳۷- کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر جنگ کے لئے نہ نکلے۔

۳۸- زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی' جو شخص خونریزی کا مرتکب ہو تو ذمہ داری اس پر اور اس کے گھرانے پر عائد ہوگی۔ سوائے اس کے کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ اس کے ساتھ ہے۔ ۳۹- یہود اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے۔ مسلمان اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے۔ ۴۰- اس معاہدے کے شرکاء کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو وہ (یعنی یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے' ایک دوسرے کی خیر خواہی پر کاربند رہیں گے۔ ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔ ۴۱- کسی شخص کو حلیف کی بد عملی کا ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے گا اور مظلوم کو ہر حال میں مدد دی جائے گی۔ ۴۲- یہودی جب تک ایمان والوں کے ساتھ ہو کر جنگ کرتے رہیں گے' اپنے مصارف جنگ کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

۴۳- یثرب کا میدان اس دستور العمل کے شرکاء کے نزدیک مقدس و محترم ہوگا۔

۴۴- پناہ گیر کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو پناہ دہندہ کے ساتھ ہو رہا ہو۔ نہ اسے نقصان پہنچایا جائے گا' نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔

۴۵- کسی عورت کو اس کے کنبے والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۶- شرکائے معاہدہ کے درمیان کوئی نئی بات ہو یا کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اس دستور العمل میں جو

کچھ درج ہے اللہ کو پسند ہے کہ اس کی پابندی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفاشعاری سے کی جائے

۴۷۔ نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اس شخص کو جو ان کا معاون ہو۔

۴۸۔ اگر کوئی یثرب پر حملہ آور ہو تو یہودیوں اور مسلمانوں پر ایک دوسرے کی امداد لازم ہوگی۔

۴۹۔ اگر یہودیوں کو صلح کر لینے اور اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جائے گی تو وہ اسے قبول کر لیں گے۔ اگر یہودی کسی سے صلح کریں گے اور مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو ان کے لئے بھی اسے قبول کر لینا لازم ہوگا' سوائے اس کے کہ دین کے سلسلہ میں جنگ کرے (یعنی مذہبی جنگ میں کسی فریق پر تعاون کی ذمہ داری نہ ہوگی)۔

۵۰۔ ہر گروہ کے حصہ میں اس رخ کی مدافعت آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔

۵۱۔ اوس کے یہودیوں کو خواہ وہ موالی ہوں یا اصل' وہی حقوق حاصل ہوں گے جو یہ معاہدہ قبول کرنے والوں کو حاصل ہیں۔

۵۲۔ یہ نوشتہ یا معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے آڑے نہ آئے گا۔ جو جنگ کے لئے نکلے وہ بھی اور جو گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی' امن کا حقدار ہوگا' صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے' جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں۔ ۵۳۔ اللہ اس کا حامی و نگہبان ہے جو عہد و قرار میں وفاشعار اور پرہیزگار ہو اور اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس کے حامی اور نگہبان ہیں۔

حضور اقدسؐ کی پیش گوئیاں

رحمت عالمؐ کی بلند شان کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ آپؐ نے جو پیش گوئیاں فرمائی ہیں وہ حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔

سفر ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک سو اونٹنیوں کے انعام کی لالچ میں حضور اقدسؐ کا پیچھا کرتا ہوا آپؐ کے قریب آ پہنچا کہ اچانک اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑا۔ مگر اس نے ہار نہ مانی اور آگے بڑھا تو دوسری مرتبہ اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گرا' لیکن وہ پھر سوار ہوا اور ذرا آگے بڑھا کہ پھر گھوڑے نے سخت ٹھوکر کھائی اور اس کے دونوں اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔

یہ دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ حضور اقدسؐ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ہیں اور وہ ہر صورت میں غالب آئیں گے۔ اس نے آپؐ کو یقین دلایا کہ اس کی طرف سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور یہ درخواست کی

کہ حضور اقدسؐ ایک تحریر اس کو دیں جو اس کے اور آپؐ کے درمیان ایک نشانی اور یادگار کے طور پر محفوظ رہے۔ اس پر عامر بن فہیرہ جن کو حضور اقدسؐ نے راستہ بتانے کے لئے اجرت پر ساتھ لیا تھا' انہوں نے ہڈی یا جھلی پر ایک تحریر لکھ کر اس کے حوالہ کی۔

غور فرمائیں کہ رسول اقدسؐ ہجرت پر مجبور ہیں' دشمن ہر طرف گھات میں ہیں اور ان کا پیچھا کیا جا رہا ہے کہ آپؐ سراقہ سے فرماتے ہیں'

" سراقہ' اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تم اپنے ہاتھ میں پہنو گے۔"

زمانہ شاہد ہے کہ آپؐ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ جب حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے کسریٰ کے کنگن' اس کا پٹکا اور تاج حاضر کیا گیا تو انہوں نے سراقہ کو بلایا اور اس کو یہ پہنایا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں

غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ اور ان کے ساتھی جہاں خندق کھودنے میں مصروف تھے' وہاں ایک سفید رنگ کی گول گول چٹان بر آمد ہوئی' وہ اس قدر سخت تھی کہ کدالیں بھی ٹوٹ گئیں۔ آخر حضرت سلمانؓ حضور اقدسؐ کی خدمت میں پہنچے اور صورت حال بیان کی۔ چنانچہ آپؐ خود وہاں تشریف لائے۔ اس وقت آپؐ کے شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے دو پتھر بندھے تھے۔ آپؐ نے حضرت سلمانؓ سے کدال لی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی کہ ایک چمک کے ساتھ ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی۔ اس پر آپؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا تو سب نے یہی نعرہ لگایا۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو مزید تہائی حصہ گر گیا۔ اس وقت بھی آپؐ نے اللہ اکبر فرمایا تو سب نے یہی صدا لگائی۔ پھر تیسری مرتبہ ضرب لگائی تو وہ چٹان پاش پاش ہو گئی۔ اس وقت بھی آپؐ نے اللہ اکبر فرمایا تو سب نے جواباً "اللہ اکبر" فرمایا۔

اس کے بعد رحمت عالمؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا "پہلی چمک میں مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میں نے حرہ کے سرخ محلات دیکھے۔ دوسری ضرب کی روشنی میں فارس کی چابیاں عطا ہوئیں تو میں نے مدائن کے قصر ابیض کو دیکھا۔ تیسری بار یمن کی کنجیاں ملیں اور میں صفا کے دروازوں کو یہاں سے کھڑا دیکھ رہا ہوں' جبریل نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔" پھر حضور اقدسؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو مدائن کے محلات کی تفصیل بتائی تو انہوں نے عرض کیا "اس

ذات کی قسم جس نے آپؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے' قصر ابیض ایسا ہی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔"

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں:

حضرت عدیؓ بن حاتم جب رحمت عالمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اسلام قبول کرنے میں ہچکچا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا "کیا تمہیں ہماری غربت اسلام لانے سے روک رہی ہے؟ تم دیکھو گے کہ ایک قبیلہ کے بعد دوسرا قبیلہ ہماری اطاعت کرے گا۔

اے عدی' قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک قیصر و کسریٰ کے خزانے فتح نہ ہو جائیں۔" اس وقت آپؐ نے یہ بھی فرمایا "قیامت برپا نہ ہوگی جب تک کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت تن تنہا سفر کر کے بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ اسے سوائے اللہ کے کسی اور کا ڈر نہ ہوگا۔"

اس کے ساتھ آپؐ نے یہ بھی فرمایا "اے عدی' قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ ایک شخص صدقہ کی رقم کی تھیلی اٹھائے پھرے گا اور کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا' یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر اسے زمین پر دے مارے گا۔"

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے سفر پر نکلی اور تنہا کعبہ کا طواف کیا اور میں خود اس لشکر میں شامل تھا جس نے مدائن پر حملہ کیا تھا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اللہ کی قسم' دو پیش گوئیاں تو اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ لیں ہیں' تیسری بھی ضرور پوری ہوگی۔

حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ تیسری پیش گوئی حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں پوری ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص مال اٹھائے محتاجوں کو تلاش کر رہا تھا مگر اسے کوئی ضرورت مند نہیں ملتا تھا' آخر وہ اسے لے کر واپس گھر آ گیا۔

قیامت کی نشانیاں

یہ سچ ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کے وقت کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں لیکن رحمت عالمؐ نے کچھ ایسی نشانیاں بتلائی ہیں جن سے ہم اس کے قرب کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان نشانیوں

میں کچھ چھوٹی نشانیاں تو اس وقت بالکل ظاہر ہیں۔

رحمت عالمؐ نے قیامت کی علامات صغریٰ کے بارے میں فرمایا ہے'

جب حکام زمین' ملک کے لگان و محصول کو اپنی ذاتی دولت بتائیں۔ زکوٰۃ بطور تاوان ادا کریں۔ لوگ امانت کو مال غنیمت کی طرح حلال و طیب سمجھیں۔ شوہر اپنی بیوی کی بے جا اطاعت کرے۔ اولاد ماں باپ کی نافرمانی کرے اور برے لوگوں سے دوستی کرے۔ علم دین دنیا حاصل کرنے کی غرض سے سیکھا جائے۔ ہر قبیلہ اور قوم میں ایسے سردار بن جائیں جو ان میں سب سے زیادہ کمینے' بد اخلاق' لالچی ہوں۔ انتظامات ایسے اشخاص کے سپرد کئے جائیں جو ان کے لائق نہ ہوں۔ خوف و ضرر کی وجہ سے ایسے لوگوں کی تعظیم و تکریم کی جائے جو خلاف شرع ہوں۔ شراب نوشی کھلم کھلا ہونے لگے۔ آلات لہو و لعب اور ناچ گانے کا رواج ہو جائے۔ زناکاری کی کثرت ہو جائے۔

امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت و طعنہ زنی کرنے لگیں تو اس وقت جھکڑ' نہایت سرخ رنگ کی آندھی اور دوسری علامات عذاب آنے کا انتظار کرو' جیسے زمین کا دھنسنا' آسمان سے پتھروں کا برسنا' صورتوں کا بدل جانا' اس کے سوا اور علامات بھی اس طرح پے در پے ظہور پذیر ہونے لگیں گی جیسے تسبیح کا ڈورا ٹوٹ کر اس کے دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔

قیامت کی بڑی نشانیوں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ وہ ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پھر آپؐ نے یہ دس نشانیاں بتائیں.....

"دھواں' دجال' دابتہ الارض کا ظہور' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' عیسیٰؑ بن مریمؑ کا نزول' یاجوج ماجوج کا خروج کرنا' تین بڑے خسف (یعنی زمین میں دھنس جانا) ایک مشرق میں' دوسرا مغرب میں' تیسرا جزیرۃ العرب میں' سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔"

حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے'

"قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک سونے کے پہاڑ سے دریائے فرات کا پانی نیچے نہ اتر جائے گا' اس سونے پر قوموں میں جنگ و جدال ہوگا یہاں تک کہ ننانوے فی صد آدمی قتل ہو جائیں گے۔ ان میں سے ہر آدمی یہ کہے گا کہ شاید میں ہی نجات پانے والوں میں سے ہوں گا۔" (مسلم)

آپؐ فرماتے ہیں، "اسلام کا ظہور غربت و اجنبیت میں ہوا اور وہ آخری زمانہ میں پھر اپنی ابتدا کی طرح سابقہ حالت پر لوٹ آئے گا۔ پس اس مناسبت سے غریب الوطنوں کے لئے سعادت کی بشارت اور مبارک باد ہے۔" (مسلم شریف)

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

رحمت عالمؐ نے قرب قیامت کی جو بڑی نشانیاں بتلائی ہیں ان میں سے ایک دجال کا ظاہر ہونا اور دوسری حضرت عیسیٰؑ کا دنیا میں نزول فرمانا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں،

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے--- کہ ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریمؑ حاکم عادل بن کر، پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے، اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور (یہ حالت ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک اللہ کے حضور) ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ دجال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا "اس اثناء میں مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے اور نماز کے لئے تکبیر اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے اور اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھتے ہی اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اگر عیسیٰؑ اس کو اس کے حال ہی پر چھوڑ دیں تو وہ آپ ہی گھل کر مر جائے۔ مگر اللہ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کر دے گا اور وہ اپنے تیر میں اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔"

حضرت عائشہؓ (دجال کے قصے میں) روایت کرتی ہیں،

"پھر عیسیٰؑ نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے، اس کے بعد عیسیٰؑ چالیس سال تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔"

انداز گفتگو و خطابت

رحمت عالمؐ کے حسن کلام کے بارے میں صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں، میں عرب میں گھوما پھرا ہوں اور فصحائے عرب کا کلام سنا ہوں لیکن آپؐ سے بڑھ کر فصیح کلام کسی اور سے نہیں سنا۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ' کیا بات ہے کہ آپؐ فصاحت میں ہم سب سے بالاتر ہیں' حالانکہ آپؐ ہم سے کبھی الگ نہیں ہوئے۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا' "میری زبان اسمٰعیلؑ کی زبان ہے' جسے میں نے خاص طور سے سیکھا ہے' اسے جبریل مجھ تک لائے اور میرے ذہن نشین کردی۔"

آپؐ فرماتے ہیں' "میری لسانی تربیت خود اللہ عزوجل نے فرمائی ہے اور میرے ذوق ادب کو خوشتر بنادیا اور میں نے قبیلہ سعد کی فصاحت آموز فضا میں پرورش پائی ہے۔"

حضورؐ کی یہ امتیازی شان ہے کہ آپؐ کو "جوامع الکلم" کا اعزاز بخشا گیا ہے۔ آپؐ کم سے کم لفظوں میں نہایت جامع کلام فرماتے تھے' آپؐ کا حسن کلام سادگی کی شان لئے ہوئے تھا' بناوٹی کلام سے آپؐ کو بعد تھا۔

آپؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب بھی اپنے صحابہؓ کو کوئی دینی حکم سمجھانا چاہتے تو اس کو تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ بات نہ صرف دل کی گہرائیوں میں اتر جائے بلکہ لوح قلب پر بھی رقم ہو جائے۔ آپؐ ہمیشہ موقع و محل کے موافق گفتگو فرماتے تھے۔ حضور اقدسؐ بلند آواز اور خوش آواز تھے۔ (ترمذی' نسائی) آپؐ کی زبان مبارک سے کوئی بات خلاف شرع نہ نکلتی تھی۔ راضی و ناراضی دونوں حالتوں میں حق کے خلاف کوئی کلمہ زبان مبارک پر نہ آتا تھا۔ (ابو داؤد) کبھی کوئی ناپسندیدہ بات کہنے پر مجبوری ہی ہوتی تو اس کو آپؐ (صاف لفظوں میں نہ فرماتے تھے بلکہ) کنایہ و اشارہ سے کام لیتے تھے۔ (بیہقی)

حضور اقدسؐ اگر مسجد میں خطاب فرماتے تو اپنی چھڑی پر سہارا لیتے تھے' میدان جنگ میں تقریر فرماتے تو کمان پر ٹیک لگاتے تھے۔ تقریر میں جسم دائیں بائیں جھوم جاتا تھا۔ ہاتھوں کو حسب ضرورت حرکت دیتے تھے۔ تقریر میں بعض موقعوں پر "والذی نفسی" یا "والذی نفس محمد بیدہ" یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یا محمد کی جان ہے' کہہ کر قسم کھاتے تھے۔ لہجے میں بھی اور چہرے پر بھی دل کے حقیقی جذبات چھلکتے تھے اور سامعین پر خوب اثر انداز ہوتے' ان کے دلوں کو ہلا دیتے تھے۔

انصارؓ پکار اٹھے

غزوۂ حنین کے موقع پر رحمت عالمؐ نے نو مسلم اہل مکہ کے درمیان ان کے دل جیتنے کے لئے مال غنیمت میں سے کچھ زیادہ حصہ دیا۔ اس پر انصارؓ میں کچھ لوگوں کو ناگوار گزرا۔ جب حضور اقدسؐ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے انصارؓ کو جمع کیا اور ان سے فرمایا'

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ پہلے گمراہ تھے' اللہ نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت دی' تم منتشر اور پراگندہ تھے' اللہ نے میرے ذریعہ تم کو متحد و متفق کیا' تم مفلس تھے' اللہ نے میرے ذریعہ تم کو آسودہ حال کیا؟ اس پر انصارؓ برابر یہ کہتے رہے کہ بے شک اللہ اور رسولؐ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ پھر آپؐ نے ان سے فرمایا "تم یہ جواب دو کہ اے محمدؐ' تم کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تمہاری تصدیق کی' تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی' تم جب مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی۔ تم جواب میں یہ کہتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ ہاں' تم سچ کہتے ہو' لیکن اے گروہ انصار' کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمدؐ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔" اس پر انصارؓ بے اختیار پکار اٹھے "ہم کو صرف محمدؐ درکار ہیں۔"

بصیرت افروز انداز بیان

ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا'

"دنیا ایک دلکش سبز باغ ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا کا خلیفہ اور اپنا نائب بنایا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ سنو! دنیا سے بچتے رہو۔ عورتوں کے معاملہ میں احتیاط برتو۔ جب کسی شخص کو حق بات کا علم ہو جائے تو اس کو بلا خوف و خطر کہہ دے اور لوگوں کے خوف کا اندیشہ نہ کرے۔ آگاہ ہو جاؤ' ہر فریبی اور غدار کے لئے قیامت کے دن اس کے دھوکے اور فریب و غدر کے مطابق ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ نافرمان امام کے دھوکے سے بڑھ کر اور کوئی غدار نہیں ہے۔ غصہ انسان کے دل میں گویا ایک چنگاری ہے جس سے اس کی دونوں آنکھیں سرخ انگارہ ہو جاتی ہیں اور رگیں پھول جاتی ہیں۔ اگر اس کا احساس ہونے لگے' تو اپنے مقام سے اٹھ جانا چاہئے۔"

کیا ہی سادہ' شیریں و بصیرت افروز بیان ہے!

خطبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت عالمؐ کے خطبات پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ رب کریم نے آپؐ کو اس میں ایک انوکھا انداز عطا فرمایا ہے۔ یہ رشد و ہدایت کا انمول خزانہ ہے۔ چنانچہ اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ یہاں آپؐ کے خطبات کے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

بمقام وادی صفا خطبہ ارشاد فرمایا

تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں۔

اما بعد ایھا الناس

"میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ حق سبحانہ، تعالیٰ ساری دنیا کا خالق و مالک ہے..... وہ زندہ اور قائم ہے نہ اسے نیند آتی ہے نہ غفلت اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے، سب اسی کا ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ غنی اور بے نیاز ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ تمام مخلوق کو پالتا ہے..... وہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ خشکی کا ہر ذرہ اور ہر دریا کا ہر قطرہ اسی نے بنایا ہے اور دنیا کی تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور دنیا کی ہر چیز کی خلق و تربیت میں اسی کا تصرف ہے۔

اور اے اللہ کے بندو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کے آگے جھک جاؤ تو پھر تمہیں کسی چیز کے لئے بھی کسی دوسری تدبیر کے کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور وہ دنیا میں تمہارے لئے عزت و اطمینان کا شرف پیدا کر دے گا اور تمہاری تمام گمراہیوں کو معاف کر دے گا اور وہ نہایت رحیم و کریم ہے اور سب سے زیادہ بخشنے والا اور صاحب رحم و الطاف ہے۔

اور اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدائے قدوس کو چھوڑ کر عاجز ہستیوں کی پرستش کرتے ہو، تم نے اس کے احسانات کو فراموش کر دیا۔ آہ، اس سے پہلے کہ اللہ کی بادشاہی کا دن نزدیک آئے، کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم ہر طرف سے کٹ کر صرف اسی کے ہو جائیں اور اسی کی عبادت کریں۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس نازک وقت کے آنے سے پہلے ہدایت کرتا ہوں کہ اپنی روح اور اپنے دل اور اپنی تمام قوتوں اور اپنی تمام خواہشوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاؤ اور اسی کی عبادت کرو۔"

شعب ابی طالب میں خطبہ میں ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے بعد.....

" اور اے لوگو! اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب ایک شخص کی طرح ہیں۔ اگر اس کے سر میں شکایت ہو تو پورے بدن کو بے قرار ہو جانا چاہئے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے مثل بنیاد کے ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے بوجھ اٹھانے میں مدد کرتا ہے..... اور میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک مسلمان نہ ہو اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو..... اور میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ آپس میں اس طرح متفق رہو جس طرح کوئی دیوار ہوتی ہے کہ اس کی ایک اینٹ دوسری کو تھامے رہتی ہے اور تم جس حال میں بھی رہو ایک دوسرے کے مددگار بن کر رہو اور میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر تم متفق ہو کر رہو گے اور ایک دوسرے کی مدد کرو گے یعنی ایک دوسرے کو سہارا دو گے تو دیوار کی طرح مضبوط رہو گے ورنہ اینٹوں کے ڈھیر کی طرح ہو جاؤ گے جس میں کوئی مضبوطی نہیں ہوتی اور جس کو ہر شخص ٹھکرا دیتا ہے۔

اور اے مسلمانو! اس بات کو یاد رکھو کہ اگر تم نے فریضہ تبلیغ کو بھلا دیا تو پھر یقیناً تم بہترین امت ہونے کے حقدار نہیں رہو گے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے عطا کئے شرف سے محروم ہو جاؤ گے اس وقت اللہ تم پر ظالموں کو حاکم بنا دے گا وہ تم پر سختیاں کریں گے..... اور اے مسلمانو! میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر کسی قوم کا کوئی آدمی گناہ کرے اور وہ قوم اس کے روکنے کی قدرت رکھتی ہو اور پھر نہ روکے تو اس قوم پر اس کے سبب سے عذاب الٰہی نازل ہو گا۔ اس سے پہلے کہ اس کا آخری وقت آئے اور میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص کفر و معصیت کو دیکھے اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کرے اور اگر ہاتھ سے منع نہ کر سکے تو زبان سے روکے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔"

صحن کعبہ میں ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے بعد.....

" اے اللہ کے بندو! اس بات کو یاد رکھو کہ نفع رسانی رحم و کرم کا ایک لازمی جزو ہے۔ بے رحم

اور سنگدل آدمی کبھی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ نفع اسی سے پہنچ سکتا ہے جس کے دل میں رحم و کرم ہے۔ پس یوں سمجھو کہ نفع رسانی رحم دلی کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے اور میں چند باتیں مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں' دیکھو ایک اپاہج بیمار پر رحم اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے علاج کا بندوبست کیا جائے اور اس کے کھانے پینے کا انتظام کیا جائے' یہ رحم و کرم ہے اور کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کو مصیبت سے نجات دلانا رحم ہے اور ایک راستہ سے اذیت دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی رحم ہے اور راستہ سے اذیت دینے والی چیز کو وہی شخص ہٹائے گا جس کے دل میں رحم و کرم ہے' بے رحم اور ظالم آدمی ایسا نہیں کر سکتا' پس تم ظالموں کی تقلید نہ کرو بلکہ رحم دل بن جاؤ۔

اور اے لوگو! جو شخص بیوہ عورت اور مسکین کے حق میں کوشش کرتا ہے اور ان کے حال پر رحم کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے' اور میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ یتیموں پر رحم کرو اور جو تمہاری نگرانی میں ہیں ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو اپنے فرزندوں کے ساتھ کرتے ہو اور اس بات پر یقین کرو کہ جو شخص محض اللہ کے لئے یتیم کے سر پر مہربانی سے ہاتھ پھیرے گا تو اس کے ہر بال کے عوض میں اس کے لئے بھلائی ہو گی اور اللہ کے نزدیک سب گھروں میں محبوب تر گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کی جاتی ہے۔

اے لوگو! میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارے رب کا یہ فرمان ہے کہ تم میں زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے اور تم جانتے ہو کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے' پھر غرور کی وجہ کیا چیز ہے۔ یاد رکھو اسلام کی نظر میں کوئی مرتبہ انسانیت سے بالاتر نہیں ہے۔ اس کے نزدیک آقا اور غلام اور بلند و پست' امیر و غریب سب برابر ہیں۔ ہاں اس کی نظر میں اگر کوئی چیز باعث امتیاز ہو سکتی ہے تو وہ تقویٰ اور حسن عمل ہے۔

اے لوگو! انسانیت کی آنکھ اس نظارے کو بھول نہیں سکتی جب جہالت کی حکومت تھی' جب نفس پرستی اپنی پوری شدت کے ساتھ انسانوں پر قبضہ کئے ہوئے تھی' میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب غلاموں کے ساتھ وحشیانہ اور ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا اور ان کو جانوروں سے بدتر سمجھا جاتا تھا' لیکن اللہ نے ان پر رحم کیا اور ان کے حقوق ظاہر کئے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی۔ میں اپنے رب کے فرمان کے مطابق تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم ان کو اپنے بھائی سمجھو' ان سے اتنا ہی کام لو جتنا

آسانی سے وہ کر سکیں اور ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ویسا ہی ان کے ساتھ سلوک کرو جیسا کہ اپنے عزیزوں کے ساتھ کرتے ہو اور ان کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ ان کے لئے بھی ناپسند کرو اور ان کو ذلیل نہ سمجھو۔

کاشانہ نبوت میں خطبہ میں ارشاد فرمایا

اور اے اللہ کے بندو! تمہارے رب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے بنی آدم، ہم نے تم کو زمین میں قدرت عطا کی ہے اور اس میں تمہارے لئے معاش پیدا کی ہے لیکن تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ بندے کو اپنے امکان بھر رزق حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے اور پھر تکمیل کے لئے اللہ سے دعا مانگنی چاہئے۔

اور میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنے رسول آئے وہ سب حصول رزق کے لئے محنت کرتے تھے اور اپنا بار کسی پر نہیں ڈالتے تھے، پس تم بھی روزی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو اور تم میں سے کسی شخص کا محنت و مزدوری کرنا اور لکڑیوں کا بوجھ اپنے سر پر لانا کسی دوسرے شخص سے سوال کرنے سے بہتر ہے..... اور جو شخص گداگری سے بچنے اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کرنے اور پڑوسیوں کی مدد کرنے کے لئے حلال طریقہ سے روزی حاصل کرے تو وہ قیامت کے دن اپنے رب کے حضور ایسی حالت میں جائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا اور دنیا میں بھی اس کے لئے عزت و رفعت ہے۔

اے لوگو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر حاصل نہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو بلکہ اپنی روزی تلاش کرنے میں خوب کوشش کرو اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو اور میں سمجھتا ہوں کہ رزق حاصل کرنے کے ذرائع میں تجارت سب سے بہتر ہے۔ پس جس کو استطاعت ہے وہ اس کو اختیار کرے اور سچا اور امانتدار تاجر قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ پس ہر تاجر کو صادق و امین بننا چاہئے اور سب سے زیادہ حلال روزی جو آدمی کھا سکتا ہے وہ اس کی محنت کی کمائی ہے اور تجارت ہے جس میں جھوٹ و خیانت شامل نہ ہو اور جہاں تک ہو سکے تجارت کرو کیونکہ اس میں برکت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرتا ہے جو خریدنے اور بیچنے اور تقاضا کرنے میں نرمی اختیار کرتا

ہے۔ اور جب تم کسی سے تجارت کے لئے روپیہ قرض لو تو جہاں تک ہو سکے وعدے کے مطابق واپس کرو کیونکہ اس سے اعتماد باہمی میں اضافہ ہوتا ہے' اور یاد رکھو امانت سے رزق حاصل ہوتا ہے اور خیانت سے افلاس پیدا ہوتا ہے۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا عہد مضبوط نہیں اس کا دین نہیں۔"

مسجد قبا میں ارشاد فرمایا

اور میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس شخص کی عمر دراز ہو اور اس کے اخلاق اچھے ہوں وہ بہترین شخص ہے اور جس کی عمر دراز ہو اور اس کے اخلاق برے ہوں وہ بدترین شخص ہے اور میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ایک دوسرے کے دشمن نہ بنو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو..... اور جب تمہارا کوئی بھائی تکلیف میں ہو تو اس کی مدد کرو اور جب کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور اسے تسلی دو اور کسی سے کوئی قصور ہو تو اسے معاف کر دو لیکن حدود کے جاری کرنے میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو اور حلم و بردباری عمدہ خصلت ہے مگر ضلالت و عدوان کے مقابلہ میں کبھی عاجزی ظاہر نہ کرو اور فیاضی اور ایثار ضروری ہے مگر اسراف سے محفوظ رہو اور جرات و شجاعت عمدہ جوہر ہے مگر مظلوم اور مفتوح کے لئے سراپا لطف و کرم بن جاؤ اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور جب کوئی تم سے ملاقات کے لئے آئے تو اس کی تعظیم کرو اور اس سے کوئی نازیبا بات نہ کرو اور حق تعالیٰ سبحانہ تمہیں مال و زر عطا فرمائے تو مغرور نہ بن جاؤ اور یتیموں اور بیکسوں اور بیواؤں اور غریبوں اور ناتوانوں کی امداد کرو اور جس شخص پر ظلم ہو رہا ہو اس کی حمایت کرو۔"

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر خطبہ ارشاد فرمایا

اور میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی زر خالص ہو تو میں خوش ہوں کہ تین رات میں خرچ کر دیا جائے اور اس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی نہ رہے اور میں اس بات کو جانتا ہوں کہ مال و زر خرچ کرنا انسان کے لئے مفید ہے اور جمع کر کے رکھنا نقصان دہ ہے لیکن بقدر ضرورت رکھنے پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اللہ کے لئے دینا

اس سے شروع کرو جس کا نفقہ تم پر واجب ہے۔ اور میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ جو مال و زر تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ تمہارے مال میں اضافہ کرتا ہے اگرچہ تم محسوس نہ کرو اور آخرت کا ثواب دنیا کے فائدوں کے علاوہ ہے' اور ہدایت ہے ان کے لئے جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اور اے مسلمانو! میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ ایثار پسندی اختیار کرو اور خود غرضی سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ خود غرضی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اور اس بات کو یاد رکھو کہ اول بہتری اس امت کی ایمان اور ایثار پسندی ہے اور اول خرابی اس امت کی خود غرضی اور بے رحمی ہے۔

مدینہ منورہ میں خطبہ میں ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد

"لوگو! میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے اعمال کو مکرو فریب اور ریا سے پاک کرو اور اس بات کو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول کرتا ہے جس میں سچائی ہوتی ہے اور جو کام ازراہ مکرو فریب کئے جاتے ہیں وہ قبول نہیں ہوتے.... اور میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو لوگ ریاکار ہیں وہ کبھی دنیا میں کامیاب نہیں ہوسکتے اور آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے اور جو مخلص ہیں وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہیں اور مخلوق کے دل میں ان کی عزت ہے اور وہ آخرت میں کامیاب ہوں گے۔"

آخری خطبات میں فرماتے ہیں

"مرحبا مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے' تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے' تم کو رزق دے' تمہاری مدد کرے' تم کو رفعت دے' تمہیں امن و امان کے ساتھ رکھے۔ میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو اسی سے ڈراتا ہوں کیونکہ میں نذیر مبین ہوں دیکھنا اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں میں تکبر اور برتری اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے' یہ آخرت کا گھر ہے' ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔" پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی'

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے۔

آخر میں فرمایا' سلام تم سب پر اور ان سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے۔

طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اور پہلو ایسا نہیں جس کے بارے میں احادیث پاک میں واضح ہدایات نہ ملتی ہوں۔ آپؐ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے۔ آپؐ سراپا رحمت ہیں۔ اس اعتبار سے آپؐ نے طب کے باب میں جو ارشادات فرمائے ہیں وہ بھی ہمارے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔

یہ ذہن میں رہے کہ طب کا ایک حصہ یہ ہے کہ ہم ان اصولوں اور طریقوں کو اپنائیں جن کے ذریعہ بیماریوں کے حملہ سے محفوظ رہ سکیں اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ جب کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو کس طرح اس کا علاج کیا جائے اور حضور اقدسؐ کی مبارک زندگی اور آپؐ کے مبارک ارشادات میں ان دونوں سے متعلق ہدایت موجود ہے۔

دیکھئے انسانی صحت کے لئے جسم و روح کی پاکیزگی نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے قول و عمل سے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ پاکیزگی اور صفائی کے بارے میں ارشاد ہے'

"پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔" اس کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا گیا ہے' یہ روحانی و جسمانی دونوں فائدوں پر حاوی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں'

"نماز کی کنجی طہارت ہے' اس کی حرمت تکبیر ہے اور اس کی حلت سلام ہے۔" (ابن ماجہ)

وضو کرتے وقت مسواک کرنے کی اس طرح تاکید فرمائی ہے کہ "اگر میری امت پر یہ بات تکلیف دہ نہ ہوتی تو میں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنا فرض قرار دیتا۔" آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "پانچ چیزیں فطری فضائل میں سے ہیں' مونچھیں کترنا' بغل کے بال ترشوانا' ناخن کاٹنا' زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور ختنہ کرانا۔" (نسائی)

حضور اقدسؐ نے دانتوں کی صفائی کی اس طرح تاکید فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ کے پاس کچھ لوگ آئے جن کے دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے پیلے ہو رہے تھے۔ آپؐ کی نظر پڑی تو فرمایا'

"تمہارے دانت پیلے کیوں نظر آتے ہیں؟ مسواک کیا کرو۔" (مسند احمد)

اس کے ساتھ آپؐ نے کم از کم جمعہ کے دن غسل کرنے کی' اچھا لباس پہننے کی اور خوشبو لگانے کی خاص ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہؐ

نے فرمایا'

"ہر بالغ پر جمعہ کے دن اگر میسر ہو سکے تو نہانا' مسواک کرنا' خوشبو لگانا ضروری ہے۔" (بخاری)

رحمت عالمؐ کی یہ مبارک عادت تھی کہ "جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے دہن مبارک کو مسواک سے صاف کرتے تھے۔" (بخاری' مسلم)

کھانے پینے کے آداب

یہ ذہن میں رہے کہ کھانے پینے کے کچھ آداب ہیں اور یہ سب ہمارے فائدے کے لئے ہیں' اگر ان کی رعایت کی گئی تو یقیناً کوئی فائدے سے محروم نہیں رہے گا۔

اس بارے میں یہاں حضور اقدسؐ کے چند ارشادات کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے'

-- کھانا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا چاہئیں۔

-- بائیں ہاتھ سے کھانا پینا نہیں چاہئے۔

-- کھانا شروع کرتے وقت "بسم اللہ" کہنا چاہئے اگر کوئی بھول جائے تو "بسم اللہ اولہ و آخرہ" کہہ لے۔-- کھانا ٹیک لگا کے' بیٹھ کر یا منہ کے بل سو کر نہیں کھانا چاہئے۔

-- کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر کسی کپڑے سے نہ پونچھے جائیں۔

— پانی ٹھہر ٹھہر کر دو تین سانس میں پینا چاہئے۔ پانی کے برتن میں سانس نہیں لینی چاہئے۔

— پانی بے ضرورت کھڑے ہو کر نہیں پینا چاہئے۔

— کھانے اور پانی کے برتنوں کو ڈھانک کے رکھنا چاہئے۔

-- کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا دل سے شکر ادا کرنا چاہئے۔

حضور اقدسؐ فرماتے ہیں'

"مسلمان ایک آنت سے کھاتا ہے' کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے۔" (بخاری' مسلم)

یعنی کافر بہت زیادہ کھاتا ہے جبکہ مسلمان اپنے پیٹ کا کچھ حصہ خالی رکھتا ہے تاکہ اس کی عبادت میں خلل نہ ہو۔

حضور اقدسؐ کی پسندیدہ غذائیں

اب یہ دیکھا جائے کہ غذا کے بارے میں حضور اقدسؐ نے کیا رہنمائی فرمائی ہے چنانچہ آپؐ نے

جو کچھ فرمایا ہے وہ اس قدر ٹھوس و مضبوط ہے کہ آج بھی اس صداقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

آپؐ فرماتے ہیں "گوشت سب سالنوں کا سردار ہے۔"

پھر آپؐ نے ان جانوروں کی بھی نشاندہی فرمادی ہے کہ جن کا گوشت کھانے کے قابل ہے اور جن کا قابل استعمال نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپؐ نے جن جانوروں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے وہ یقیناً صحت کے لئے مضر ہے اور جن کے نقصانات سے طب جدید خوب واقف ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کو کدو مرغوب تھا۔ آپؐ کو دستی کا گوشت پسند تھا۔ آپؐ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ آپؐ بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرماتے تھے اور اکثر جو کی روٹی استعمال فرماتے تھے۔ یہ ذہن میں رہے کہ آج بھی جو کو نہایت مفید اور اعلیٰ درجہ کا مقوی و مغذی اناج قرار دیا جاتا ہے اور اناجوں اور پھلوں کے چھلکوں میں بہترین اور نہایت ضروری اجزاء کی موجودگی تسلیم کی جاتی ہے۔

حضور اقدسؐ نے دودھ کو بھی اللہ کی بڑی نعمت بتایا ہے۔ آپؐ شہد کو بہت پسند فرماتے تھے۔ شہد کو پانی میں حل کر کے نوش فرمایا کرتے تھے۔ کبھی دودھ میں شہد ملا کر استعمال فرماتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز پسند تھی۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ آپؐ کھیرے کو نمک لگا کر بھی استعمال فرماتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ تربوز کو تازہ تر کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

آپؐ کو انجیر اور زیت سے بڑی رغبت تھی۔ آپؐ بہت زیادہ گرم چیز، جس میں بھاپ نکلتی ہوتی، نہ کھاتے تھے بلکہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار فرماتے تھے۔ گرم کھانے کے بارے میں ارشاد فرماتے کہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور یہ کہ اللہ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی۔ آپؐ کو کھانوں میں ثرید بہت پسند تھا۔

ثرید شوربے میں روٹی بھگو لینے کو کہتے ہیں اور دودھ میں کھجور کو بھگو کر اس میں تھوڑا سا مکھن ڈال دیا جائے تو اس کو بھی ثرید کہتے ہیں۔ آپؐ فرماتے تھے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ آپؐ سبزی کو دسترخوان پر بہت پسند فرماتے تھے۔

حضور اقدسؐ نے رات کو بھوکا رہنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ جلد بڑھاپا لاتا ہے۔ آپؐ نے بدبودار

چیز کھا کر مسجد میں آنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ آپؐ نے کھانے پینے اور حفظان صحت کا یہ ایک ایسا جامع اصول ارشاد فرمایا ہے کہ، ''ہم ایسی قوم ہیں کہ جب تک بھوک نہ لگے نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔''

حضرت ام منذرؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، حضورؐ ان میں سے تناول فرمانے لگے، حضرت علیؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے، وہ بھی نوش فرمانے لگے تو حضورؐ نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو، تم مت کھاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ رک گئے اور حضورؐ کھاتے رہے۔ حضرت ام منذرؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جو اور چقندر لے کر پکائے۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''علی یہ کھاؤ، یہ تمہارے لئے مناسب کھانا ہے۔'' (شمائل ترمذی)

رحمت عالمؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپؐ ہر کام میں اعتدال اور سادگی کا خیال رکھتے تھے۔ آپؐ فرماتے ہیں، ''خوش حالی میں میانہ روی کیا ہی خوب ہے، ناداری میں اعتدال کی روش کیا ہی بھلی ہے اور عبادت میں میانہ روی کیا ہی بہتر ہے۔'' (کنزالعمال)

علاج معالجہ

اس بارے میں احادیث پاک سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدسؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نہ صرف یہ کہ علمی بصیرت رکھتے تھے بلکہ علم الجراحت سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتے تھے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدسؐ کے ساتھ ایک بیمار کی عیادت کے لئے گیا، اس شخص کی پیٹھ پر کسی جگہ ورم تھا، لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ ورم میں پیپ پڑ گیا ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا ''اسے شگاف دے دو۔'' حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی وقت آپؐ کی موجودگی میں اس شخص کے شگاف دے دیا اور وہ ٹھیک ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذؓ کو تیر لگا تو حضور اقدسؐ نے ان کا علاج داغنے سے کیا اور یہ عمل خود اپنے دست مبارک سے انجام دیا اور جب زخم پر ورم ہو گیا تو دوبارہ پھر داغ دیا۔ آپؐ فرماتے ہیں، ''تم جن دواؤں سے علاج کرتے ہو، اس میں سب سے اچھا علاج پچھنے لگانا ہے۔'' (ابن ماجہ)

ہر بیماری کی دوا ہے

رحمت عالمؐ کا مبارک ارشاد ہے'

"اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں فرمائی جس کی دوا نہ نازل فرمائی ہو۔" (بخاری' ابن ماجہ)

آپؐ فرماتے ہیں' "دو شفا دینے والی چیزوں کو ضرور اپناؤ' ایک قرآن' دوسری شہد۔" (ابن ماجہ)

آپؐ فرماتے ہیں' "معدہ بدن کے لئے حوض کی مانند ہے' رگیں معدہ کی طرف آتی ہیں' اگر معدہ تندرست ہو تو رگیں تندرستی لے کر واپس آتی ہیں اور اگر معدہ فاسد ہو تو رگیں بیماری لے کر واپس ہوتی ہیں۔" (بیہقی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ کے گھر جب کسی کو بخار ہوتا تو آپؐ اس کے لئے حریرہ تیار کرنے کا حکم فرماتے کہ' یہ رنجیدہ دل کو قوت دیتا ہے' بیماری کو ایسے دھوتا ہے جیسے چہرہ سے میل کو دھوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

آپؐ کا ارشاد ہے' "اللہ تعالیٰ نے دوا اور بیماری کو اتارا ہے اور ہر بیماری کی دوا مقرر کر دی ہے۔ تم دوا کرو اور حرام کے ساتھ دوا نہ کرو۔" (ابو داؤد)

کسی نے پوچھا "یا رسول اللہؐ ہمارے علاقے میں انگور بہت ہوتے ہیں' ہم اسے نچوڑتے ہیں اور اس کی شراب پیتے ہیں۔" اس پر آپؐ نے فرمایا' "ہرگز نہ پیا کرو۔" عرض کیا گیا' یا رسول اللہؐ' یہ ہم مریض کو بیماری میں دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا'

"یہ تو خود ایک بیماری ہے۔" (ابن ماجہ)

حضرت سلمیٰؓ ام رافع' جو آپؐ کی آزاد کردہ باندی تھیں فرماتی ہیں کہ جب نبیؐ کو کہیں زخم ہوتا یا کانٹا چبھتا تو آپؐ اس پر مہندی لگاتے تھے۔ (ابن ماجہ)

آپؐ فرماتے ہیں' "کلونجی میں موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے۔" (بخاری' مسلم)

آپؐ فرماتے ہیں'

"اپنے بچوں کی گھاٹی (حلق) دبا کر تکلیف نہ دیا کرو بلکہ عود ہندی استعمال کیا کرو' اگر گھاٹی ہو تو اس کی ناس دو' اگر ذات الجنب کی بیماری ہو تو منہ میں لگایا کرو۔" آپؐ نے فرمایا ہے' "تم عود ہندی ضروری اپناؤ اس میں سات بیماریوں کی دوا ہے جس میں سے ایک ذت الجنب ہے۔" آپؐ فرماتے ہیں' "آپؐ فرماتے ہیں' کماۃ' من سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے اور عجوہ

کھجور جنت سے تعلق رکھتی ہے اور دیوانہ پن کو شفا دیتی ہے۔" (ابن ماجہ) آپؐ فرماتے ہیں "سب سے بہتر سرمہ اثمد ہے جو نگاہ تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔" آپؐ فرماتے ہیں "بخار کی تیزی جہنم کی آگ کی لپیٹ ہے' پس اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔" (ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "حضور اقدسؐ کے پاس نوزائیدہ بچوں کو لایا جاتا تو آپؐ ان کے لئے برکت کی دعا کرتے اور چھوہارا چبا کر بچے کے تالو میں چپکا دیتے تھے۔"

حضرت زیدؓ بن ارقم فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہؐ نے ذات الجنب میں قسط بحری اور زیت سے علاج کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ فرماتے ہیں "اگر موت کی دوا ہوتی تو سنا ہوتی۔" (ترمذی)

حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضور اقدسؐ کے نماز پڑھتے میں بچھو کاٹ کھایا۔ آپؐ نے بچھو کو جوتی سے مار ڈالا اور فرمایا' "اللہ غارت کرے بچھو کو' نبی کے کاٹنے سے بھی باز نہیں آتا۔" پھر پانی اور نمک منگوایا اور نمک کو پانی میں ملا کر بچھو کے کاٹے پر چھڑکا۔ (بیہقی' شعب الایمان)

حضور اقدسؐ نے فرمایا ہے'

" اپنے بیماروں کو کھانے کے لئے مجبور نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو کھلا پلا دیتا ہے۔" (ترمذی)

رسول اقدسؐ کی وصیتیں

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "اے معاذ' مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا.....

اللھم اعنی علیٰ ذکرک و شکرک وحسن عبادتک

"اے اللہ' میری مدد فرمانا اپنی یاد پر اور شکر پر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا "مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔" فرمایا'

" نماز کو درستی کے ساتھ ادا کرو' زکوٰۃ دیا کرو اور رمضان کے روزے رکھو' حج اور عمرہ کیا کرو' اپنے ماں باپ کی خدمت کرو۔' (قرابت داروں) سے صلہ رحمی کرو' مہمان کی خاطر کیا کرو' نیک کاموں کا حکم کرو' بدے کاموں سے روکتے رہو اور حق کے ساتھ چلتے رہو' جدھر وہ جائے۔" (حاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو الدرداؓ دونوں فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہؐ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی کہ سفر ہو یا حضر (کسی حال میں) ان کو نہ چھوڑیں' ہر مہینہ میں تین دن کا روزہ چاشت کی

دو رکعات اور سونے سے پہلے وتر کی نماز پڑھ لینا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں، مجھے میرے حبیب (سیدنا رسول اللہؐ) نے چند بہترین خصلتوں کی وصیت فرمائی ہے، ("دنیوی امور میں) اپنے سے اوپر کو نہ دیکھوں بلکہ اپنے سے کمتر کو دیکھوں، مساکین سے محبت کروں، ان کے قریب رہا کروں، صلہ رحمی کروں، اگرچہ قرابت دار اعتراض ہی کرتے ہوں، اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کروں، ہمیشہ حق کہوں، اگرچہ اپنے خلاف ہی ہو، اگرچہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو، لاحول ولا قوۃ الاباللہ کی کثرت کیا کروں کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک بڑا خزانہ ہے۔" (طبرانی)

حضرت ابو اسامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ" مجھے وصیت فرمایئے۔ فرمایا، "اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ کے لئے اس طرح کام کرو جیسے تم اس کو دیکھ کر کام کر رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور ہر پتھر، ہر درخت کے پاس اللہ کو یاد کرو (تاکہ سب تمہارے واسطے گواہی دیں) اور جب کوئی برا کام صادر ہو جائے تو اس کے پہلو میں (ساتھ ساتھ) نیک کام بھی کر لو پوشیدہ گناہ کے ساتھ پوشیدہ طور پر نیکی کرو اور علانیہ کے ساتھ علانیہ طور پر۔" (طبرانی)

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ سے عرض کیا، مجھے کچھ وصیت فرمایئے اور مختصر فرمائیں۔ فرمایا، "لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے امید قطع کر لو اور طمع و حرص سے بچتے رہو کہ یہ نقد احتیاج ہے (یعنی حریص آدمی محتاج ہی ہے گو بظاہر دولت مند ہو) اور ایسی بات اور ایسے کام سے بچو جس سے بعد میں معذرت کرنی پڑے (یعنی معافی چاہنی پڑے)۔" (حاکم)

حضرت اسودؓ بن اصرام فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا، مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا، "تمہیں اپنی زبان پر قابو ہے؟" میں نے عرض کیا، اگر مجھے اپنی زبان پر قابو نہ ہوا تو کس چیز پر قابو ہو گا؟ فرمایا، "تم کو اپنے ہاتھوں پر قابو ہے؟" میں نے عرض کیا، اگر میں اپنے ہاتھوں پر بھی قابو نہ رکھوں گا؟ ارشاد فرمایا، "تو بس اپنی زبان سے اچھی بات کے سوا کچھ نہ نکالو اور اپنے ہاتھ کو نیکی کے سوا کسی کام کی طرف نہ بڑھاؤ۔"

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، "یا رسول اللہؐ" مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا،

"جب کوئی گناہ تم سے ہو جائے تو اس کے پیچھے نیکی بھی کیا کرو' وہ اس گناہ کو مٹا دے گی۔"

میں نے عرض کیا' "یا رسول اللہؐ 'لا الہ الا اللہ بھی نیکیوں میں شمار ہے؟" فرمایا' "یہ تو سب نیکیوں میں افضل ہے۔" (امام احمد نے روایت کیا ہے)

یہاں گناہ سے مراد صغیرہ گناہ ہے کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے سوا معاف نہیں ہوتا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جو وصیت میں کرتا ہوں اس کو غور سے سنو' ہر صبح اور شام یہ دعا کرو' يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

اور ایک روایت میں اتنا اور بھی ہے'

اصلح لی شانی کله ولا تکلنی الی نفس طرفة عین۔

"اے حی و قیوم' میں تیری رحمت کی دہائی دیتی ہوں میری حالت کو درست کر دیجئے اور مجھے ذرا سی دیر کو بھی میرے نفس کے حوالے نہ کیجئے۔" (نسائی)

حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اپنے متعلقین اور احباب کو یہ دعا تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ جب کوئی مشکل درپیش ہو تو اس دعا کو صبح و شام کم از کم سو بار پڑھا جائے۔

حضرت معاذؓ کو وصیت فرمانا

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "اے معاذ' میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے کی اور عہد کو وفا کرنے کی اور امانت کو ادا کرنے کی اور خیانت ترک کرنے کی اور پڑوسی کی حفاظت کرنے کی اور یتیم پر رحم کرنے کی اور نرم کلام کرنے کی اور سلام کو عام کرنے اور نیک عمل کرنے کی اور (دنیا کی) تمنائیں کم کرنے کی یعنی دور دراز تمنائیں اور خیالات نہ باندھنے کی اور ایمان کو لازم پکڑنے کی اور قرآن مجید کو سمجھنے کی اور آخرت کی محبت اور حساب قیامت سے ڈرنے گھبرانے کی اور فروتنی اور عاجزی کرنے کی۔"

"اور میں تم کو منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی حکیم آدمی کو برا کہو یا کسی سچے آدمی کو جھٹلاؤ یا کسی گناہگار حاکم کی (گناہ میں) اطاعت کرو یا کسی حاکم عادل کی (جائز کاموں میں) نافرمانی کرو یا کسی زمین میں فساد مچاؤ..... اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے سامنے' اور اس بات کی کہ تم ہر گناہ سے توبہ کرو' جو گناہ چھپ کر کیا ہے اس کی توبہ چھپ کر کرو' اور جو گناہ علانیہ کیا ہے اس کی توبہ علانیہ کرو۔"

حضرت ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ مجھے میرے محبوبؐ نے وصیت فرمائی' "اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اگرچہ تیری بوٹیاں کاٹ دی جائیں اور تجھے جلا دیا جائے۔" (ابن ماجہ)

حضور اقدس ؐ کی عادات مبارکہ

رحمت عالم ؐ کو رب کریم نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ اس نے تمام انسانوں کی کامیابی کے لئے صرف آپ ؐ ہی کے "اسوۂ حسنہ" کو پسند فرمایا ہے اور یہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جو کوئی دل و جان سے آپ ؐ کی پیروی کرے گا اس کو وہ اپنی محبت سے نوازے گا' اس کی مغفرت فرمائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حضور اقدس ؐ کی ادائیں اختیار کی جائیں' تاکہ رب کریم راضی ہو جائے۔

کھانا پینا

-- حضور اقدس ؐ کھانے سے پہلے اپنے سر مبارک کو ڈھانکتے' دونوں ہاتھ دھوتے اور اپنے سامنے سے بسم اللہ پڑھ کر کھانا نوش فرماتے تھے۔

-- اکثر اکڑوں زمین پر بیٹھ کر تین انگلیوں' انگوٹھ' شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی' سے نوش فرماتے تھے۔ -- کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے' اور برتن میں لگے ہوئے کھانے کو اپنی انگلیوں سے اٹھا کر نوش فرمالیتے تھے۔

— کھجور یا روٹی کا ٹکڑا کسی پاک جگہ ہوتا تو اس کو صاف کر کے کھالیتے تھے۔

-- بہت گرم کھانا جس میں سے بھاپ نکل رہی ہوتی وہ نہیں کھاتے تھے' اس کو ٹھنڈا ہونے دیتے تھے۔ -- آپ ؐ کھانے کو کبھی نہیں سونگھتے اور نہ اس کو برا سمجھتے تھے۔

— کھانے پینے کی چیز میں کبھی پھونک نہیں مارتے تھے اور اس کو برا نہ سمجھتے تھے۔

— آپ ؐ جب اپنے احباب کے ساتھ کھاتے تو چھوٹے چھوٹے لقمے دیر تک منہ میں ڈالتے رہتے کہ آپ ؐ کے جلد ختم کرنے سے احباب بھوکے نہ رہ جائیں۔

-- کھانا کھالینے کے بعد اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور کلی بھی کرتے تھے۔

-- کھانا شروع کرتے وقت تین لقموں تک بسم اللہ کہہ کر لقمہ لیتے تھے۔

— اگر ایک قسم کا کھانا آپ ؐ کے سامنے ہوتا تو صرف اپنے سامنے سے کھاتے اور اگر مختلف قسم کا کھانا ہوتا تو دوسری جانب بھی ہاتھ بڑھاتے تھے۔ — جب کھانا پاس آتا تو فرماتے:

اللھم بارک لنا فی مار زقتنا وقتا عذاب النار بسم اللّٰہ۔

کھانا کھا چکتے تو فرماتے:

۔۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

-- آپؐ پانی بغیر آواز کے پیتے تھے' غٹ غٹ کر کے آواز کی گھونٹوں سے کبھی نہیں پیتے تھے۔

-- پانی بیٹھ کر تین سانس میں اس طرح پیتے تھے کہ ہر دفعہ برتن سے لب مبارک لگاتے وقت بسم اللہ فرماتے اور جب برتن لب سے ہٹاتے تو الحمدللہ فرماتے۔ آخر مرتبہ الحمدللہ کے ساتھ والشکر للہ بھی فرماتے تھے۔

حضور اقدسؐ کا لباس

— آپؐ کرتہ اور تہبند پہنا کرتے تھے۔

— آپؐ کے کرتہ کی آستین ہاتھوں کی کلائی تک ہوتی تھی۔

— آپؐ کرتہ پہنتے وقت پہلے سیدھا ہاتھ سیدھی آستین میں پھر الٹا ہاتھ الٹی آستین میں ڈالتے لیکن اتارتے وقت پہلے الٹے ہاتھ سے پھر سیدھے ہاتھ سے اتارتے تھے۔

-- آپؐ تہبند ناف سے نیچے باندھتے اور نصف پنڈلی سے اونچا رکھتے تھے۔

— آپؐ کے تہبند کا اگلا حصہ پچھلے حصہ سے قدرے نیچا ہوتا تھا۔

-- جب نیا لباس پہنتے تو جمعہ کے دن پہنتے۔

-- عموماً سفید لباس پسند تھا مگر سبز رنگ بھی پسند تھا۔

آپؐ کا عمامہ

— آپؐ سر مبارک پر ٹوپی اور اس کے اوپر تقریباً سات گز کا عمامہ باندھتے تھے۔ — عمامہ کا شملہ ایک بالشت کے قریب چھوڑتے تھے۔

-- عمامہ کے نیچے ٹوپی ضرور پہنتے تھے۔

-- آپؐ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

حضور اقدسؐ کی انگوٹھی اور جوتا

-- آپؐ کی انگوٹھی چاندی کی تھی جس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہؐ کھدا ہوا تھا۔

-- انگوٹھی دائیں اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیوں میں پہنی ہے۔

— انگوٹھی کا نگینہ اوپر کی بجائے ہاتھ کے اندر کی ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

— آپؐ چپل یا کھڑاؤں نما جوتا پہنا کرتے تھے۔

— پہلے سیدھا پاؤں سیدھے جوتے میں پھر الٹا پاؤں الٹے جوتے میں ڈالتے تھے اور اتارتے وقت پہلے الٹا پاؤں جوتے سے نکالتے اور پھر سیدھا۔

آپؐ کا سونا جاگنا

— آپؐ رات آرام فرماتے اور نصف آخر کے اول حصہ میں اٹھ جاتے تھے۔

— عام طور سے وضو کر کے سوتے تھے۔

— سونے سے پہلے دو دو سلائی سرمہ دونوں آنکھوں میں لگاتے اور تیسری سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے تھے۔

— سیدھی کروٹ، قبلہ رو ہو کر سوتے تھے اور سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر سیدھا رخسار رکھ لیتے تھے اور تین مرتبہ یہ پڑھتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ"

— تکیہ پر سر رکھنے کے بعد قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو مٹھی کی صورت بنا کر ان میں پھونکتے اور دونوں ہاتھوں کو گردن کے پیچھے سے شروع کر کے سر مبارک، چہرۂ مبارک اور تمام بدن مبارک پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا پھیرتے، یہ تین مرتبہ کرتے اور دعائیں مانگتے، جن میں ایک یہ بھی ہے:

"اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ"

"اے اللہ تیرے نام پر ہی سوتا ہوں اور تیرے نام پر ہی جیتا ہوں۔"

— سوتے وقت اپنے اہل بیت سے کچھ باتیں کرتے اور اللہ کی تعریف کرتے سو جاتے تھے۔

— نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ"

خوشبو اور تیل لگانا

— غسل کے بعد اور خاص کر جمعۃ المبارک کو ضرور خوشبو لگاتے تھے، آخر رات میں بھی خوشبو

لگاتے تھے۔ -- سر مبارک پر خوشبو لگاتے تھے۔

— خوشبو کا ہدیہ نہایت خوشی سے قبول فرماتے تھے۔

— آپؐ کو ریحان، مشک اور عود کی خوشبو بہت پسند تھی۔ مہندی کے پھول بھی بہت پسند تھے۔

-- آپؐ سوتے وقت مسواک کرتے، وضو کرتے اور سر کے بالوں اور داڑھی مبارک میں کنگا کرتے تھے۔ -- آپؐ پہلے داڑھی اور سر مبارک میں تیل لگاتے اور پھر کنگھا کرتے تھے۔

— آپؐ پانی لگا کر بھی داڑھی مبارک میں کنگھا کیا کرتے تھے۔

-- آئینہ میں چہرۂ انور دیکھتے تو یہ فرماتے:

اللھم حسنت خلقی فحسن خلقی واوسع علی فی رزقی۔

" اے اللہ تو نے ہی میری صورت ایسی اچھی بنائی ہے، پس میرے اخلاق بھی اچھے بنا دے اور میرے رزق میں برکت دے۔"

آپؐ کا چلنا پھرنا

— آپؐ اس طرح چلتے کہ جیسے کوئی بلندی سے پستی کی طرف اتر رہا ہو۔ لمبے لمبے قدم رکھتے، قدم اٹھا کر رکھتے، قدم گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔

— چلتے وقت بدن کو ڈھیلا نہیں چھوڑتے تھے بلکہ بدن کو چست اور سمٹا ہوا رکھتے تھے۔

-- چلتے وقت دائیں بائیں کبھی نہیں دیکھتے تھے۔

-- چلنے میں کسی چیز کی طرف مڑ کر دیکھتے تو پورے جسم سے مڑتے صرف گردن یا نظر نہیں پھیرتے تھے۔

-- اونچائی کی طرف چلتے تو اللہ اکبر بار بار فرماتے اور نیچے کی طرف اترتے تو سبحان اللہ فرماتے۔

-- چلتے پھرتے اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے اور احباب کو بھی اس کی نصیحت فرماتے۔

سفر کے معمولات

— آپؐ سفر کے لئے جمعرات کو پسند فرماتے تھے۔

-- سفر میں کہیں پڑاؤ کر کے روانہ ہوتے تو صبح کوچ فرماتے تھے۔

-- سفر میں کتنی ہی کم مدت کے لئے ٹھہرتے مگر جب تک نماز دوگانہ ادا نہ فرما لیتے وہاں سے روانہ نہیں ہوتے تھے۔

-- جب کوئی سفر سے واپس آتا اور خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوتا تو اس سے معانقہ کرتے اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے تھے۔ جب کسی کو سفر کے لئے رخصت فرماتے تو اس سے دعا کی درخواست فرماتے کہ "ہم کو اپنی دعا میں مت بھولنا۔"

-- سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جاکر نماز دوگانہ ادا فرماتے اور پھر گھر تشریف لے جاتے تھے۔

— آپؐ سواری پر بسم اللہ پڑھ کر قدم رکھتے اور یہ پڑھتے تھے:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ"

"وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"

-- سفر میں جس شہر یا گاؤں میں آپؐ کا قیام کا ارادہ ہوتا اور آپؐ اس کو دور سے دیکھ لیتے تو تین مرتبہ یہ فرماتے "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهَا"۔ اور جب اس میں داخل ہوتے، تو فرماتے، "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَیْنَا"

-- جب کسی کو سفر کے لئے رخصت فرماتے تو یہ فرماتے، استودع اللّٰہ دینک و امانتک و خواتیم عملک۔

قضائے حاجت

-- بیت الخلاء میں جانے کے لئے جوتا پہنتے سر ڈھانکتے، پہلے بایاں قدم اندر رکھتے اور یہ پڑھتے، "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"۔ اور جب باہر نکلتے تو دایاں قدم پہلے باہر رکھتے اور یہ پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

— قضائے حاجت کے لئے جنگل جاتے تو اتنی دور جاتے کہ نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔

— پیشاب کرنا چاہتے تو نرم زمین کی تلاش رہتی اگر نہ ملتی تو لکڑی یا کسی اور چیز سے زمین کو کھود کر نرم کر لیتے تھے۔

— پیشاب کرنے کے لئے اکڑو بیٹھتے تو رانوں کے درمیان کافی فاصلہ چھوڑتے تھے۔

— رفع حاجت کو بیٹھنے کے لئے ریت یا مٹی کا ٹیلہ یا پتھروں کی ٹیکری یا کسی کھجور وغیرہ کی آڑ کو بہت پسند کرتے تھے۔ — اس وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرتے اور نہ پیٹھ کرتے بلکہ جنوب یا شمال کی طرف رخ فرمالیتے تھے۔

— صفائی کے لئے مٹی کے ڈھیلے ضرور لیتے اور وہ تعداد میں ہمیشہ طاق ہوتے تھے۔

— آبدست لینے کے بعد بائیں ہاتھ کو مٹی سے رگڑ کر دھوتے اور پاک کرتے تھے۔

ناخن کٹوانا

— آپؐ ہر پندرہ دن کے بعد ناخن کٹواتے تھے۔

— سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع فرماتے پھر بڑی انگلی، پھر اس کے ساتھ والی، پھر چھنگلیا، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا، پھر اس کے برابر والی، پھر بیچ کی انگلی، پھر اس کے ساتھ کی اور پھر انگوٹھا، آخر میں سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کٹواتے تھے۔

— پاؤں کے ناخن کٹوانے کی یہ ترتیب تھی پہلے دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرتے اور انگوٹھے تک ختم کرتے، پھر بائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرتے اور انگوٹھے پر ختم کرتے تھے۔

چھینک آنے پر

— آپؐ اس وقت الحمدللہ فرماتے اور کوئی ساتھ مسلمان جواب میں یرحمک اللہ کہتا تو جواب میں یہ فرماتے: "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ" "اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہاری حالت درست فرمائے۔"

— آپؐ بہت پست آواز سے چھینکتے تھے اور اسی کو پسند فرماتے تھے۔

— چھینکتے وقت اپنے منہ پر دست مبارک رکھ لیتے اور کبھی کپڑا منہ پر رکھ لیتے تھے۔

— دوسرے کی چھینک کا جواب دو مرتبہ تک دیتے تھے۔

صفائی کو پسند فرماتے تھے

— حضور اقدسؐ اپنے بدن مبارک اور کپڑوں کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھتے تھے۔ باقاعدگی سے غسل فرماتے تھے اور اپنے احباب کو بھی صاف ستھرا رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

-- آپؐ اپنا ناک مبارک بائیں ہاتھ سے صاف کرتے تھے' پانی سے دھوتے تھے۔ جوتا چپل بائیں ہاتھ میں اٹھاتے تھے۔ کسی کام میں غلاظت لگنے کا اندیشہ ہوتا تو بایاں ہاتھ استعمال کرتے اور باقی کام دائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔

بیمار پرسی کرنا

-- بیمار پرسی کے لئے کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازہ کے ایک طرف کھڑے ہو کر اپنا اسم مبارک بتا کر گھر میں آنے کی اجازت مانگتے ساتھ ہی السلام علیکم بھی فرماتے تھے۔

— آپؐ بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے' اس سے کھانے کے لئے پوچھتے اور اگر وہ کچھ مانگتا تو اس کے لئے وہ چیز منگواتے اور فرماتے' مریض جو مانگے وہ اس کو دو۔

-- بیمار کے پاس بیٹھتے' اس کو تسلی دیتے' اس کی صحت کے لئے دعا فرماتے اور یہ فرماتے:

لا باس انشاء اللّٰہ طھور۔ "کوئی بات نہیں اللہ نے چاہا تو خیریت ہے۔"

-- مریض کے سرہانے بیٹھتے اور دریافت فرماتے' "تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

-- بیمار کو یاد الٰہی میں رہنے کی نصیحت فرماتے تھے۔

گفتگو فرمانا

-- آپؐ آہستہ گفتگو فرماتے کہ کوئی الفاظ گننا چاہتا تو گن بھی سکتا تھا۔

-- اکثر تین مرتبہ الفاظ دہراتے تھے۔

— بات کرتے وقت بار بار آسمان کی طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھ لیتے تھے۔

-- جس بات کا تفصیل سے ذکر کرنا تہذیب سے گرا ہوا ہوتا اس کو کنایہ میں بیان فرماتے تھے۔

-- کسی بات پر زور دینا ہوتا اور آپؐ ٹیک لگائے ہوتے تو سیدھے بیٹھ جاتے اور خاص لفظ یا جملہ کو بار بار فرماتے تھے۔ کسی بات پر تعجب کرتے تو ہتھیلی کو الٹ دیتے۔

— بات کرتے وقت مسکراتے اور خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے تھے۔

-- حاضرین کو کسی بات سے ڈراتے تو زبان اقدس سے الفاظ ادا فرماتے اور ہاتھ کو زمین پر ملتے تھے۔ -- بات کرتے وقت کسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے فرماتے۔

-- تعجب کے وقت ہاتھ کو ران پر مارتے، کسی فکر اور سوچ کے وقت زمین کو لکڑی سے کریدتے تھے۔ — آپؐ سے کوئی بات کرنا چاہتا تو اس کی طرف پورا رخ موڑ کر توجہ فرماتے، صرف آنکھوں کو گھما کر بات نہ کرتے تھے۔

حضور اقدسؐ کی مجلس

— آپؐ وعظ و تلقین کی مجلس ناغہ دے کر منعقد فرماتے کہ لوگ اکتا نہ جائیں۔

— مجلس میں کسی آنے والے کو خاص اعزاز دینا چاہتے تو اس کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے تھے۔

-- مجلس میں شرکت فرماتے تو اہل مجلس کی گفتگو میں بے ربط اپنا خیال پیش نہیں فرماتے، جب تک کہ وہ اپنے سلسلہ گفتگو کو ختم نہ کر لیتے تھے۔

-- آپؐ مجلس میں شرکت فرماتے تو جہاں جگہ ملتی تشریف رکھتے، آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔

— مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو اپنے زانو مبارک کو ہم جلیسوں سے آگے نہیں بڑھنے دیتے کہ امتیاز پیدا نہ ہو جائے۔

-- مجلس میں صحابہ کرامؓ جس گفتگو میں مصروف ہوتے، آپؐ بھی ان میں شریک ہو جاتے تھے۔

— جب آپؐ محسوس کرتے کہ حاضرین مجلس آخرت کے موضوع پر توجہ کم دے رہے ہیں تو فوراً موضوع کو بدل کر دنیا کے کسی معاملہ پر بات چیت کرنے لگتے اور جب محسوس کرتے کہ اہل مجلس خوش ہو گئے ہیں تو پھر آخرت کا ذکر چھیڑ دیتے تھے۔ -- مجلس کے اختتام پر یہ پڑھتے تھے:

سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ
وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

وعظ و تقریر

-- آپؐ مسجد میں وعظ فرماتے تو عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر کھڑے رہتے اور میدان جہاد میں نصیحت فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔

-- وعظ فرماتے وقت جسم مبارک دائیں بائیں جھومتا تھا، مثالوں پر ہاتھوں کو حسب منشا حرکت دیتے

تھے۔ بعض اوقات ہاتھوں کے پٹھوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔

— وعظ میں جس بات پر زور دینا ہوتا تو اس پر اس طرح قسم کھاتے کہ والذی نفسی بیدی۔ یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔

گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت چاہنا

— اگر کوئی اجازت کے بغیر آپؐ کے پاس اندر آجاتا تو آپؐ اس کو واپس کر دیتے اور فرماتے کہ سلام کر کے اندر آؤ۔ — اگر کسی کے ذریعہ کسی کو بلایا جاتا اور وہ شخص لانے والے کے ساتھ اجازت کے بغیر اندر آجاتا تو اس کو آپؐ برا خیال نہیں فرماتے تھے۔

— آپؐ خود کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو تین مرتبہ سلام کر کے اجازت چاہتے، اگر جواب نہ ملتا تو واپس تشریف لے جاتے تھے، کبھی دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت نہیں چاہتے تھے بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں طرف ہو کر سلام کرتے اور اندر آنے کی اجازت چاہتے تھے۔

حسن معاشرت

— آپؐ کے کان میں کوئی کچھ کہتا تو جب تک وہ خود اپنی بات کہہ کر منہ نہ ہٹاتا آپؐ سر مبرک کو اس کے منہ سے جدا نہ فرماتے۔

— کوئی مصافحہ کے لئے آپؐ کا ہاتھ مبارک پکڑتا تو اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نہ نکالتے جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دیتا۔

— کوئی بات کرنے کے لئے آپؐ کی طرف رخ کرتا تو جب تک وہ اپنے منہ کو نہ پھیر لیتا آپؐ اپنے چہرۂ مبارک کو اس کی طرف سے نہ پھیرتے۔

— جب کسی کے منہ سے ناشائستہ بات نکلتی یا اس سے کوئی نازیبا حرکت ہوتی تو آپؐ اس کا نام لے کر تنبیہ نہیں فرماتے بلکہ عمومی طور پر ارشاد فرماتے کہ "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا کہتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں۔"

— راستہ میں کسی سے ملاقات ہوتی تو پہلے خود سلام کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

— جب کسی کا سلام آپؐ کو پہنچتا تو سلام پہنچانے والے کے ساتھ سلام لانے والے کو بھی سلام کا

جواب دیتے اور فرماتے' علیک وعلٰی فلان سلام۔

— کوئی آپؐ کے لباس یا بدن اطہر پر سے کوئی چیز (تنکا' جالا' مٹی یا اور کوئی چیز) دور کرتا تو دور کرنے والے کا شکریہ اس دعا کے ساتھ ادا فرماتے' مسح اللّٰہ عنک ماتکرہ "اللہ تعالیٰ تم سے بھی تمہاری ناگوار چیزوں کو دور فرمائے۔"

— کسی کا نام معلوم نہ ہوتا اور اس کو پکارنا ہوتا تو یا ابن عبداللہ کہہ کر پکارتے تھے۔

— کوئی حاجت مند حاضر خدمت ہوتا تو جب تک وہ خود اٹھ کر نہ چلا جاتا آپؐ اس کی مروت کی وجہ سے خود نہیں اٹھتے تھے۔

— کبھی کسی گفتگو کرنے والے کی بات نہیں کاٹتے تھے' ہاں اگر وہ حق کے خلاف بات کرتا تو اس کو منع فرماتے یا خود اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

— رات کو کسی کے پاس تشریف لے جاتے تو ایسی آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لیتا اور سونے والا نہیں جاگتا۔

— ملاقات کے وقت کبھی مصافحہ کرتے کبھی معانقہ بھی کرتے اور کبھی پیشانی پر بوسہ بھی دیتے تھے۔ — کھانے کی چیز کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے بلکہ حاضرین کو بھی شریک کرتے تھے اور غیر حاضر کا حصہ رکھتے تھے۔

— کسی کو اتفاقاً آپؐ سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو تکلیف زدہ کو بدلہ لینے کا حق دیتے تھے اور کبھی اس تکلیف کے بدلہ میں اس کو کوئی چیز عنایت فرماتے تھے۔

— ملاقات کے وقت کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے جسم سے متوجہ ہوتے' کوئی بات کرتا تو آپؐ پوری طرح متوجہ ہو کر اس کی بات سنتے۔

آپؐ کا بیٹھنا

— آپؐ کبھی اکڑو بیٹھتے' کبھی بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں کے آس پاس لپیٹ لیتے تھے' کبھی بجائے ہاتھوں کے کپڑا لپیٹ لیتے تھے۔

— بیٹھے ہوئے ٹیک لگاتے تو اکثر الٹی جانب اور الٹے ہاتھ کی طرف لگاتے تھے۔

آپؐ کا ہنسنا و رونا

-- آپؐ کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے تھے بلکہ صرف مسکراتے تھے' آپؐ کی انتہائی ہنسی میں دانتوں کے صرف کیلے دکھائی دیتے لیکن کواہر گز دکھائی نہیں دیتا تھا۔

-- رونے میں بھی کبھی آواز نہیں نکلتی تھی بلکہ ٹھنڈا سانس لیتے تھے' آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور سینے سے ایسی آواز سنائی دیتی جیسے ہانڈی ابل رہی ہے یا کوئی چکی چل رہی ہے۔

خوشی و غم کے وقت

— جب آپؐ رنجیدہ ہوتے تو بار بار دست مبارک سر اور داڑھی مبارک پر پھیرتے' ریش مبارک کو پکڑتے اور کبھی اس میں انگلیوں سے خلال کرتے اور فرماتے'

حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل۔

-- خوشی کے وقت آپؐ نظر نیچی کر لیتے تھے۔

-- بارش کا پہلا پانی برستا تو آپؐ تہبند کے سوا اور لباس اتار دیتے اور اوپر کے بدن کو بارش کے پانی سے تر کرتے۔

— خطوط لکھوانے میں یہ عادت مبارکہ تھی کہ بسم اللہ کے بعد مرسل کا نام لکھواتے اور پھر مرسل الیہ کا' اس کے بعد مضمون لکھواتے۔

— باغات کی تفریح پسند فرماتے تھے' کبھی کبھی باغات میں اس غرض سے تشریف لے جاتے تھے۔

تیرنے کا شوق

-- آپؐ تیرنے کا شوق رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک تالاب میں آپؐ اور چند صحابہ کرامؓ تیرے' آپؐ نے ہر ایک کی جوڑ مقرر فرمادی کہ ہر ایک اپنے ساتھی کی طرف تیر کر جائے۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے' آپؐ تیرتے ہوئے ان کے پاس گئے اور ان کی گردن پکڑ لی۔

موسم کا نیا پھل

— حضور اقدسؐ کو نیا موسمی پھل پیش کیا جاتا تو آپؐ اللہ کی تعریف کرتے' اس پھل کو آنکھوں اور لبوں کو لگاتے اور مجلس میں سب سے کم عمر کو سب سے پہلے کھانے کو دیتے تھے' پھر دوسروں کو دائیں

طرف سے شروع کر کے کھلاتے تھے۔

— آپؐ ہر کھانے کی چیز کے لئے ہمیشہ دائیں طرف سے شروع فرماتے تھے۔

جہاد و سفر کے موقع پر

حضور اقدسؐ کو زیادہ تر حج، عمرہ اور جہاد کے لئے سفروں کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جمعرات کو سفر پسند تھا اور ہمیشہ تڑکے روانہ ہوتے تھے۔

یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے تو یہ دعا فرماتے:

"الٰہی، تو ہی ہمارا رفیق سفر ہے، تو ہی ہمارے بال بچوں کا، ہمارا قائم مقام ہے، الٰہی، سفر کے شدائد اور پلٹ کر اہل و عیال کو برے حال میں دیکھنے کی مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں، الٰہی، مسافت سفر کو کم کر دے اور ہمارے لئے آسان بنا دے۔"

سواری پر سوار ہوتے وقت

حضور اقدسؐ سواری کی پشت پر قدم رکھتے تو اس طرح اللہ کا شکر ادا کرتے تھے:

"کیا پاک و برتر ہے وہ ذات کہ جس نے اس سواری کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا ہے ورنہ ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔"

سفر سے واپسی پر

آپؐ سفر سے لوٹتے تو اس طرح رب کریم کی حمد و ثنا بیان کرتے تھے:

"ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، ہم توبہ کرنے والے ہیں، ہم اللہ کے عبادت گزار بندے ہیں اور ہم اپنے رب کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔"

فوج کو روانہ کرتے وقت

حضور اقدسؐ مجاہدین کو اس طرح رخصت فرماتے تھے:

"میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے نتائج اعمال کو اللہ کے سپرد کر کے تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے بھیجتا ہوں۔"

منزل پر ٹھہرتے وقت

آپؐ دوران سفر جب کسی منزل پر اترتے تو یہ فرماتے:

"اے زمین' میرا اور تیرا' دونوں کا رب اللہ ہی ہے۔ میں تیرے شر سے' تیری باطنی سطح کے شر سے اور تجھ پر چلنے والوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

جہاد سے واپسی پر

رحمت عالمؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب سفر جہاد سے لوٹتے تو پہلے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔

استعمال کی چیزوں کے نام رکھنا

رحمت عالمؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے جانوروں' ہتھیاروں اور گھر کی چیزوں کا کوئی نام رکھ دیتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے جھنڈے کا نام عقاب اور جو تلوار جنگ میں استعمال فرماتے تھے اس کا نام ذوالفقار تھا۔ اس کے علاوہ دوسری تلوار کا نام مخدم' تیسری تلوار کا نام رسوب تھا اور ایک اور تلوار کا نام قضیب تھا۔ آپؐ کی تلوار کا قبضہ چاندی کے جڑاؤ کا تھا۔

حضور اقدسؐ کی کمان کا نام عتوم اور ترکش کا نام کافور تھا۔ آپؐ کی اونٹنی کا نام قصویٰ تھا اور آپؐ کے خچر کو دلدل' حمار کو یعفور اور آپؐ جس بکری کا دودھ نوش فرماتے تھے' اس کو عینہ کہا جاتا تھا۔

فضیلت مدینہ منورہ

یہ وہ مقدس شہر ہے جہاں رحمت عالمؐ نے ہجرت فرمائی اور جو اسلام کی دعوت و تبلیغ کا مرکز بنا' اس شہر میں زمین کا وہ مبارک حصہ بھی ہے جو آپؐ کے جسد مبارک کی جائے قرار ہے' زمین کا یہ حصہ باقی ساری زمین سے افضل و برتر ہے۔ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

یہ وہ عظیم شہر ہے جہاں مسجد نبویؐ موجود ہے' جس کی تعمیر میں آپؐ بھی شریک تھے اور مہاجرین و انصار بھی شریک تھے' اس شہر سے حضور اقدسؐ کو اس قدر محبت تھی کہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ جب آپؐ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچ جاتے اور آبادی پر نظر پڑ جاتی تو مدینہ منورہ کی محبت کی وجہ سے اپنی سواری تیز کر دیتے اور جلد از جلد شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب مکہ مکرمہ سے واپس آتے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچ جاتے تو بدن سے کپڑا ہٹا دیتے' ارشاد فرماتے کہ "مدینہ منورہ کی اچھی اور خوشبودار ہوا آرہی ہے۔"

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدسؐ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچتے تو تیز تیز چلتے اور یہ دعا فرماتے:

" اے اللہ مدینہ منورہ کو ہماری قرار گاہ اور مسکن بنادے۔"

ایک حدیث پاک میں آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"اے اللہ' مدینہ ہمیں اتنا محبوب کر جتنا ہجرت سے پہلے ہمیں مکہ مکرمہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے دعا فرمائی:

"اے اللہ مدینہ کے ساتھ ہمیں ایسی محبت عطا فرما جیسے مکہ مکرمہ کے ساتھ تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کو صحت افزا بنادے اور اس کے پیمانوں میں برکت ڈال دے یعنی غلے کی فراوانی کردے اور قحط سالی سے محفوظ رکھ اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردے۔"

اس سے واضح ہے کہ رحمت عالمؐ کو اس مقدس شہر سے بڑی محبت تھی' یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان بھی اس سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور اسی لئے وہ ذوق و شوق سے اس مبارک و محبوب شہر کی زیارت کے لئے رواں دواں رہتے ہیں۔ یہاں وہ آپؐ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں' صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور آپؐ اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

اس کے ساتھ مدینہ منورہ کی شان و عظمت کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ خود رحمت عالمؐ نے یہ حکم فرمایا ہے' "کجاوے نہ کسے جائیں یعنی سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف' میری مسجد (یعنی مسجد نبویؐ) مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔"

اب ذرا مسجد نبویؐ کی شان دیکھئے۔

صحیحین میں حضور اقدسؐ کا یہ قول منقول ہے کہ:

"میرے گھر اور مسجد نبوی کے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔"

مسند احمد میں حضرت سہل بن سعدؓ سے آپؐ کا یہ قول منقول ہے:

"میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہو گا۔"

یہ وہ عظیم مسجد ہے جہاں اکثر وحی نازل ہوتی تھی، یہیں اصحاب صفہؓ علم دین کی دولت سے مالا مال ہوئے ہیں اور سب ان سے فیضیاب ہوئے ہیں، یہ وہ مقدس مسجد ہے جہاں نہ جانے کتنے اللہ کے محبوب آتے رہے ہیں۔ یہیں اللہ کے حبیبؐ بھی آرام فرما رہے ہیں، چنانچہ اس مقدس مقام کا ادب و احترام کرنے کی بڑی سخت تاکید کی گئی ہے۔

اس کے ساتھ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ رحمت عالمؐ فرماتے ہیں:

"جو شخص حج کرے اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں میری زیارت کرے۔" (مشکوۃ از بیہقی)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

حضور اقدسؐ کی حیات طیبہ پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ رب کریم نے آپؐ کو عبدیت کا سب سے بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ آپؐ کی یہ بلند شان ہے کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر وقت، ہر گھڑی نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ رہتے تھے اور یہ آپؐ کی دعاؤں سے بھی ظاہر ہے۔ احادیث پاک کے ذخیرے میں حضور اقدسؐ کی جو دعائیں محفوظ ہیں ان پر غور کیا جائے تو کھلے طور پر محسوس ہو گا کہ ان میں سے ہر دعا آپؐ کے کمال روحانی اور معرفت الٰہی کی روشن دلیل ہے۔ چنانچہ ان دعاؤں کی برکات حاصل کی جائیں۔ یہ اس لئے بھی کہ یہ سب آپؐ کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہیں اور قبولیت کا شرف حاصل کی ہوئی ہیں اس لئے کوئی بھی ان کے فائدے سے محروم نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ سفر کرتے تھے تو جب وہ بستی دکھائی دیتی کہ جس میں آپؐ جانے کا ارادہ رکھتے تو آپؐ پہلے تین مرتبہ فرماتے، "اللھم بارک لنا فیھا، اے اللہ اس بستی کو ہمارے لئے مبارک کر دے اس کے بعد یہ دعا فرماتے، "اللھم ارزقنا حیاھا و حینا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا، اے اللہ تو اس بستی کی اچھی پیداوار کو ہمارا رزق بنا اور اس بستی والوں کے دل میں محبت ڈال دے اور اس میں جو تیرے صالح بندے ہوں ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے۔"

کسی نئی بستی میں جانے والے کے لئے یہی تین باتیں سب سے زیادہ اہم ہو سکتی ہیں۔ سبحان اللہ، کتنی مختصر اور جامع دعا ہے۔

خوشی کے موقع پر آپؐ فرماتے.....

الحمدللّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات.....سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کے فضل و احسان سے اچھائیاں تکمیل پاتی ہیں۔

جب کوئی ناگوار بات پیش آتی تو فرماتے.....

" الحمدللّٰہ علی کل حال" ہر حال میں اللہ کی تعریف اور اس کا شکر ہے۔

بادل گرجتے اور بجلی چمکتی تو یہ دعا فرماتے.....

" اللھم تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذالک" اے اللہ، تو ہمیں اپنے غضب سے ختم نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور ہمیں اس سے پہلے عافیت دے۔"

بادل اور بارش کے وقت یہ دعا فرماتے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم آسمان پر بادل چڑھتا دیکھتے تو رسول اللہؐ کا یہ حال ہو جاتا کہ جس کام میں آپؐ مشغول ہوتے اس کو چھوڑ کے بادل کی طرف رخ کر لیتے اور یہ دعا فرماتے.....

" اللھم انی اعوذبک من شر ما فیہ۔ اے اللہ اس بادل میں جو شر ہو اس سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔" پھر اگر وہ بادل چھٹ کر آسمان صاف ہو جاتا تو آپؐ اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے اور اگر وہ بادل برسنے لگتا تو دعا فرماتے..... "اللھم سقیا نافعا۔ اے اللہ اس بارش سے پوری سیرابی کر دے اور اس کو نفع مند بنا۔"

حضور اقدسؐ اکثر یہ دعا فرماتے تھے

"اللھم اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔" اے اللہ، تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔

وہ دعا میں برابر کیا کرتا ہوں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دعا رسول اللہؐ سے سن کر یاد کی تھی (وہ میں برابر کیا کرتا ہوں) اس کو میں کبھی نہیں چھوڑتا (وہ یہ ہے)،

"اللھم اجعلنی اعظم شکرک و اکثر ذکرک و اتبع تصحک و احفظ و صیتک۔ اے اللہ، مجھے ایسا کر دے کہ میں تیری نعمتوں کے شکر کی عظمت کو سمجھوں (تاکہ پھر شکر میں کوتاہی نہ کروں) اور تیرا ذکر کثرت سے کروں اور تیری نصیحتوں کی پیروی کروں اور وصیتوں اور حکموں کو یاد رکھوں (اور ان کی تعمیل سے غفلت نہ کروں)۔"

بارش کے لئے دعا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو ایک دفعہ ہاتھ اٹھائے ہوئے اس طرح دعا

کرتے ہوئے دیکھا کہ آپؐ عرض کر رہے تھے' ."اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا نافعا غیر ضار عا جلا غیرا اجل- اے اللہ' ہم پر ایسی بھرپور بارش برسا جو زمین کے لئے موافق اور سازگار ہو' کھیتوں میں سرسبزی اور شادابی لائے' اس سے نفع ہی نفع ہو نقصان بالکل نہ ہو- اے اللہ' جلدی برسا' دیر نہ ہو-"

رحمت عالمؐ کبھی یہ دعا فرماتے

اللھم اجعلنی شکورا و اجلعنی صبورا و اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا-

اے اللہ' مجھے اپنا شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا بندہ بنا اور مجھے اپنی نگاہ میں چھوٹا اور دوسرے لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے-

آپؐ یہ دعا بھی مانگتے تھے'

اللھم طھر قلبی من النفاق و عملی من الریاء ولسانی من الکذب و عینی من الخیانة فانک تغلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور- اے اللہ میرے دل کو نفاق سے' میرے اعمال کو ریا سے' میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو نظر کی خیانت سے بالکل پاک صاف کر دے- بے شک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے' تجھ سے میری کوئی چیز چھپی نہیں ہے-

حضور اقدسؐ یہ بھی دعا فرماتے تھے'

اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفة عین ولا تنزع منی صالح ما اعطینی- اے اللہ' مجھے پل بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر اور جو کوئی اچھی چیز (اچھا عمل یا اچھا حال) تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس کو مجھ سے واپس نہ لے-

آپؐ یہ بھی دعا مانگتے تھے'

رب اعط نفسی تقواھا ولھا خبر من زکا ما انت ولیھا ومولاھا- اے میرے رب' تو میرے نفس کو آراستہ فرما اور اس کو پاکیزہ بنا دے' تو ہی سب سے اچھا پاکیزہ بنانے والا ہے' تو ہی اس کا والی اور مالک و مولا ہے-

فہرست مضامین

درود و سلام ان پر ۵
قرآن مجید اور سید المرسلینؐ ۶
حضور اقدسؐ کی امتیازی خصوصیات ۱۲
کیا عجب شان ہے ۱۴
رب کریم کے حضور ۱۴
عبدیت کاملہ ہی حضورؐ کا کمال تھا ۱۶
حضور اقدسؐ کی گریہ وزاری ۱۸
خوف الٰہی و فکر آخرت ۱۹
حضور اقدسؐ کے معجزات ۲۲
عظمت کے نشان ۲۵
شک و شبہ کے محل سے بھی بچنا ۲۹
احترام رسول اقدسؐ ۳۰
آداب رسول اقدسؐ ۳۲
صحابہ کرامؓ اور اتباع سنت ۳۵
صحابہ کرامؓ کے جذبات محبت ۳۷
سرور عالمؐ کا حلیہ مبارک ۴۰
حضور اقدسؐ کی حیا کا ذکر ۴۱
وقار و متانت ۴۲
گھریلو زندگی ۴۲
رحمت عالمؐ کی ازدواجی زندگی ۴۵
رسول اقدسؐ کے نکاحوں کا اصل مقصد یہ تھا ۵۲
سادہ زندگی ۵۴
حضرت فاطمہ زہراؓ کا نکاح ۵۶
حقیقت ولیمہ ۵۷
ہمیشہ دنیوی مال و متاع سے دور رہے ہیں ۵۹
حضور اقدسؐ نے مشقت و غلو پسندی سے روکا ہے ۶۱
دعوت و تبلیغ ۶۳
انداز دعوت و ارشاد ۶۹
دنیا کو یہ پیغام دیا ۸۱
پیغام حق کے حیرت انگیز نتائج ۸۴
سلاطین و رؤسا کو دعوت اسلام ۸۷
حضور اقدسؐ کی مجلس ۹۱
شگفتہ مزاجی ۹۲
پسندیدہ تفریحات ۹۳
خوشی اور مسرت کے وقت ۹۶
قربانی پیش کرنا ۹۸
علم کی فضیلت ۹۹
ذاکرین کی قدر کرنا ۱۰۰
حضور اقدسؐ بحیثیت معلم اخلاق ۱۰۱
اخلاق کریمانہ ۱۰۵
عہد کی پابندی ۱۰۸
صدق و امانت ۱۱۱
رحم و کرم دیکھئے ۱۱۴
لطف و کرم دیکھئے ۱۱۷
شفقت و محبت ۱۲۰
گنہگاروں سے شفقت فرمانا ۱۲۳
حیوانات سے شفقت و محبت ۱۲۴
عدل و انصاف ۱۲۸
مساوات کا عملی درس دیا ہے ۱۳۳

عفوودرگزر ۱۳۴
سخاوت وفیاضی ۱۳۶
شکر ادا کرنا ۱۳۹
حلم وبردباری ۱۴۰
تواضع وخاکساری ۱۴۲
حضور اقدسؐ کا دعوت قبول فرمانا ۱۴۵
صبر واستقامت ۱۴۷
حسن معاشرت ۱۵۴
نرمی وسختی فرمانا ۱۵۷
احتساب فرمانا ۱۵۹
پردہ کی اہمیت ۱۶۵
شجاعت وبہادری ۱۶۵
حضور اقدسؐ بحیثیت سالار اعظم ۱۶۶
مظلوم کی حمایت کرنا ۲۰۰
عیادت وتعزیت فرمانا ۲۰۲
محنت کی عظمت ۲۰۴
بھیک مانگنے سے روکنا ۲۰۶
حضور اقدسؐ بحیثیت تاجر ۲۰۷
حکم الٰہی میں کسی رائے کو قبول نہ فرماتے تھے ۲۰۸
دوسروں کی رائے کی قدر کرتے تھے 〃
اپنوں سے پیار ۲۱۱
دنیا کو نئی زندگی ملی ۲۱۵
عرب کی کایا پلٹ گئی ۲۱۷
یہ فیضان نظر تھا ۲۲۲
صحابہ کرامؓ کا رخ بدل دیا ۲۳۳
صحابہ کرامؓ کو دنیا سے کوئی غرض نہ تھی ۲۳۵
غلاموں کو یہ شان بخشی ۲۳۷
صحابہ کرامؓ اہم معاملات میں حضور اقدسؐ سے مشورہ فرماتے تھے ۲۴۲
حضور اقدسؐ کی سیاست ۲۴۴
عادلانہ سلطنت کی بنیاد رکھی ۲۴۶
مذہبی رواداری ۲۵۷
مواخات مہاجرین وانصارؓ ۲۵۸
میثاق مدینہ ۲۵۹
حضور اقدسؐ کی پیش گوئیاں ۲۶۴
قیامت کی نشانیاں
نزول حضرت عیسیٰؑ ۲۶۸
انداز گفتگو وخطابت 〃
خطبات نبویؐ ۲۷۰
طب نبویؐ ۲۷۶
رسول اقدسؐ کی وصیتیں ۲۸۲
حضور اقدسؐ کی عادات مبارکہ ۲۸۵
رحمت عالمؐ کی دعائیں ۳۰۰
فضیلت مدینہ منورہ
عقیدت کے پھول